

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آسمانی

قوانین سے اعراض

”انسانوں کے بنائے ہوئے شیطانی جمہوری طاغوتی قوانین کی اتباع کفر اور ارتداد ہے“

قرآن و سنت اور ائمہ نجد، آل الشیخ رحمۃ اللہ علیہم کے فتاویٰ کی روشنی میں

مؤلف

فضیلۃ الشیخ ابو عبدالرحمن عبداللہ عمر الاثری رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

فضیلۃ الشیخ ابو جنید رحمۃ اللہ علیہ

مسلم ورلڈ ویڈیو پروسیسنگ پاکستان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فہرست

6	مقدمہ	1
8	فصل: انسانوں کی پیدائش کا مقصد	2
8	لوگوں کی ضرورت شریعت ہے	3
9	دین اسلام	4
10	اللہ کے دین کو بدلنا اور کفر کو پسند کرنا کفر ہے اس مسئلے پر ۱۴ دلائل	5
15	آئین، کفری و اساسی قانون پر فیصلے کفر ہے اس مسئلے پر ۲۵ دلائل	6
25	قانون کے لحاظ سے قرآن و سنت مکمل ہیں دلائل	7
27	قانون بنانے والے اور ان کی صفات	8
28	اللہ تعالیٰ کی خاصیات	9
30	شریعت محمدی ﷺ چھ مصلحتوں کی محافظ ہے	10
32	طاغوت کا معنی اور ان کے مددگاروں کی پہچان	11
34	طاغوتوں کی اقسام	12
37	فصل: طاغوت کے پاس فیصلے لیجانا اس پر ایمان لانا ہے	13
41	طاغوتی نظام کے (انصار) مددگاروں ہیں؟	14
	فصل: طاغوت کے پاس فیصلے لیجانا اس پر ایمان لانا ہے	15
42	طاغوتی نظام کی مددگار کرنے والوں کا جرم؟	16

43	طاغوتی نظام کے مددگاروں کا جرم	17
43	طاغوتی نظاموں کی مددگاروں کا حکم اور ان کے مرتد ہونے کے ۵ دلائل	18
50	عمدہ بات	19
56	فرد کا حکم بھی گروہ یا جماعت کا ہے	20
58	اس مسئلے کے سنت سے دلائل	21
59	علمائے امت کے اس بارے میں اقوال	22
62	موجودہ حکومتوں پر کفر کا حکم بغیر توبہ کروائے لگایا جائے گا	23
62	مذکورہ مسئلے کے دلائل	24
62	موجودہ جمہوری و طاغوتی حکمرانوں کے کفر پر دلائل	25
65	ومن لم تحکم..... میں تین مکفرات موجودہ حکمرانوں میں ہیں	26
68	اس آیات پر بعض اعتراضات	27
68	آیت پر تین اعتراضات اور ان کے جوابات	28
74	وہ دلائل کہ ومن لم تحکم..... خارج عن المملۃ ہے	29
75	اس پر اجماع اور لغت سے دلائل	30
75	شرع سے دلائل	31
78	آیت کے بارے میں خلاصہ قول	32
78	اسمبلی و پارلیمنٹ میں جانے کے کفر پر دلائل	33
78	اس مسئلے پر پانچ دلائل	34

82	طاغوت کے پاس فیصلے لیجانا اور جمہوریت کفر ہے اس پر علماء کے اقوال	35
94	آئین پاکستان یا افغانستان کا اساسی قانون کی خرابیاں اور نقصانات	36
95	یہ نقصانات ۱۴ ہیں	37
100	کفار کے بارے میں نازل ہونے والی آیت مسلمانوں کے بارے میں بھی ہیں	38
100	اس مسئلے کے دلائل	39
103	کفر شرعی کے موانع تین ہیں، جہل، اکراہ اور طاغوتیوں کی تباہی کے لیے ان کا ساتھ دینا	40
113	جمہوریت پسندوں اور طاغوتیوں کے بعض شبہات	41
114	مختصر شبہات ے ہیں	42
119	تفصیلی شبہات اور ان کے جوابات	43
122	ابن سلول پر حد قائم کی گئی تھی یا نہیں؟	44
122	روایات کا خلاصہ	45
122	دسواں اور گیارہواں شبہ اور ان کے جوابات	46
125	رسول ﷺ کے زمانے میں منافقین کی دو قسمیں	47
127	تیرھواں شبہ	48
129	چودھواں شبہ	49
133	پندرھواں شبہ	50
134	سولھواں شبہ	51
137	جمہوریت اور انتخابات کے کفر ہونے کے دلائل	52

144	ولاء اور براء (دوستی دشمنی) کا مسئلہ	53
145	ولاء کی ۲۰ صورتیں	54
156	مسائل اور ان کے جوابات	55
156	مسئلہ: جمہوریت پسندوں کا شبہ حاطب بن ابی بلتعہ <small>رضی اللہ عنہ</small> کی روایت پر	56
157	ادواق کی مساجد جو طاعنوتیوں نے بنائی ہیں ان میں نماز کا حکم؟	57
158	ادواق کے امام کے پیچھے نماز پڑھنا؟	58
158	جمہوریت پسندوں کی بیواؤں کا حکم	59
160	مسئلہ: انتخابات کے جواز کا فتویٰ دینے والے امام کے پیچھے نماز؟	60
161	موجودہ مرتد حکمرانوں اور جمہوریت پسندوں کے کفر پر مختصر دلائل	61
161	اجماع سے دلائل	62
161	کتاب اللہ سے	63
161	سنت رسول <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> سے	64
163	تاریخ سے	65
165	علماء اور سیاسی جماعتوں کو نصیحت	66

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله الذى ارسل رسوله بالهدى ودين الحق المبين والحبل المتديد المتين،
الذى من اعتصم به فقد استمسك بالعروة الوثقى وكان الناجين ومن اعرض عنه
ولم يرفع له رأساً فقد خاب وخسر ذلك الا بعد الاشقى وكان من النادمين
الندامة الكبرى الداعين على انفسهم بالويل والثبور حيث لا ينفع ندم ولا آنين
والصلاة والسلام على محمد الذى جاءنا من ربه بتلك الشريعة الوافية الكافية
الشفافية الناجية النافعة الجامعة المانعة المغنية الغنى التام عن جميع الشرائع
والقوانين وعلى آله واصحابه واحبابه واحزابه الذين جاهدوا والذين يجاهدون
فى نصر دين الله واعلاء كلمة الله جميع المعارضين والمضادين من المشركين
والمارقين والمنافقين المعاندين المحادين المشاقين الجمهوريين لله ولرسوله
الصادق المصدوق الامين۔ اما بعد:

موجودہ دو رفتنوں کا دور ہے شہروں اور دیہاتوں میں جہالت پھیل چکی ہے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ
ﷺ کا وہ علم جو ہر قسم کے شر سے پاک ہے جو ہدایت کا ذریعہ ہے اسے پس پشت ڈال دیا گیا ہے اور
لوگوں نے جہالت، کفر، شرک اور جمہوریت کی راہ اختیار کر لی ہے تو ان میں الہی کو ترک کر دیا گیا ہے اور
انگریز اور کفار کے قوانین مسلمانوں کے ہاں رائج ہیں نام نہاد مسلمانوں نے شریعت محمدی کو بے فائدہ
سمجھ کر پیٹھ پیچھے پھینک دیا ہے اسے ضائع کر دیا ہے اب صرف نام کے مسلمان رہ گئے ہیں۔ قرآن
وحدیث کے علوم کی جگہ انہوں نے سیاسی منطقی علوم اپنالے ہیں اسکول اور یونیورسٹیاں قرآن و سنت
کے مقابل آکھڑی ہیں اور پھر بھی ان لوگوں کو خوش فہمی ہے کہ یہ اچھے اعمال کر رہے ہیں حالانکہ حقیقت

یہ ہے کہ یہ بہت بڑے خسارے سے دوچار ہیں ان کے اعمال دنیا میں ہی برباد و ضائع ہو گئے ہیں یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے دل اب طاغوتی اندھیروں میں اندھے ہو گئے ہیں ہمارے علماء اور عوام سب جمہوری طاغوتی بن گئے ہیں عوام الناس بھی طاغوت اور جمہوریت کے سیلاب میں بہہ گئے ہیں ان پر بشری شیطانی قوانین مسلط ہیں اور انہوں نے وحی آسمانی اور قانون الہی کو ترک کر دیا ہے اور نام نہاد کلمہ گو اس کو پھر بھی ترقی کا نام دیتے ہیں حالانکہ یہ بربادی اور رسوائی ہے اللہ و رسول ﷺ کے قانون کو چھوڑنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ نے مسلمانوں پر صلیبی کفار یا ان کے حمایت یافتہ مرتد حکمران ان پر مسلط کر دیے گئے ہیں۔ آج ہر مسلمان کفریہ قانون کا محتاج بنا ہوا ہے کوئی اپنے فیصلے اس کے پاس لیجاتا ہے کوئی اس کی تعریفیں کرتا ہے اس کے لیے مختلف نام بھی رکھ دیے گئے ہیں کوئی اسے اسلامی جمہوریہ کہتا ہے کوئی اسے شرعی عدالت کبھی اسے حقوق (کا محافظ) خیال کرتا ہے اس طرح کے جتنے بھی نام رکھے جائیں سب دھوکہ و فریب یہ شرعی منہج سے الگ راستہ ہے جس میں اسلامی حقوق ضائع ہوتے ہیں۔ ہم مسلمان بھائیوں کو متوجہ کرنا چاہتے ہی اس بات کی طرف کہ ہم نے قرآن کو پس پشت ڈال دیا ہے اور کفار کے ان قوانین پر عمل پیرا ہو چکے ہیں جو انہوں نے اللہ کی شریعت کے مقابل بنا رکھے ہیں ہم سب کلمہ گو مسلمان ہیں مگر ہم اللہ و رسول ﷺ کے احکام کے بجائے کفار کے قوانین کو پسند کرتے ہیں اگر ہماری اس طرح کی عقلیں ہیں تو یہ کسی کام کی نہیں اس لیے کہ جو عقل اللہ احکم الحاکمین (بہترین حکم کرنے والے اللہ) کے قوانین کو چھوڑ کر ظالم اور جاہل انسانوں کے قوانین کو اپنائیں ایسی عقلوں پر ماتم کیا جانا چاہیے۔ ہماری مثال اس زنبور کی سی ہے جو مشک و عنبر کی خوشبو سے تکلیف و کراہیت محسوس کرتا ہے اور گندگی و غلاظت میں خوش و خرم رہتا ہے افسوس ہے اس طرح کی عقل پر۔ جب ہم نے سالہا سال تک یہ دیکھا کہ لوگوں کی یہ حالت ہے اور علماء و مشائخ نے اس پر خاموشی اختیار کر رکھی ہے بلکہ بعض علماء تو خود جمہوریت کے سیلاب میں بہہ گئے ہیں جن کی وجہ سے عوام الناس بھی اضطراب و تردد میں مبتلا ہیں لہذا میں نے سوچا کہ لوگوں کے سامنے جمہوریت، طاغوت اور پارلیمان (اسمبلی) میں

جانے کا کفر واضح کر دوں تاکہ میں اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو سکوں اور عوام الناس بھی شری شیطانی قوانین سے خود کو محفوظ رکھ سکیں۔

فصل: انسان کی پیدائش کی وجہ؟

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ (المؤمنون: ۱۱۵)

کیا تم سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بے مقصد پیدا کیا ہے اور تم ہمارے پاس لوٹ کر نہیں آؤ گے؟۔

دوسری جگہ فرمان ہے:

أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ سُدًى (القيامة: ۳۶)

کیا انسان سمجھتا ہے کہ اسے بیکار چھوڑ دیا جائے گا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کیا اسے ثواب و عذاب نہیں دیا جائے گا؟ معلوم یہ ہوا کہ اللہ نے انسان کو

امر و نہی کے لیے پیدا کیا ہے کہ ان کی پابندی دنیا میں کرے گا اور آخرت میں جزاء و سزا پائے گا۔

اللہ کا فرمان ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (الذاریات: ۵۶)

اور میں نے انسانوں اور جنوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔

اور قرآن و سنت کے مطابق فیصلے کرنا بھی عبادت ہے صرف نماز روزہ عبادت نہیں ہے۔

لوگوں کو شریعت الہی کی ضرورت ہر چیز سے زیادہ ہے

جب یہ ثابت ہوا کہ لوگوں (مسلمانوں) کی کمزوری کا سبب اللہ کی شریعت کو چھوڑنا اور کفار کے قانون کو

اپنانا ہے تو معلوم یہ ہوا کہ لوگوں کو شریعت الہی کی ضرورت دیگر تمام چیزوں کی بنسبت زیادہ ہے بلکہ علم

طب سے زیادہ ضروری شریعت ہے اس لیے کہ اکثر لوگ بغیر طبیب و ڈاکٹر کے بھی زندہ رہتے ہیں

بعض گاؤں دیہاتوں میں ڈاکٹر، طبیب نہیں ہوتے۔ مگر شریعت ہر جگہ ضروری و لازمی ہے اس لیے کہ اسی پر اللہ کی رضامندی و ناراضگی کا دار و مدار ہے اور خاص کر انسانوں کے اختیاری حرکات کی بنیاد وحی پر ہے جبکہ ڈاکٹر اور طبیب کے نہ ہونے سے جسمانی زندگی کو نقصان پہنچتا ہے مگر شریعت الہی کے نہ ہونے سے روح اور دل میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے جو ابدی ہلاکت کا سبب ہے۔

لفظ شریعت

اکثر لوگ شریعت کا لفظ استعمال کرتے ہیں مگر کچھ تو اس سے مراد فقہ حنفی لیتے ہیں کوئی فقہ شافعی، کوئی فقہ جعفری کوئی فقہ حنبلی اور کوئی فقہ مالکی مراد لیتا ہے۔ لیکن شریعت الہی صرف وہ ہے جو اللہ کی طرف سے نازل شدہ کتاب و سنت ہے جو محمد ﷺ لے کر آئے ہیں اس شریعت کا نہ ماننا کفر ہے اور جو شریعت ائمہ کی آراء و اقوال سے مرکب ہے تو وہ شریعت نہیں ہے بلکہ وہ ان کا اجتہاد ہے اسے کتاب و سنت کے معیار پر پرکھا جائے گا اگر قرآن و سنت کے موافق ہے تو بہت بہتر ورنہ قابل رد ہے۔

دین اسلام

دین اسلام اول تا آخر انبیاء کا دین ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَسِرِينَ (آل

عمران: ۸۵)

جس نے اسلام کے علاوہ کوئی دین اختیار کیا تو وہ ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

یہ آیت عام ہے ہر زمانے اور ہر جگہ کے لیے نوح، ابراہیم، یعقوب، اسباط، موسیٰ، عیسیٰ اور حواریین ﷺ وغیرہ سب کا ایک ہی دین ہے جو اسلام ہے جس سے مراد اللہ کی عبادت ظاہری و باطنی طور پر بجالانا اور غیر کی کوئی بات (بطور شریعت) قبول نہ کرنا۔ دین سب کا ایک ہے البتہ شرائع مختلف

ہیں۔ اللہ اپنے رسول ﷺ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ،
 إِنَّهُمْ لَن يَغْنُؤُوا عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَإِنَّ الظَّالِمِينَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَاللَّهُ
 وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ (الحجرات: ۱۷-۱۹)

پھر ہم نے آپ (ﷺ) کو اس امر میں سے ایک شریعت پر پابند رکھا لہذا اس کی تابعداری
 کرتے رہیں اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کریں جو لاعلم و جاہل ہیں یہ لوگ اللہ کے
 ہاں آپ کی کفایت نہیں کر سکتے اور ظالم ایک دوسرے کے دوست ہیں اور اللہ متقیوں کا
 دوست ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ایمان کے حقائق اور اسلامی شریعت کے ساتھ مبعوث فرمایا اور آپ
 ﷺ نے ان کی تشریح ہمارے سامنے کر دی۔ اب اس آسمانی قوانین سے اعراض اور انسانوں کے
 بنائے ہوئے شیطانی جمہوری طاغوتی قوانین کی اتباع کفر اور ارتداد ہے اس لیے کہ آسمانی دین کو بشری
 قوانین کی خاطر چھوڑ دینا اللہ کے قوانین سے استہزاء کرنا ہے جو کہ رسوائی اور ذلت کا سبب ہے بلکہ نعت
 کی بہت بڑی ناشکری ہے۔ کفار کے وضع کردہ قوانین کو پسند کرنا، اپنانا اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور
 اس کی شریعت سے دشمنی و خیانت ہے اور اس کے بہت سے نقصانات بھی ہیں جن کا ذکر آگے چل کر
 ہوگا۔

اللہ کے قوانین کو بدلنا اور کفریہ قوانین کو پسند کرنا کفر ہے

اللہ کا فرمان ہے:

① وَذَرِ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَعِبًا وَلَهْوًا وَعَرَّتْهُمْ الدُّنْيَا (الانعام: ۷۰)

ان لوگوں کو رہنے دیں جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا رکھا ہے اور انہیں دنیاوی زندگی

نے دھوکے میں ڈالا ہے۔

② أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَلُوا نِعْمَتَ اللَّهِ كُفْرًا وَأَحَلُّوا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ جَهَنَّمَ

يَصَلُّونَهَا وَبَسَّ الْقَرَارِ (ابراہیم: ۲۹)

کیا آپ (ﷺ) نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ کی نعمت کو کفر سے بدل ڈالا اور اپنی قوم کو ہلاکت میں ڈال دیا جو کہ جہنم ہے جس میں یہ داخل ہوں گے اور وہ رہنے کے لیے بہت بری جگہ ہے۔

③ أَمْ لَهُمْ شُرَكَوَا شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ (الشوری: ۲۱)

کیا ان کے ایسے شریک ہیں جنہوں نے ان کے لیے شریعت بنا رکھی ہے جس کی اجازت اللہ نے نہیں دی۔

④ وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ

الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصَلِّهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَ ثَمَّ مَصِيرًا (النساء: ۱۱۵)

جس نے ہدایت واضح ہونے کے بعد رسول (ﷺ) کی مخالفت کی اور مومنوں کی راہ کو چھوڑ کر کسی اور راستے کو اختیار کر لیا، ہم اسے ادھر ہی پھیر دیں گے جدھر وہ پھرے گا اور اسے جہنم میں داخل کر دیں گے جو بہت برا ٹھکانہ ہے۔

⑤ وَمَنْ يُشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (الانفال: ۱۳)

جس نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اس کے لیے سخت عذاب ہے۔

⑥ إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ فِي الْأَذْذِينَ (المجادلة: ۲۰)

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے دشمنی کرتے ہیں یہ لوگ بہت ذلیل (اور کمتر) ہیں۔

⑦ أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّهُ مِنْ يُحَادِدِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأَنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا ذَلِكَ

الْحَزَىٰ الْعَظِيمُ (التوبة: ۶۳)

کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کی اس کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں یہ ہمیشہ رہیں گے یہ بہت بڑی رسوائی ہے۔

⑧ إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ (المائدة: ۳۳)

ان لوگوں کی سزا جو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد کرنے کی کوشش کرتے ہیں (سزا یہ ہے کہ) انہیں قتل کیا جائے یا سولی پر چڑھا دیا جائے یا ان کے مخالف ہاتھ پیر کاٹ دیے جائیں یا ملک بدر کیے جائیں۔ یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

جب یہ سزا ان لوگوں کے لیے ہے جو باغی ہوں اور امام کی اطاعت سے خارج ہوں تو ان مرتد حکام اور ان کے تابعداروں کا کیا حکم ہوگا جو اپنے خود ساختہ دستور اور رسم و رواج کے تابع ہیں یا جو یہود و نصاریٰ کے بنائے ہوئے قوانین کے تابع ہیں کیا یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بغاوت نہیں ہے۔

⑨ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمْنِيَكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ (الانفال: ۲۷)

ایمان والو، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ خیانت نہ کرو اور نہ ہی اپنی امانتوں میں خیانت کرو حالانکہ تم جانتے ہو۔

⑩ وَمَنْ يَعِشْ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نَقِيضٌ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ، وَإِنَّهُمْ لَيَصُدُّونَهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ مُهْتَدُونَ (الزخرف: ۳۶-۳۷)

اور جس نے رحمان کے ذکر (دین) سے آنکھیں بند کر لیں ہم اس کے پیچھے شیطان لگا دیتے ہیں جو اس کا ساتھی ہوتا ہے اور یہ راستے سے انہیں روکتے ہیں حالانکہ ان کا خیال ہے کہ یہ

ہدایت یافتہ ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتلایا ہے کہ جس کا ساتھی شیطان ہو وہ اسے گمراہ کرتا ہے اس لیے کہ اس نے قانون الہی سے روگردانی کی ہے اور بشری قوانین کو اپنایا ہوا ہے یہ اللہ کی طرف سے ایک عذاب ہے کہ اسے رحمان کے راستے سے روک کر شیطان کا ساتھی بنا دیا گیا ہے یہ بعد میں افسوس کرے گا کہ:

يَلَيْتَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِينُ (الزحرف: ۳۸)

کاش میرے اور تمہارے درمیان مشرق و مغرب جتنی دوری ہوتی یہ بہت برا ساتھی ہے۔

یہ آیت اس بات پر صریح دلیل ہے کہ جس نے اللہ کی وحی سے روگردانی کی وہ قیامت کے دن اسی طرح افسوس کرتا رہے گا۔

① وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ (الطلاق: ۱)

جس نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا وہ لوگ ظالم ہیں۔

② وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (البقرہ: ۲۲۹)

جس نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا اس نے خود پر ظلم کیا۔

③ وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكٰفِرُونَ (المائدہ: ۴۴)

جو اللہ کے نازل کردہ دین کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہ کافر ہیں۔

④ وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (المائدہ: ۴۵)

جو لوگ اللہ کے نازل کردہ دین کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہ ظالم ہیں۔

⑤ وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ (المائدہ: ۴۷)

جو اللہ کے نازل کردہ دین کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہ نافرمان فاسق ہیں۔

⑥ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أَنْزَلَ إِلَيْكَ وَمَا أَنْزَلَ مِنْ

قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحٰكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُ

الشَّيْطَانُ أَنْ يُضَلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا، وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَىٰ الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا (النساء: ۶۰)

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کا خیال ہے کہ وہ ایمان لائے ہیں اس پر جو آپ کی طرف نازل ہوئی ہے اور اس پر جو آپ سے پہلے نازل ہوئی اور چاہتے ہیں کہ فیصلہ طاعوت کے پاس لیجائیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ طاعوت کا انکار کریں اور شیطان چاہتا ہے کہ انہیں دور کی گمراہی میں ڈال دے۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس کی طرف جو اللہ نے نازل کیا ہے اور رسول ﷺ کی طرف تو آپ منافقین کو دیکھیں گے کہ آپ کے پاس آنے سے روکتے ہیں۔

اس آیت کے تحت محققین نے لکھا ہے کہ طاعوت ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جس کی وجہ سے بندہ اپنی حد سے تجاوز کر جائے چاہے (وہ چیز) معبود ہو یا متبوع یا جس کی اطاعت کی جاتی ہو۔ ہر قوم کا طاعوت وہ ہے جس کے پاس وہ اللہ و رسول ﷺ کو چھوڑ کر اپنے فیصلے لیجاتے ہوں۔ یا اللہ کو چھوڑ کر اس کی عبادت کرتے ہوں یا آنکھیں بند کر کے اس کی پیروی کرتے ہوں یا اس کی اطاعت کرتے ہوں ایسے امور میں کہ انہیں معلوم نہیں کہ یہ اللہ کی اطاعت ہے۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ اگر ہم دنیا کے طاعوتوں پر غور کریں اور لوگوں کی حالت دیکھیں تو ہمیں نظر آئے گا کہ اکثر لوگ اللہ کی عبادت سے منحرف اور طاعوت کی عبادت میں منہمک ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے نکل گئے ہیں اور طاعوت کی اطاعت میں مبتلا ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا راستہ نہیں اپنایا جو کہ کامیاب اور نجات یافتہ تھے بلکہ انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مخالفت کی ہے (اعلام الموقعین)

ہم سمجھتے ہیں کہ اگر مذکورہ آیت کے علاوہ اور کوئی توبیح و زجر کی آیت نہ بھی ہو تو کفر یہ قوانین کی اتباع کرنے والوں کے لیے یہی آیت کافی تھی بلکہ پورا قرآن ہی اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ اللہ کے

نازل کردہ دین کے مطابق فیصلے اور حکومت کرو اور غیر اللہ کے دین کو مت اپناؤ یہ دعوت کہیں صراحتاً ہے کہیں اشارۃً اسی قانون (الہی) کے نفاذ کے لیے مجاہدین جہاد میں مصروف ہیں تاکہ اللہ کا کلمہ بلند ہو۔

کفریہ قوانین، آئین یا جرگے سے فیصلے کروانا کفر ہے

① أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يَشْتَرُونَ الضَّلَالَةَ وَيُرِيدُونَ أَن تَضَلُّوا السَّبِيلَ (النساء: ٤٤)

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا حصہ دیا گیا وہ گمراہی خریدتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم بھی راہ سے بھٹک جاؤ۔

اس آیت میں کتاب اللہ سے مخالفت کو گمراہی قرار دیا گیا ہے لہذا معلوم ہوا کہ غیر اللہ کے پاس فیصلے لیجانا کفر اور گمراہی ہے۔

② أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُدْعُونَ إِلَى كِتَابِ اللَّهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلَّى فَرِيقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُونَ (آل عمران: ٢٣)

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا انہیں بلا یا جاتا ہے کتاب اللہ کی طرف کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے مگر ان میں سے پھر ایک گروہ منہ موڑ لیتا ہے اور یہ (فیصلے سے) انحراف کرنے والے ہیں۔

③ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَالطَّاعُوتِ (النساء: ٥١)

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا ہے وہ ایمان لاتے ہیں منقر اور طاعوت پر (یقین رکھتے ہیں ان پر)۔

آیت اس بات پر دلیل ہے کہ غیر اللہ کے پاس فیصلے لیجانا اس پر ایمان لانا ہے اور یہ اللہ کے

ساتھ کفر ہے۔

④ أَفَعَيْبِرَ اللَّهُ ابْتِغَىٰ حَكْمًا وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا وَالَّذِينَ اتَّيْنَهُمُ الْكِتَابَ يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مُنَزَّلٌ مِّن رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ (الانعام: ۱۱۴)

کیا اللہ کے علاوہ میں کوئی اور فیصلہ کرنے والا تلاش کروں (چاہوں) حالانکہ اللہ کی ذات تو وہ ہے جس نے تفصیلی کتاب نازل کی ہے اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ تیرے رب کی طرف سے حق کے ساتھ نازل ہوئی ہے آپ ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔

⑤ وَيَرَى الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ الَّذِي أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ هُوَ الْحَقُّ وَيَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ (اسبا: ۶)

وہ لوگ جنہیں علم دیا گیا ہے وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کی طرف جو کتاب نازل کی گئی ہے وہ حق ہے اور (اللہ) قابل تعریف غالب کی طرف راہ دکھاتی ہے۔

استدلال: ان دونوں آیتوں میں اللہ کی طرف سے نازل شدہ کو حق کہا گیا ہے اور فیصلے بھی اسی کی طرف لیجائے جائیں گے لہذا اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ یقینی طور پر باطل ہے۔

⑥ ﴿فَإِنْ لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾ (قصص: ۵۰)

اگر یہ لوگ آپ ﷺ کی بات کو قبول و تسلیم نہ کریں تو جان لیں کہ یہ لوگ اپنی خواہشات کی پیروی کر رہے ہیں اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو اللہ کی ہدایت کے بغیر اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے۔ اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا

استدلال: اس آیت میں دو چیزوں کا ذکر ہے تیسری کوئی نہیں:

① اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے قوانین کو قبول کرنا۔

② یا اپنی خواہشات کی پیروی کرنا۔ لہذا جو بھی قانون رسول ﷺ نہیں لائے اس کی

اجتاع خواہش کی پیروی ہے اور بے دینی ہے۔

④ يٰۤاٰدُوۤا۟ اٰنَا۟ جَعَلْنٰكَ خَلِيۡفَةً فِى۟ الْاَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ

الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنۢ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اِنَّ الَّذِيۡنَ يَظۡلُمُوۡنَ عَنۢ سَبِيۡلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ

شَدِيۡدٌ بِمَا نَسُوۡا يَوْمَ الْحِسَابِ (ص: ۲۶)

داؤد ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا ہے لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کیا کرو اور

خواہشات کی پیروی مت کرو ورنہ وہ تجھے اللہ کی راہ سے ہٹا دیں گے جو لوگ اللہ کی راہ سے گمراہ

کرتے ہیں ان کے لیے شدید عذاب ہے اس لیے کہ انہوں نے حساب کا دن بھلا دیا ہے۔

استدلال: اس آیت میں اللہ نے ذکر کیا ہے کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ حق (قرآن

وسنت) کے مطابق کیا جائے جو وحی ہے اور رسول پر نازل ہوئی ہے دوسری طرف خواہشات ہیں جو وحی

کے مخالف ہیں۔

⑧ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مَهْمِيۡمًا

عَلَيْهِ فَاحْكُم بَيْنَهُمۡ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعِۦٓ اَهۡوَآءَ هُمۡ عَمَّا۟ جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ

ہم نے آپ کی طرف کتاب نازل کی ہے حق کے ساتھ جو اپنے سے پہلے والی کتابوں کی

تصدیق کرتی ہے اور ان پر نگرانی ہے آپ لوگوں کے درمیان اللہ کے نازل کردہ کے مطابق

فیصلہ کریں اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں حق کو چھوڑ کر۔ (المائدہ: ۴۸)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اَهْوَاء هُمْ سے مراد ان کا راستہ ان کے احکام یعنی ان کے احکام کی

تابع داری نہ کریں۔

⑨ وَ اِنْ اَحْكُمُ بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللهُ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَاءَهُمْ وَ اَحْذَرُهُمْ اَنْ يَفْتِنُوْكَ عَنْ بَعْضِ مَا اَنْزَلَ اللهُ اِلَيْكَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُ اَنْمَّا يُرِيْدُ اللهُ اَنْ يُصِيبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ وَ اِنْ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ، اَفْحَكُمُ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْعُوْنَ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِّنَ اللهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُوْنَ (المائدة: ٤٩)

اور ان کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے نازل کیا ہے ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں ان سے محتاط رہیں کہ آپ کو ہٹانہ دیں بعض ان احکام سے جو اللہ نے آپ پر نازل کیے ہیں اگر یہ لوگ پھر جائیں تو جان لو کہ یہ چاہتے ہیں کہ ان کو ان کے بعض گناہوں کی سزا ملے اور اکثر لوگ نافرمان ہیں۔ کیا یہ لوگ جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں حالانکہ اللہ سے بہتر حکم کس کا ہے یقین کرنے والی قوم کے لیے۔؟

تنبیہ: اس آیت میں اللہ نے اپنے نبی کو حکم دیا ہے کہ اہل کتاب کے درمیان فیصلہ قانون الہی کے مطابق کیا کریں اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں اس لیے کہ خواہشات کی پیروی میں اللہ کے نازل کردہ دین کی مخالفت ہے پھر رسول ﷺ کو خبردار کیا گیا ہے کہ محتاط رہیں کہ کہیں یہ لوگ آپ کو اپنے خود ساختہ احکام کے فتنے میں نہ مبتلا کر دیں پھر فرماتا ہے کہ اگر یہ لوگ ما نزل اللہ سے روگردانی کریں اور کفریہ قانون، دستور و آئین کو پسند کریں تو اللہ انہیں مصائب میں گرفتار کر لے گا۔ جیسا کہ آج کے دور میں نام نہاد و کلمہ گو مسلمان مختلف مصائب کا شکار ہیں اس لیے کہ انہوں نے بھی ما نزل اللہ کو پس پشت ڈال دیا ہے اور کفریہ خود ساختہ قانون پر چل رہے ہیں۔

⑩ ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَاءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (الحجّية: ١٨)

پھر ہم نے آپ (ﷺ) کو دین کے واضح راستے پر لگا دیا ہے آپ اس پر چلتے رہیں اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کریں جو نہیں جانتے۔ یہ لوگ اللہ کے ہاں آپ کو کسی قسم کی

کفایت نہیں کر سکتے اور ظالم ایک دوسرے کے دوست ہیں اور اللہ متقیوں کا دوست ہے۔

① كِتَابٌ أَنْزَلَ إِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِي صَدْرِكَ حَرَجٌ مِنْهُ لِيُنذِرَ بِهِ وَذِكْرَى

لِلْمُؤْمِنِينَ (الاعراف: ۱-۲)

یہ کتاب جو آپ پر نازل کی گئی ہے آپ کے سینے میں اس سے تنگی نہیں ہونی چاہیے اس کے ذریعے سے آپ ڈرائیں اور مومنوں کے لیے نصیحت ہے۔

فائدہ: اس آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ اتباع اس قانون کی کی جائے جو اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہے اور اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ اس کے علاوہ یعنی غیر ما نزل اللہ کی پیروی کی جائے لہذا یہ آیت اس بات پر دلیل ہے کہ جس نے بھی غیر اللہ کے قانون کی پیروی کی تو اس نے اللہ کے علاوہ اوروں کو تحلیل و تحریم کے لائق جانا اور یہ کفر ہے۔

② يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ أُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا (النساء: ۵۹)

ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اور تم میں سے جو اولی الامر ہوں (حکمران) اگر تم آپس میں اختلاف کرو کسی چیز میں تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو یہ بہتر اور انجام کے لحاظ سے اچھا ہے۔

فائدہ: آیت میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اطیعوا کا لفظ رسول ﷺ کے ساتھ دوبارہ ذکر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ رسول ﷺ کی اطاعت مستقل واجب اطاعت ہے ان کی بات کو کتاب اللہ پر پیش کیے بغیر مطلقاً واجب اطاعت ہے اسی لیے رسول ﷺ نے فرمایا ہے: ((الانسی اوتیت القرآن ومثلہ معہ)) مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اسی طرح۔ جبکہ مجتہدین اور علماء کی اتباع رسول ﷺ کی اطاعت کی پیروی کی صورت میں تبعاً کی جاتی ہے کہ اگر ان کا

تو رسول ﷺ کے فرمان کے مطابق ہو تو قابل قبول ہے ورنہ رد کر دیا جائے گا جیسا کہ حدیث میں ہے: ((لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق)) خالق کی محصیت میں مخلوق کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔ دوسری جگہ آپ ﷺ فرماتے ہیں: اطاعت معروف میں ہے یعنی شرعی اطاعت کی جائے گی جس کا معنی یہ ہے کہ اگر کسی کی بات مانی جائے گی تو وہ شرع کے ماتحت ہوگی ورنہ نہیں۔

﴿۱۳﴾ لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ مِنْكُمْ لَئِذَا فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (النور: ۶۳)

(رسول ﷺ) کی پکار کو آپس کی پکار کی طرح مت ٹھہراؤ۔ اللہ ان لوگوں کو اچھی طرح جانتا ہے جو چپکے سے تم سے کھسک جاتے ہیں ان لوگوں کو ڈرنا چاہیے جو اس (رسول ﷺ) کی بات کی مخالفت کرتے ہیں کہ انہیں فتنہ یا دردناک عذاب پہنچ جائے گا۔

فائدہ: امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ امر سے مراد محمد ﷺ کا طریقہ، سنت اور شریعت ہے مطلب یہ کہ جس نے رسول ﷺ کی شریعت کے مطابق فیصلہ نہیں کیا تو قحط، مہنگائی، ظالم حکمران وغیرہ ان پر مسلط ہو جائیں گے جیسا کہ موجودہ دور میں مسلمانوں نے نبی ﷺ کی شریعت کو پس پشت ڈال رکھا ہے۔ اور آپ ﷺ کے قانون پر انگریز کے قوانین کو ترجیح دیتے ہیں اسی وجہ سے اللہ نے مسلمانوں کو ذلیل و رسوا کیا ہوا ہے اور کفار ان پر حکومت کر رہے ہیں اپنا قانون نافذ کر رہے ہیں۔

﴿۱۴﴾ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (النساء: ۶۵)

تیرے رب کی قسم (اے محمد ﷺ) یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے اختلافی امور میں آپ ﷺ کو فیصلہ کرنے والا تسلیم نہ کر لیں اور پھر آپ کے فیصلے سے اپنے دلوں میں تنگی محسوس نہ کریں۔ اسے ہمیشہ کے لیے تسلیم کر لیں۔

فائدہ: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نفس کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک یہ لوگ محمد ﷺ کے قانون کو اپنے تمام مسئلوں میں نافذ نہ کر دیں صرف فیصلہ نہیں بلکہ اس فیصلے سے دل میں تنگی بھی پیدا نہ ہونے دیں اور خوشدلی سے اس کو مان لیں تسلیم کر لیں۔ کیا موجودہ دور کے حکمران جو قوانین آئین اور دوسروں کے دستور کے تابع ہیں اور دوسروں کو بھی اس کی تابعداری پر مجبور کرتے ہیں کیا ان میں ایمان ہے؟ (یا ہو سکتا ہے؟)

⑮ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُمْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ

الْخَيْرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا (الاحزاب: ۳۷)

کسی مسلمان مرد یا عورت کے لیے جائز نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول (ﷺ) کوئی فیصلہ کریں اور پھر ان کا کوئی اختیار ہوا اپنے معاملے میں اور جو اللہ و رسول کی نافرمانی کرتا ہے وہ واضح گمراہی میں مبتلا ہے۔

اس آیت میں مومن مرد اور مومن عورتوں کو اللہ نے یہ خبر دی ہے کہ اللہ و رسول کی ایک شریعت ہے اس شریعت کے مقابل کسی کا قانون یا دستور تسلیم کرنا نہیں اگر کسی نے ایسا کیا تو یہ واضح گمراہی ہے چاہے لارڈ میکالے کا قانون ہو یا کسی اور کا۔

⑯ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدِمُوا بَيْنَ يَدَيْ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ

سَمِيعٌ عَلِيمٌ (الحجرات: ۱)

اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے آگے مت بڑھو اللہ سے ڈر جاؤ بے شک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

فائدہ: بے دین لوگ طاغوتی اور جمہوری قانون کو اللہ کے قانون پر مقدم کرتے ہیں اور پھر بھی کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ ((لاتقولوا خلاف الكتاب والسنة)) کتاب و سنت کے خلاف مت بولو۔ مجاہد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول ﷺ کے فیصلہ پر

کسی اور کا فیصلہ مت لاؤ۔

①٤ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ
بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا
تَشْعُرُونَ (الحجرات: ٢)

ایمان والو اپنی آوازیں رسول (ﷺ) کی آواز سے بلند مت کرو اور آپ (ﷺ) کے سامنے
اس طرح اونچی آواز میں مت بولا کرو جیسا کہ آپس میں بولتے ہو تمہارے اعمال برباد
ہو جائیں گے اور تمہیں معلوم بھی نہ ہوگا۔

اہم تنبیہ: کوئی بھی صاحب عقل اگر اس آیت پر غور کر لے کہ جب رسول ﷺ کی آواز
سے اپنی آواز کو بلند رکھنا اعمال کی بربادی کا سبب ہے تو کیا کفر اور انگریز کے قانون یا جرگہ یا سیاست یا
لوگوں کے خود ساختہ قوانین کو رسول ﷺ کے قوانین پر مقدم کرنا اعمال کی بربادی کا سبب نہیں ہے؟
جبکہ موجودہ حکمران جان بوجھ کر یہ کام کر رہے ہیں کبھی کہتے ہیں دین اسلام ظلم کا دین ہے۔ یہ لوگ
اسلام کو مکمل دین اور قانون نہیں مانتے ان بے دین لوگوں کے کفر اور ان کے اعمال کی بربادی کا یہی
سبب ہے۔

①٥ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ اتَّبَعُوا مَا أَسْخَطَ اللَّهُ وَكَرَهُوا رِضْوَانَهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ

(محمد: ٢٨)

یہ اس لیے ہے کہ انہوں نے اللہ کے نازل کردہ دین سے نفرت کی تو اس نے ان کے اعمال
برباد کر دیے۔

فائدہ: موجودہ دور کے وکیل، جج اور نام نہاد قاضی، مفتی اور سیاستدان اس آیت پر غور کر لیں کہ کیا
یہ لوگ ایسے قانون کی تابعداری کر رہے ہیں جو اللہ کے غصے کا سبب ہے؟ یہ لوگ اللہ کے نازل کردہ
دین سے نفرت کرتے ہیں یا نہیں؟ بلکہ اللہ کے نازل کردہ دین کا مذاق اڑاتے ہیں یا نہیں؟ کیا ان کے

اعمال برباد نہیں؟ اس آیت کی رو سے یہ مرتد ہیں یا نہیں؟

﴿۲۰﴾ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ

لَمْ يَذْهَبُوا حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ (النور: ۶۲)

بے شک مومن وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان لائے اور جب اس کے ساتھ کسی اجتماعی کام میں ہوتے ہیں تو آپ (ﷺ) کی اجازت کے بغیر نہیں جاتے۔

فائدہ: اس آیت میں یہ بتلایا گیا ہے کہ دوسرے قانون کی طرف صرف رسول (ﷺ) کی اجازت سے جایا جاسکتا ہے۔ کیا وہ لوگ جو کفریہ قوانین کے پاس اپنے فیصلے لجاتے ہیں یا وہ حکمران، وکیل اور قاضی جو لوگوں کے درمیان فیصلے کفریہ قوانین کے مطابق کرتے ہیں کیا ان لوگوں کا ایمان باقی رہا ہے؟

﴿۲۱﴾ وَيَقُولُونَ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالرَّسُولِ وَأَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ مِّنْ بَعْدِ ذَلِكَ

وَمَا أَوْلَيْكَ بِالْمُؤْمِنِينَ، وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُونَ (النور: ۴۷-۴۸)

یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان لائے اور ہم نے اطاعت کی پھر اس کے بعد ان میں سے ایک گروہ پھر جاتا ہے اور یہ لوگ مومن نہیں ہیں اور جب انہیں اللہ و رسول (ﷺ) کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کریں تو ان میں سے ایک گروہ اعراض کرتا ہے۔

﴿۲۲﴾ وَاتَّبِعُوا أَحْسَنَ مَا أُنزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً

وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ (الزمر: ۵۵)

اور تا بعداری کرو اس بہتر (دین) کی جو تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آجائے اور تمہیں احساس بھی نہ ہو۔

وضاحت: اس آیت میں ہمیں اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ اس دین کی اتباع کریں جو بہتر ہے اور رب کی طرف سے نازل شدہ ہے یعنی قانون الہی۔ امر و جوہ کے لیے ہوتا ہے اب جو لوگ جان بوجھ کر اس کے مقابل کفریہ قانون لوگوں پر نافذ کرتے ہیں کیا وہ مسلمان ہیں؟ (مسلمان کہلا سکتے ہیں؟)

﴿۴۳﴾ وَ هَذَا ذِكْرٌ مُّبْرَكٌ أَنْزَلْنَاهُ أَفَأَنْتُمْ لَهُ مُنْكَرُونَ (الانبیاء: ۵۰)

یہ مبارک ذکر ہے جسے ہم نے نازل کیا کیا تم اسے اجنبی سمجھتے ہو؟۔

﴿۴۴﴾ قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَ الرَّسُولَ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِينَ

(آل عمران: ۳۲)

کہہ دو کہ اللہ اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو اگر یہ پھر جائیں تو اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔
فائدہ: اس آیت میں اللہ نے ہمیں خبردار کیا ہے کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کے قانون سے روگردانی کرتے ہیں اور اپنے رسم و رواج آئین اور وضعی کفریہ قانون کو پسند کرتے ہیں یہ کفر ہے کیا اب بھی ان مرتدوں کے ارتداد میں شک باقی رہتا ہے؟

﴿۴۵﴾ وَ مَا اتَّكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَ مَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَ اتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ

شَدِيدُ الْعِقَابِ (الحشر: ۷)

اور جو کچھ تمہیں رسول (ﷺ) دے دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ اور اللہ سے ڈر جاؤ بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

خلاصہ: یہ مختصر سا نمونہ تھا اور نہ اس طرح کی بہت سی آیات ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ (ﷺ) کے علاوہ کوئی اور قانون بنانا اسے پسند کرنا اسے لوگوں پر نافذ کرنا اس کے پاس فیصلے لیجانا کفر، ارتداد، ظلم، فسق، گمراہی اور دردناک عذاب کا سبب ہے۔

نصیحت: جو لوگ کفر اور اس کے قانون کو ترقی کا ذریعہ سمجھتے ہیں میں انہیں بتانا چاہتا ہوں کہ کفار کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے ان کے لیے صرف یہ دنیا ہے اس لیے کہ ان کی مثال چوپایوں

کی سی ہے بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں لہذا میری درخواست ہے کہ اپنے اندر اللہ کا خوف پیدا کریں اور ان کفار کی تقلید سے گریز کریں اور جو دین اللہ نے محمد ﷺ کے ذریعے ہمیں دیا ہے اس کی مخالفت سے اجتناب کریں اس لیے کہ اس کی مخالفت میں ہلاکت اور بربادی ہے لہذا خود کو اس سے بچائیں مخالفت سے گویا یہ ثابت ہوتا ہے کہ شریعت میں ہر مسئلے کا حکم نہیں ہے یہ کفار کا غلط خیال ہے اور اللہ پر بہت بڑا بہتان ہے ورنہ دنیا کے ہر مسئلے کا حل قرآن و سنت میں حل موجود ہے اس لیے کہ یہ ﴿تَبَيَّنَا لِكُلِّ شَيْءٍ﴾ ہے ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے جس کا حل قرآن و سنت نے نہ پیش کیا ہو یہ ایسا دین ہے جو ہر جگہ اور ہر دور کے لیے کافی ہے۔

قانون کے لحاظ سے قرآن و سنت مکمل ہیں

① الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ

الْإِسْلَامَ دِينًا (المائدة: ۳)

آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین کے طور پر پسند کر لیا (چن لیا)۔

② مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ

وَّهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ (يوسف: ۱۱)

یہ قرآن اپنی طرف سے بنائی گئی کوئی بات نہیں ہے بلکہ یہ اپنے سے ما قبل کی تصدیق کے لیے نازل کیا گیا ہے اور ہر چیز کی وضاحت، ہدایت اور رحمت ہے مومن قوم کے لیے۔

فائدہ: جب قرآن مجید ہر چیز میں فیصلہ کن تفصیل دیتا ہے تو کیا آئین، دستور اور کفریہ قوانین کی ضرورت باقی رہتی ہے؟

③ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تَبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ

لِلْمُسْلِمِينَ (النحل: ۸۹)

اور ہم نے آپ (ﷺ) پر کتاب نازل کی ہے ہر چیز کی وضاحت کرنے کے لیے اور رحمت و خوشخبری ہے مسلمانوں کے لیے۔

④ أَوْ لَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَى عَلَيْهِمْ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَرَحْمَةً وَذِكْرًا لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ (العنكبوت: ۵۱)

کیا ان کے لیے کافی نہیں کہ ہم نے آپ (ﷺ) پر کتاب نازل کی ہے جو ان پر پڑھی جاتی ہے اس میں رحمت اور نصیحت ہے ایمان لانے والی قوم کے لیے۔

فائدہ: آیت میں ان لوگوں کے لیے سخت وعید ہے جو قرآن کو دستور اور قانون نہیں مانتے یا اسے کافی نہیں سمجھتے۔

⑤ كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِينَ مُبَشِّرِينَ وَنَذِيرِينَ وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِي مَا اخْتَلَفُوا فِيهِ (البقرة: ۲۱۳)

لوگ ایک گروہ تھے پس اللہ نے نبی بھیجے خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے اور ان کے ساتھ کتاب نازل کی تاکہ وہ لوگوں کے اختلافی مسائل کا فیصلہ کرے۔

⑥ وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ذَلِكَُمُ اللَّهُ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ (شوری: ۱۰)

اور جس چیز میں بھی تم اختلاف کرو تو اس کا حکم (فیصلہ) اللہ کے پاس لیجاؤ۔ یہی اللہ میرا رب ہے اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

⑦ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا (النساء: ۵۹)

اگر تم کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ

اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔

فائدہ: مفسرین کہتے ہیں: اللہ کی طرف لوٹانے کا مطلب ہے کہ کتاب اللہ اور رسول ﷺ کی طرف لوٹانے سے مراد آپ ﷺ کی زندگی میں آپ ﷺ کی ذات تھی اور آپ ﷺ کے انتقال کے بعد آپ ﷺ کی سنت ہے آپ ﷺ کے اقوال، افعال اور تقریرات ہیں یہ دلیل ہے اس بات کی کہ اگر کوئی تنازعہ و اختلاف ہوگا تو اسے اللہ کے قانون کی طرف لوٹایا جائے گا اور آخر میں یہ شرط لگائی گئی ہے کہ اگر تمہارا اللہ اور آخرت پر ایمان ہو تو تنازعات کے فیصلے قانون الہی کے مطابق کیا کرو اور اگر ایمان نہیں ہے تو کفریہ قوانین کے مطابق فیصلے کرتے رہو۔

⑧ وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ وَهُدًى وَ

رَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ (النحل: ۶۴)

ہم نے آپ (ﷺ) پر کتاب صرف اس لیے نازل کی ہے تاکہ آپ (ﷺ) ان لوگوں کے لیے ان کے اختلافی مسائل کی وضاحت کریں اور یہ ہدایت و رحمت ہے ایمان لانے والی قوم کے لیے۔

خلاصہ

اس بارے میں بہت سی آیات ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ قانون ہونے کی حیثیت سے مکمل اور کافی ہیں کسی اور قانون، دستور اور آئین کے پاس فیصلہ لیجانا کفر ہے۔

مقننین (قانون بنانے والے) اور ان کی صفات

جب ہم اللہ کا معنی جان لیں گے تو ہمیں یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ قانون بنانا صرف اللہ کی خصوصیت اور صفت ہے (حق ہے)۔

اللہ: امام ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ: اسے کہا جاتا ہے جس کی اطاعت کی جاتی ہے اس کے ڈر، بزرگی، محبت، خوف، توکل، اس سے سوال کرنے اس سے دعائیں مانگنے اور امید رکھنے کی وجہ سے اس کی محصیت نہیں کی جاتی۔ (اور یہ تمام صفات صرف اللہ میں پائی جاتی ہیں) لہذا اللہ کے علاوہ کوئی اس کے لائق نہیں کہ اسے اللہ کی ان خصوصیات میں شریک کیا جائے اگر کوئی ایسا کرے گا تو یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ اس نے ”لا الہ الا اللہ“ اخلاص کے ساتھ نہیں پڑھا اور اس میں مخلوق کی عبودیت پائی جاتی ہے۔ (قرة العيون الموحدين: ۲۵، والكفر بالطاغوت: ۲۳)

اللہ تعالیٰ کی خصوصیات

پہلی خصوصیت اللہ کی یہ ہے کہ فیصلہ صرف اسی کا مانا جائے گا۔
اللہ کا فرمان ہے:

① أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ (الاعراف: ۵۴)

پیدا کرنا اور حکم کرنا اللہ کے اختیار میں ہے بابرکت ہے وہ جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔

② إِنْ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ يَقْضُ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفَاصِلِينَ (الانعام: ۵۷)

حکم صرف اللہ کا ہے وہ حق بیان کرتا ہے اور بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

③ إِنْ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ (يوسف: ۴۰)

حکم صرف اللہ کا ہے اس کا حکم ہے کہ صرف اسی کی عبادت کرو۔

④ أَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ أَسْرَعُ الْحَاسِبِينَ (الانعام: ۶۲)

اسی کے پاس اختیار ہے اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

⑤ وَلَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا (الكهف: ۲۶)

وہ اپنے اختیار میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔

⑥ وَهُوَ أَحْكَمُ الْحَاكِمِينَ ، خَيْرُ الْحَاكِمِينَ (ہود: ۴۵، یوسف: ۶۴)

وہ بہتر فیصلہ کرنے والا ہے، سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

⑦ وَاللَّهُ يُقْضَىٰ بِالْحَقِّ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِهِ لَا يَقْضُونَ بِشَيْءٍ إِنَّ اللَّهَ هُوَ

السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (غافر: ۲۰)

اور اللہ حق کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے اور جن کو یہ لوگ اللہ کے علاوہ پکارتے ہیں وہ کسی چیز کا فیصلہ نہیں کر سکتے۔ اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

دوسری صفت: ﴿يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ﴾ (مومن: ۱۹) ﴿وہ آنکھوں کی خیانت

اور سینوں میں چھپی باتوں کو جانتا ہے، ان کے علاوہ بھی اللہ کی صفات ہیں ہم نے اختصار سے کام لیا ہے ان صفات میں سے ایک صفت شریعت بنانا بھی ہے اس لیے اس کی شریعت مکمل طور پر خیر، رحمت، عدل، حکمت اور دنیا و آخرت کی مصلحت پر مبنی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

أَوْ مَن كَانَ مِئًا فَآحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَّمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَن مَّثَلُهُ فِي

الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا كَذَلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (الانعام: ۱۲۲)

جو مردہ ہو اور ہم نے اسے زندہ کیا اس کے لیے نور فراہم کیا جس کی روشنی میں وہ چلتا ہے لوگوں میں کیا یہ اس شخص کی طرح ہے جو اندھیروں میں ہے ان سے نکل نہیں سکتا اسی طرح کافروں کے لیے ان کے اعمال مزین کیے گئے ہیں۔

اس آیت میں اللہ نے شریعت کو نور، رحمت، شفاء اور ہدایت کہا ہے۔ مذکورہ صفات شریعت بنانے والے کی ہیں کیا ان مرتد، طاغوتی، نجس لوگوں کی جو اساسی قانون اور کفریہ آئین بناتے ہیں ان میں یہ صفات ہیں؟ یا یہ لوگ ان صفات کے مستحق ہیں؟

شریعت محمدی ﷺ چھ (6) مصلحتوں کی محافظ ہے

کفری قانون یا آئین یا کوئی اور دستور انسانوں کی ایک مصلحت کو بھی پورا نہیں کر سکتا جبکہ شریعت محمدی ﷺ چھ مصلحتوں کی حفاظت کے لیے آئی ہے اور ان کی حفاظت کرتی ہے۔

① حفظ دین: دین کی حفاظت شریعت سے ہوتی ہے اسی لیے ہر مسلمان پر شریعت کا علم فرض کیا گیا ہے عام مسلمان پر فرض کفایہ ہے۔

① عام لوگوں کے لیے مسائل و مشکلات میں علماء سے رجوع کرنا ہے۔

② مسلمانوں کے لیے ایک خلیفہ کا تقرر تاکہ وہ شرعی احکام نافذ کرے خلیفہ کا پہلا فرض اور ذمہ داری یہ ہے کہ وہ دین کی حفاظت کرے اور اسے اصول و قواعد پر قائم رکھے۔

③ اسلام کی طرف دعوت دینا۔

④ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ذمہ داری ادا کرنا۔

⑤ جہاد فی سبیل اللہ جو کہ کفار کے ساتھ دفاعی یا طلبی قتال کا نام ہے اسے قائم کرنا اور یا ولاء و براء کے قواعد کا خیال کرنا کہ کوئی کافر، منافق اور بدعتی عام مسلمانوں کے ساتھ خلط ہو کر ان کا دین خراب نہ کرے۔

⑥ مرتد اور بے دین کو سزا دینا۔

② حفظ نفس: ایک اور اہم مصلحت جو کہ حفظ نفس ہے شریعت اس کا بھی تحفظ کرتی ہے۔ حفظ نفس کے لیے شریعت نے مندرجہ ذیل احکام دیے ہیں۔

① قتل عمد میں قصاص کو مشروع قرار دیا ہے۔ ﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ﴾

(البقرة: ۱۷۹) تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے۔

② قتل خطا میں دیت کو مشروع کیا۔

③ حملہ آور دشمن سے دفاع کرنا۔

④ امراض کا علاج کرنا اور خودکشی کو حرام قرار دینا۔

⑤ ہر وہ چیز جو صحت کے لیے مضر ہے اسے حرام قرار دینا اور گندگی کھانے والے جانوروں کو حرام قرار دینا اس لیے کہ یہ صحت کے لیے مضر ہے۔

③ حفظِ عقل: شریعت محمدی ﷺ عقل کی بھی مکمل طور پر حفاظت کرتی ہے مثلاً شراب اور ہر قسم کی نشہ آور اشیاء کو حرام قرار دینا اس لیے کہ یہ جسم کے ساتھ عقل کو بھی خراب کرتی ہیں اس لیے شراب پینے والے پر حد جاری کی جاتی ہے اور شراب بنانے والے فروخت کرنے والے پینے والے سب ملعون قرار دیے گئے ہیں اس لیے یہ شراب پینے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ خلاصہ کلام کہ جس کو جو بھی چیز نقصان دیتی ہے شریعت نے اسے حرام قرار دیا ہے۔

④ نسب (نسل) کی حفاظت: شریعت محمدی ﷺ نسب کی حفاظت کرتی ہے جبکہ طاغوتی اور کفری آئین نسب ختم کرنے والا ہے۔ نسب کی حفاظت کے لیے شریعت نے زنا حرام قرار دیا ہے اور اس کے لیے حد مقرر کی ہے (سزا رکھی ہے) بلکہ زنا تک جانے والے ذرائع پر بھی پابندی لگائی ہے اس لیے شریعت نے شادی کی ترغیب دی ہے تاکہ لوگ زنا سے محفوظ رہیں اور نسب کی حفاظت ہو۔ عورتوں کے لیے بلند آواز منع ہے اور حجاب کا حکم ہے جبکہ مردوں کو بلا اجازت کسی کے ہاں جانے کی ممانعت ہے۔ غیر محرم عورت کے ساتھ تنہائی میں رہنے پر پابندی لگائی ہے (مطلقہ بیوہ) عورت پر عدت لازم کی ہے تاکہ بچے مشکوک قرار نہ پائیں کہ کون سے شوہر کے ہیں۔ جاہلیت کے دور میں عورتوں کے لیے عدت نہیں تھی جس طرح آج کل طاغوتی و جمہوری قوانین میں نہیں ہے۔

⑤ عزت کی حفاظت: شریعت محمدی ﷺ عزت و آبرو کی بھی حفاظت کرتی ہے۔ اسی لیے کسی پر زنا کی تہمت لگانے والا اگر چار گواہ نہ لاسکے تو اس پر قذف کی حد لگائی جائے گی۔ غیبت اور غلط القاب استعمال کرنے سے منع کیا گیا ہے یہ سب عزت کی حفاظت کے لیے ہے۔ حدیث میں آتا ہے تہمت

والی جگہوں سے دور رہا کرو یہ سب احکام عزت کی حفاظت کے لیے ہیں۔

⑥ مال کی حفاظت: شریعت محمدی ﷺ مال کی حفاظت کرتی ہے اس لیے چوری حرام قرار دی گئی ہے اور چور کو ہاتھ کاٹنے کی سزا دی جاتی ہے۔ سود کو حرام قرار دیا ہے اس لیے کہ اس کے ذریعے دوسروں کا مال باطل طریقے سے کھایا جاتا ہے۔ خرید و فروخت میں دھوکہ دینا بھی حرام کیا گیا ہے۔ اسی طرح غصب۔ حرام طریقے سے کمائی ممنوع قرار دی گئی ہے۔ اور زکوٰۃ فرض ہے تاکہ ضرورت مند لوگ دوسروں کا مال غیر شرعی طریقہ پر لینے کی کوشش نہ کریں۔

خلاصہ

شریعت محمدی ﷺ دنیا و آخرت کے فائدے کے لیے اللہ نے نازل کی ہے لہذا یہ قیامت تک رہے گی۔ موجودہ دور کے مرتد حکمران اور طاغوتی و جمہوری سیاستدان جو دین اسلام کو ناقص کہتے ہیں کیا ان کے کفری قوانین میں ان چھ چیزوں کی حفاظت ہے؟ بلکہ ان کا نظام تو فساد، خرابی، ظلم، بربریت، جنگی اور مصائب سے پُر ہے دشمنی۔ عداوت اور ہلاکت کا نظام ہے ان مفاسد کا ذکر آگے چل کر آئے گا۔ طاغوتی نظام اسمبلی میں جانے اور جمہوریت کے کفر پر دلائل دینے سے پہلے طاغوت کی پہچان کرانی ضروری ہے کہ طاغوت کس کو کہتے ہیں اور اس کے مددگاروں کا کیا حکم ہے۔

طاغوت کا معنی اور اس کے مددگاروں کی پہچان

یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ کسی مومن کا ایمان اس وقت تک صحیح نہیں ہو سکتا جب تک وہ طاغوت کا انکار نہ کر دے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ﴾ (البقرة: ۲۵۶) ”جس نے طاغوت کا انکار کیا اور اللہ پر ایمان لایا اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا۔“ یہ آیت لا الہ الا اللہ کی نفی و اثبات کی تفسیر ہے نفی کا معنی یہ ہے کہ ماسویٰ اللہ ہر چیز سے الوہیت کی نفی کرنا غیر اللہ کی عبادت کو باطل سمجھنا اس سے نفرت کرنا اور غیر اللہ کی عبادت کرنے

والوں کو کافر سمجھنا ان سے دشمنی رکھنا یہ ہے کفر باطاغوت کا معنی، اور اثبات کا معنی یہ ہے کہ الوہیت صرف ایک اللہ کے ثابت ماننا عبادت کی تمام اقسام کو صرف اللہ کے لیے ماننا، ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جس نے بھی بتوں اور شریکوں اور جن کی بھی اللہ کے علاوہ عبادت کی جاتی ہے ان سب کو چھوڑ دیا اور اللہ ایک کو جانا اور لا الہ الا اللہ کی گواہی دی تو اس نے مضبوط کڑا تھام لیا یعنی وہ اپنے (دین کے) معاملے میں ثابت قدم رہا اور صراط مستقیم پر قائم رہا۔ طاغوت کا معنی ہے مضبوط و طاقتور شیطان اور یہ ہر برائی کو شامل ہے جو جاہلیت میں تھا یعنی بتوں کی عبادت ان کے پاس فیصلے لیجانا اور ان سے مدد مانگنا وغیرہ۔ (ابن کثیر: ۱/۳۱۱)

مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں: طاغوت کہتے ہیں انسان کی شکل میں شیطان کو جس کے پاس لوگ فیصلے لیجاتے ہیں اور وہ ان کا صاحب معاملہ (حکمران) ہو۔ (الجامع: ۲/۵۹۲)

یعنی انسان کی صورت میں جب شیطان ہوتا ہے تو لوگ اس کے پاس فیصلے لیجاتے ہیں اور وہ ان کا سردار یا سربراہ ہوتا ہے۔

فائدہ: مجاہد رحمہ اللہ کی تفسیر کے مطابق آج کل تمام جمہوری، طاغوتی اور کفری قانون ساز اس کا بہتر مصداق ہیں۔

الْمَ تَرِ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ (النساء: ۶۰)

کیا آپ (ﷺ) نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کا دعویٰ ہے کہ وہ آپ (ﷺ) اور آپ (ﷺ) سے قبل نازل ہونے والے پر ایمان لائے ہیں اور چاہتے ہیں کہ فیصلہ طاغوت کے پاس لیجائیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ طاغوت کا انکار کریں۔

اس آیت کی تفسیر میں ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: آیت عام ہے یہ ہر اس شخص کی مذمت کرتی ہے جو کتاب و سنت کے بجائے کسی اور کے پاس فیصلے لیجاتا ہے جو کہ باطل ہوتا ہے اور یہاں طاغوت سے

مراد یہی ہے۔ (ابن کثیر: ۱/۵۱۹)

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: طاعوت ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے بندہ اپنے حد سے تجاوز کر جائے چاہے اس چیز کو معبود بنا دیا جائے متبوع یا مطاع۔ ہر قوم کا طاعوت وہ ہے جس کے پاس وہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر فیصلے لیجاتے ہیں یا اللہ کے علاوہ اس کی عبادت کرتے ہیں یا اللہ کے ہاں سے کسی بصیرت کے بغیر اس کی اطاعت کرتے ہیں یا اس کی اطاعت ان امور میں کرتے ہیں کہ وہ نہیں جانتے کہ یہ اللہ کی اطاعت ہے تو یہ ہیں دنیا کے طاعوت جب تم ان میں اور لوگوں کی حالت میں غور کرو گے تو انہیں پاؤ گے کہ اکثر لوگ اللہ کی عبادت کو چھوڑ کر طاعوت کی عبادت کی طرف جا چکے ہیں اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے طاعوت کے پاس فیصلے لیجاتے ہیں اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو چھوڑ کر طاعوت کی اطاعت کرتے ہیں۔ (اعلام الموقعین: ۱/۵۰)

طواغیت کی اقسام

طواغیت کی اقسام تو بہت ہیں مگر ان میں بڑے طاعوت پانچ ہیں:

① **شیطان:** جو کہ غیر اللہ کی طرف دعوت دیتا ہے یعنی اپنی عبادت کی طرف۔ اس پر دلیل یہ آیت ہے: ﴿الْمَ أَعْهَدَ إِلَيْكُمْ بَيْنِي أَدَمَ أَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ﴾ (یس: ۶۰) ”اے بنی آدم کیا میں نے تمہیں حکم نہیں دیا تھا کہ شیطان کی عبادت مت کرو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔“

② **ظالم حکمران:** وہ ظالم حکمران جو اللہ کے احکام کو تبدیل کرتے ہیں۔

دلیل:

الْمَ تَرَى إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أَنْزَلَ إِلَيْكَ وَمَا أَنْزَلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ (النساء: ۶۰)

کیا آپ (ﷺ) نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کا دعویٰ ہے کہ وہ آپ (ﷺ) اور آپ (ﷺ) سے قبل نازل ہونے والے پر ایمان لائے ہیں اور چاہتے ہیں کہ فیصلہ طاعت کے پاس یجائیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ طاعت کا انکار کریں۔

③ جو شخص اللہ کے نازل کردہ دین کے بجائے کسی اور طریقے پر فیصلہ کرتا ہے:

وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ (المائدہ: ۴۴)

جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہ لوگ کافر ہیں۔

④ ﴿عِلْمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ فَإِنَّهُ

يَسْأَلُكَ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا﴾ (الحج: ۲۶-۲۷) ”(وہ اللہ) غیب کا علم رکھتا ہے وہ

غیب کی خبر کسی کو نہیں دیتا مگر اپنے رسولوں میں سے جسے پسند کرے وہ چلاتا ہے اس کے آگے پیچھے

نگران و محافظ۔“

⑤ وہ شخص جس کی عبادت کی جائے اور وہ اس پر راضی و خوش ہو:

وَمَنْ يَقُلْ مِنْهُمْ إِنِّي إِلَهٌ مِّنْ دُونِهِ فَلِذَاكَ نَجْزِيهِ جَهَنَّمَ كَذَٰلِكَ نَجْزِي

الظَّالِمِينَ (الانبیاء: ۲۹)

اور جو ان میں سے کہتا ہے کہ میں اللہ کے علاوہ الہ ہوں تو اس کو ہم جہنم کی سزا دیں گے اسی

طرح ہم ظالموں کو سزا دیتے ہیں۔

شیخ محمد حامد الفتی رحمۃ اللہ علیہ طاعت کی تعریف یوں کرتے ہیں: سلف کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ: ”طاعت

ہر وہ چیز ہے جو بندے کو روکے اور پھیر دے اللہ کی عبادت سے دینی اخلاص اور اللہ و رسول ﷺ کی

اطاعت سے چاہے یہ جنات میں سے شیطان ہوں یا انسان، درخت یا پتھر وغیرہ سے یقینی طور پر اس

میں وہ فیصلے بھی شامل ہیں جو ان قوانین کے مطابق کیے جاتے ہیں جن کا اسلام اور شریعت سے تعلق

نہیں ہے انسان کے بنائے ہوئے تمام قوانین بھی اس میں شامل ہیں جن کے ذریعے جانوں، مالوں

اور عزتوں کے فیصلے کیے جاتے ہیں جیسے حدود کا قیام، سود، زنا، شراب وغیرہ کی حرمت کے احکام کو باطل کیا جاتا ہے۔ کہ انسانی قوانین نے ان مذکورہ ممنوعہ اشیاء کو جائز قرار دیدیا ہے بلکہ ان کے تحفظ کا ذمہ لیا ہے یہ قوانین اور ان کو نافذ کرنے والے دونوں طاغوت ہیں اور ان کی ترویج کرنے والی ہر وہ کتاب جسے انسانی عقل نے اس لیے وضع کی ہوتا کہ رسول ﷺ کے لائے ہوئے حق سے اس کے ذریعے پھیرا جاسکے چاہے یہ کام قصداً کیا گیا ہو یا بغیر قصد کے اس کو وضع کرنے والا طاغوت ہے۔ (فتح المجید ص: ۲۷۸ کا حاشیہ)

خلاصہ

کتاب وسنت کے نصوص میں جب غور کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ طاغوت کی دو قسمیں ہیں باقی قسمیں ان دو میں داخل ہیں:

① طاغوت عبادت

② طاغوت حکم

طاغوت عبادت: اس کا ذکر قرآن مجید میں متعدد مقام پر آیا ہے:

وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ أَنْ يَعْبُدُوهَا (الزمر: ۱۷)

وہ لوگ جو طاغوت کی عبادت سے اجتناب کرتے ہیں۔

اس میں انسان و شیطان، زندہ مردہ، حیوان جمادات، پتھر درخت، ستارے سب شامل ہیں جن کی عبادت کی جاتی ہے۔ طاغوت تو وہی ہے جس کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جائے مگر اس کے ساتھ ایک قید لگانا ضروری ہے وہ یہ کہ وہ اس عبادت سے راضی ہوتا کہ عیسیٰ ﷺ یا دیگر انبیاء ﷺ جن کی عبادت کی گئی یا فرشتے اور صالحین اس میں سے نکل جائیں اس لیے کہ وہ اپنی عبادت پر راضی نہیں ہوتے۔

طاغوت حکم: اس کا ذکر بھی بہت سی آیات میں آیا ہے: ﴿بُرِيدُونَ أَنْ يُتَحَاكَمُوا إِلَىٰ

الطَّاعُونَ ﴿۱﴾ ”یہ چاہتے ہیں کہ فیصلہ طاعوت کے پاس لیجائیں۔“ یہاں طاعوت اللہ کے علاوہ ہر چیز ہے جو اللہ کے دین کے علاوہ کسی اور طریقے پر فیصلہ کرتا ہو چاہے وہ قاضی ہو، دستور ہو، لوگوں کا بنایا ہوا قانون ہو یا حکمران ہو سب اس میں شامل ہیں۔ مشہور فتاویٰ اللجنتۃ الدائمۃ نے بھی طاعوت کا یہی معنی کیا ہے: ”آیت میں مذکور طاعوت سے مراد ہر وہ چیز ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ سے پھیر کر فیصلہ کسی اور کی طرف لیجائے چاہے وہ نظام ہو قانون ہو، رسم و رواج اور عادات و تقالید ہوں یا قبائل کے سردار ہوں کہ لوگوں کے درمیان ان مذکورہ طریقوں میں سے کسی کے مطابق فیصلہ کیا جاتا ہو۔ یا جماعت کے امیر و پارٹی کے سربراہ یا کاہن کی رائے کو فیصلہ کن مانا جاتا ہو۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ نظام جو اس لیے وضع کیا گیا ہو کہ وہ اللہ کی شریعت کے مقابل ہو اور اس کے پاس فیصلے لیجائے جاتے ہوں سب طاعوت کے معنی میں شامل ہیں۔“ (فتاویٰ اللجنة الدائمة: ۱/ ۵۴۲)

خلاصہ

جب یہ ثابت ہو گیا کہ طاعوت ہر وہ چیز ہے جس کے پاس فیصلے لیجاتے ہوں مثلاً تھانہ، تحصیل، جگہ، زعماء، تنظیم کے سربراہ، قانون کے ماہرین، جمہوری قانون اور دستور جب ان میں قرآن و سنت کے مطابق فیصلے نہ ہوتے ہوں تو یہ طاعوت ہے ان کے فیصلے کفر ہیں اور ان کے پاس جانے والے کافر ہیں اب ہم یہ ثابت کریں گے کہ ان عدالتوں میں فیصلے لیجانا ان پر ایمان لانا ہے اور یہ اللہ و رسول ﷺ اور یوم آخرت کے ساتھ کفر ہے۔

فصل: طاعوت کے پاس فیصلے لیجانا اس پر ایمان لانا ہے

① أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أَنْزَلَ إِلَيْكَ وَمَا أَنْزَلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَكَّمُوا إِلَى الطَّاعُونَ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا ”کیا آپ ﷺ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کا دعویٰ ہے کہ وہ آپ

(ﷺ) اور آپ (ﷺ) سے قبل نازل ہونے والے (دین) پر ایمان لائے ہیں اور چاہتے ہیں کہ فیصلے طاعوت کے پاس لیجائیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ طاعوت کا انکار کریں۔ شیطان انہیں دور کی گمراہی میں ڈالنا چاہتا ہے۔“

استدلال: جب اللہ عبادت کا تذکرہ کرتا ہے اور اس کے بعد صنم، وثن یا طاعوت کا ذکر کر کے اس کے انکار اور اس سے اجتناب کا حکم کرتا ہے تو وہ عمل خالص اللہ کے لیے عبادت ہوتا ہے اور جو لوگ عبادت غیر اللہ کی طرف لیجاتے ہیں وہ شرک اکبر کے مرتکب ہوتے ہیں۔

امام سلیمان بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ طاعوت یعنی قرآن و سنت کے علاوہ جو کچھ ہے اس کے پاس فیصلہ نہ لیجانا اسے ترک کرنا یہ فرائض میں سے ہے اور ان کے پاس فیصلہ لیجانے والا نہ مومن ہے نہ ہی مسلمان۔ (تیسیر العزیز الحمید: ۴۱۹)

دوسرا استدلال: جو لوگ اس آیت کے بیان کے مطابق طاعوت کے پاس فیصلہ لیجائے اور ہم اس کو کافر نہ مانیں تو پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اللہ پر ایمان لانے والا ہو یا اس آیت کی صریح خلاف ورزی ہے یا اگر ہم کفر بالطاعوت نہ کریں تو پھر طاعوت پر ایمان لائیں؟ علامہ جمال الدین قاسمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ طاعوت پر ایمان اللہ کے ساتھ کفر ہے اور کفر بالطاعوت اللہ پر ایمان ہے۔

علامہ عبدالرحمن بن حسن آل شیخ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: طاعوت کی طرف فیصلہ لیجانا اس پر ایمان لانا ہے۔ (فتح المجید: ۳۴۵) اس لیے کہ فیصلہ لیجانا ایمان لانا ہی ہے۔

تیسرا استدلال: آیت میں ہے کہ شیطان انہیں دور کی گمراہی میں ڈالنا چاہتا ہے ایک آیت میں شرک کو دور کی گمراہی کہا گیا ہے۔

① وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ”جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا وہ دور کی گمراہی میں گمراہ ہوا“ (النساء: ۱۱۶) نتیجہ یہ نکلا کہ جس نے غیر اللہ کو پکارتا تو اس نے شرک کیا اور وہ

مشرک بن گیا۔ اسی طرح جو شخص اللہ ورسول ﷺ کی شریعت کے علاوہ فیصلہ کہیں اور لے گیا تو یہ بھی دور کی گمراہی میں چلا گیا اس لیے کہ غیر اللہ کے پاس فیصلہ لیجانا شرک ہے۔

② **إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَ لَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ** ”فیصلہ و اختیاری صرف اللہ کا ہے اس نے حکم دیا ہے کہ صرف اسی کی عبادت کرو یہ قائم رہنے والا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“ (یوسف: ۴۰)

استدلال: اس آیت میں اللہ نے یہ بتلایا ہے کہ حکم و فیصلہ صرف شریعت کے احکام پر ہوگا یہ توحید ربوبیت کہلاتا ہے اس لیے یہ حکم صادر کرنا شریعت دینا یہ اللہ کا اختیار ہے اس کے لیے خاص ہے جیسا کہ اس کا خالق، رازق، نافع، ضار، مشکل کشا وغیرہ صفات ہیں اور ان پر ایمان لانا لازم ہے۔ اسی طرح حکم و فیصلہ بھی اس کی خاص صفت ہے اس پر بھی ایمان لانا لازم ہے (یعنی انسان ہر فیصلہ اللہ کی شریعت کے پاس لائے گا غیر اللہ کے پاس لیجانا شرک ہے جب الوہیت میں شرک کر لیا تو پھر ربوبیت پر ایمان اور اس کے اقرار کا کیا فائدہ۔ اس لیے کہ اللہ کا اختیار اور فعل ہے احکام شرعیہ صادر کرنا اور بندے کا کام ہے ان احکام کے پاس فیصلہ لیجانا۔ جیسا کہ رزق پیدا کرنا اللہ کا کام ہے مگر دعا کرنا رزق کے لیے یہ بندے کا کام ہے اگر بندہ غیر اللہ سے رزق طلب کرے گا تو یہ شرک اکبر ہوگا اسی طرح غیر اللہ کے پاس فیصلہ لیجانے سے بھی آدمی کافر ہو جاتا ہے۔

③ صحیح بخاری و مسلم میں حدیث ہے: رسول ﷺ جب رات کو نماز پڑھتے تو یہ دعا کرتے تھے:

((اللهم لك الحمد انت نور السموات والارض ومن فيهن اللهم لك اسلمت

وبك آمنتم وعليك توكلت واليك انبت واليك حاكمت ، فاغفر لي ما قدمت

وما اخرت وما اسررت وما اعلنت انت الهی لا اله الا انت))

اے اللہ تیری تعریفیں ہیں تو آسمانوں زمینوں اور جو کچھ ان میں ہے سب کو منور کرنے والا ہے

۔ اے اللہ میں تیرے تابع ہوا، تجھ پر ایمان لایا تجھ پر بھروسہ کیا تیری طرف رجوع کیا تیرے

پاس فیصلہ لایا مجھے بخش دے جو کچھ میں نے پہلے بھیجا ہے اور جو کچھ پیچھے چھوڑا جو میں نے چھپ کر کیا اور جو کچھ ظاہراً کیا تو میرا معبود ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

استدلال: اس حدیث میں رسول ﷺ نے تین چیزوں کا ذکر کیا ہے۔ اللہ تک وسیلہ پہلے بذریعہ حمد و ثناء پھر عبودیت جو کہ توکل اور رجوع و توجہ ہے اور تحاکم (فیصلہ لیجانا) پھر اس کے بعد مغفرت کی دعا کی ہے یہ واضح نص ہے اس بات پر کہ اللہ کی طرف (تحاکم) فیصلہ لیجانا اسی طرح عبادت ہے جس طرح توکل اور توجہ اور رجوع لہذا یہ (تحاکم) بھی غیر اللہ کے پاس لیجانا شرک ہوا۔

خلاصہ

جو کفر باطاغوت اور ایمان باللہ ہے یہ وہی توحید ہے جو تمام انبیاء کرام ﷺ لے کر آئے۔ اور اپنے متبعین کو اسی کی دعوت دیتے رہے۔ ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ ”ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو۔“ (النحل: ۳۶) مقصد یہ ہے کہ طاغوت کے حکم میں اب جمہوریت، وضعی قوانین، دستور، آئین اور کفریہ قوانین بنانا اور ان کے پاس فیصلے لیجانا جو انگریز یا کسی اور ایسے قانون پر فیصلے کرتے ہیں جو اللہ کے دین کے علاوہ ہے ان کے معاون و مددگار بھی طاغوت ہیں جو ان کا دفاع کرتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں جو کافر حکمرانوں کی مدد میں ہتھیار اٹھاتے ہیں یہ تعاون و امداد قول سے ہو یا فعل سے کافر حکمران کو جس طرح بھی فائدہ و مدد پہنچے یہ مدد کرنے والا بھی مرتد حکمران کے وصف میں شامل ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ان (کفار) کی عورتوں کو قتل نہیں کیا جائے گا الا یہ کہ وہ عورتیں بھی قتال میں شریک ہوں۔ قول اور عمل سے اس پر علماء کا اتفاق ہے۔ (مجموعۃ الفتاویٰ: ۵/۲۸: ۴۱)

یعنی کفار کی عورتیں اگر تولاً یا فعلاً قتال میں شریک ہوں تو انہیں قتل کیا جائے گا اس پر علماء کا اتفاق ہے۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

جنگ کی دو قسمیں ہیں۔ ہاتھ سے اور زبان سے جنگ اسی طرح بگاڑ (فساد) بھی ہاتھ اور کبھی زبان سے ہوتا ہے اور زبان سے جو فساد پیدا ہوتا ہے وہ ہاتھوں کے فساد سے کئی گنا زیادہ ہوتا ہے۔

(الصارم المسلول: ۳۷۵)

اسی بنا پر ہماری بحث طاغوتی انصار (مددگار) کے بارے میں ہے جن کا ذکر یہاں ہو رہا ہے۔

طاغوتی نظام کے انصار (مددگار) کون ہیں؟

① وہ لوگ جو زبان کے ذریعے اس نظام کی مدد کرتے ہیں جن میں سرفہرست درباری مولوی

ہیں جو کافر حکمرانوں کے درباروں کے حکمرانوں کے کفر پر پردہ ڈالنا چاہتے ہیں۔ اور مجاہدین کو بے وقوف اور دہشت گرد کہتے ہیں کبھی یہ کہتے ہیں یہ باغی ہیں ان میں وہ صحافی بھی شامل ہیں کہ یہ لوگ مرتد حکومت کے فوجیوں اور پولیس والوں کو جو مردار ہو جاتے ہیں انہیں شہید لکھتے ہیں۔ مولوی ان کے جنازہ پڑھاتے ہیں لہذا یہ تو کافر حکمرانوں کے ساتھ ہیں انہیں تو ملی طور پر مدد کرنے والے کہا جائے گا۔

② فعلی طور پر مدد کرنے والے: یعنی وہ لوگ کہ جو ان مرتدوں اور بے دین حکومت کے

ساتھ فعلی تعاون کرتے ہیں جن میں سرفہرست وہ فوجی ہیں جو ایسے مرتد و کافر نظام کے محافظ ہیں اسی طرح پولیس بھی اس میں شامل ہیں اس لئے کہ یہ دونوں گروہ ایسی حکومت کے حامی ہیں ان کا دفاع کرتے ہیں ان کے لئے مورچوں میں بیٹھتے ہیں لہذا گزشتہ دلائل کی روشنی میں یہ لوگ بھی مرتد و کافر ہیں۔ طاغوتوں کی مدد میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو قول یا فعل سے اس نظام کی خوش آمدید کہتے ہیں۔ جب یہ طاغوتی حکومت کوئی حکم صادر کرتی ہے تو یہ لوگ اس بلاچوں چرامان لیتے ہیں۔ یہ بھی ایک قسم کا تعاون ہے۔

③ وکیل اور جج ہائیکورٹ و سیشن کورٹ کے جج اور وکیل جو اس نظام کو لانے والے ہیں اور اس

پر عمل کرنے والے ہیں بلکہ بنیاد ہی یہ لوگ رکھتے ہیں یہ لوگ بھی اس نظام کے مضبوط مددگار ہیں بلکہ وہ

یونیورسٹی جہاں سے یہ وکیل اور جج وضعی قانون پر دھکے فارغ ہوتے ہیں یہ سب مرتد واجب القتل ہیں۔

طاغوتی نظام کی مدد کرنیوالوں کا جرم

یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ کوئی بھی کافر اس وقت تک زمین میں فساد یا لوگوں پر ظلم نہیں کر سکتا جب تک اس کے ساتھ ایسے معاون و مددگار نہ ہوں جو اسے کمک پہنچاتے ہوں یہ مددگار کسی کو موقع ہی نہیں دیتے کہ اس مرتد حکمران سے قصاص لے سکے کافر و مرتد حکمرانوں کی بقا انہی معاونین و مددگاروں کی وجہ سے ہوتی ہے اسی لیے اللہ فرماتا ہے: وَلَا تَسْكُنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۖ ظالموں کی طرف مائل مت ہوا کرو ورنہ تمہیں بھی آگ پہنچ جائے گی۔“ (ہود: ۱۱۳)

علمائے کرام فرماتے ہیں: لفظ رکون کا معنی ہے تھوڑا سا جھکاؤ۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اور حدیث بھی ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا کہا جائے گا کہ ظالم اور ان کے مددگار کہاں ہیں؟ یعنی قیامت میں ظالموں اور ان کے مددگاروں کو لایا جائے گا اور انہیں آگ کی صندوقوں میں بند کر کے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ بلکہ بعض سلف نے کہا ہے کہ طاغوت کے مددگار وہ لوگ بھی ہیں جو ان کے لیے قلم و سیاہی تک فراہم کرتے ہوں۔ بلکہ بعض کہتے ہیں کہ ظالم کے کپڑے دھونا بھی اس کے ساتھ مدد ہے۔ مطلب یہ کہ نیکی میں مدد کرنا نیکی ہے اور برائی میں مدد کرنا برائی ہے۔ (مجموع الفتاویٰ: ۶۳/۷)

آج ظالم مرتد کافر حکمران کی بقا ان مرتد فوجیوں پولیس وزیروں اور دیگر عملے کی وجہ سے ہے کوئی تعلیمی کوئی فوجی، کوئی سیاسی اور کوئی نشریاتی مدد کر رہا ہے کوئی اسے مسلمان ثابت کر رہا ہے یہ سب ہے مرتد کافر حکمران کی بقا، کوئی قول سے کوئی اپنے فعل سے کوئی ہتھیار سے کوئی قلم سے تو کوئی فتویٰ اور کوئی قانون کے ذریعے مدد کرتا ہے۔ اسی لیے اللہ نے کافر حکمران (فرعون) کے لشکر کو ”اوتاد“ یعنی میخیں قرار دیا کہ ان کی وجہ سے فرعون کی حکومت ایسی مضبوط تھی گویا کیلیں ٹھوک دی گئیں ہوں: ﴿وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ﴾ ”ایسے لشکر والا گویا کیلیں ہوں۔“ (الفجر: ۱۰) امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اوتاد

سے مراد فرعون کا وہ لشکر تھا جس کی وجہ سے اس کی حکومت مضبوط تھی (تفسیر طبری: ۱۷۹/۳۰)

مطلب یہ ہے کہ فرعون ایسے لشکر والا تھا کہ فرعون کا حکم اور اس کی حکومت اس کی وجہ سے مضبوط تھی۔ یہ تو بات تھی طاغوتی نظام کے انصار و اعوان کی جن کی وجہ سے طاغوتی نظام مضبوط و مستحکم ہوتا ہے اس کی وجہ سے کفر کو دوام حاصل ہے اگر یہ مددگار و معاون نہ ہوں تو کوئی کافر اس امت کو نقصان نہیں پہنچا سکتا جب ہی تو رسول ﷺ نے فرمایا تھا کہ میں ہر اس مسلمان سے بری ہوں جو مشرکوں کے ساتھ رہتا ہو یا جنگ میں ان کا معاون ہو کیا ایسے مرتد انصار و مددگار مسلمان کہلا سکتے ہیں؟ طاغوتی حکومتوں اور حکمرانوں کے کفر پر دلائل ذکر کرنے سے پہلے ہم نے طاغوت کا معنی اور اس کے مددگاروں کا جرم ذکر کر لیا۔ اب ان طاغوتوں کے مددگاروں کا حکم ذکر کرتے ہیں۔

طاغوتی نظام کے مددگاروں کا حکم

یہاں طاغوتی نظام کے مددگاروں سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی مدد و تعاون اور حمایت کی وجہ سے نظام کو تقویت ملتی ہے اور پھر یہ نظام بغیر ما نزل اللہ فیصلے کرتا ہے اور مسلم ممالک پر حکمرانی کرتا ہے شرعی قوانین کے ساتھ استہزاء کیا جاتا ہے اس نظام کی حمایت کرنے والے اس کی مخالفت کرنے والے کو باغی و سرکش یا دہشت گرد کہتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ اس طرح کے بے دین حکمرانوں کی ہتھیار قول یا فعل سے مدد کرنا اس طاغوتی مرتد اور کفریہ نظام کے دوام کا سبب بنتا ہے۔ ان لوگوں پر کفر کا وارثہ ادا کا حکم لگایا جائے گا (یہ مددگار کافر و مرتد ہیں) ان کے صدر ہوں، امیر ہوں یا سربراہ جو ان پر اپنا حکم چلاتے ہیں وہ اصل ہیں اور یہ ان کی فرع ہیں لہذا ان کا حکم ان پر بھی جاری ہوگا۔ ان سربراہوں کا حکم آگے آئے گا فی الحال، ہم ان کے مددگاروں جیسے علماء سوء، درباری مولوی فوج، پولیس و کلاء اور پوری حکومتی کا بیٹھنے کے متعین کفر اور ان کے واجب القتل ہونے کے شریعت سے دلائل دیں گے۔

دلیل نمبر ۱: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع: رسول ﷺ نے اپنی زندگی میں مرتدین کے خلاف قتال نہیں کیا لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول ﷺ کی وفات کے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں قتال کیا تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ حکم منقول ہو گیا ہے۔ رسول ﷺ فرماتے ہیں: تم پر میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت اپنانا لازم ہے۔ (ترمذی۔ حسن صحیح)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس بات پر اجماع ہے کہ مرتد حکمرانوں اور ائمہ کے مددگار کافر و مرتد ہیں جیسا کہ مسیلہ کذاب اور طلحہ اسدی جنہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا ان کے مددگار و ساتھی بھی مرتد قرار پائے۔ اسی لیے ان کا مال بطور غنیمت لینا اور ان کی عورتوں کو لونڈیاں بنانا اور یہ بھی کہا ہے کہ ان کے مرنے والے جہنم میں جائیں گے جیسا کہ طارق بن شہاب کی روایت میں بزاخہ اسد اور غطفان قبیلے کا وفد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے صلح (جنگ بندی) کی درخواست کی ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ صلح دو باتوں میں سے ایک پر ہو سکتی ہے یا الحرب الجلیہ یا السلم الخز یہ انہوں نے کہا کہ جنگ تو ہم جانتے ہیں مگر السلم الخز یہ کیا ہے ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو مال تمہارا ہمارے پاس آچکا ہے وہ غنیمت ہوگا اور جو مال ہمارا تمہارے پس آیا ہے وہ واپس ہوگا اور پھر فرمایا کہ تمہارے مقتولین جہنمی ہیں۔ (البرقانی علی شرط البخاری۔ نیل الاوطار: ۲۳/۸)

اصل حدیث امام بخاری رضی اللہ عنہ نے باب الاستخلاف (۱۲۲۷) میں نقل کی ہے بزاخہ طلحہ اسدی کی قوم تھی اسی کے ساتھی تھے اس کی خاطر جنگ کر رہے تھے۔

حدیث سے استدلال: یہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ تمہارے مقتولین جہنم میں جائیں گے ان کے ساتھ عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور دیگر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس پر سکوت اختیار کیا گویا یہ اجماع ہو اس بات پر کہ مرتد و کافر حکمران کے مددگار اس کے فوجی مرتد اور کافر ہیں یہ دلیل ہے کہ ان اشخاص کی تعیین کی گئی۔ اہل سنت والجماعت کہتے ہیں کسی پر جہنمی ہونے کا حکم صرف اسی وقت لگایا جاتا ہے جب اس کا کفر قطعی ثابت ہو چکا ہو۔ جبکہ مسلمان کے بارے میں اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ ہر نیک و فاجر کے پیچھے

نماز پڑھو۔ (شرح عقیدہ طحاویہ: ۳۲۱)

یعنی اہل قبلہ ہو (مگر مشرک طاغوتی جمہوری نہ ہو) اور جو شخص کفر کی حالت میں مر گیا تو اس کے کفر کی گواہی دی جائے گی جیسا کہ رسول ﷺ نے ایک صحابی سے کہا تھا کہ میرا باپ اور تمہارا باپ (دونوں) جہنم میں ہیں۔ (مسلم)

یا جیسا کہ رسول ﷺ فرماتے ہیں: کہ جب کافر کی قبر کے پاس سے گزرو تو اسے جہنم کی خوشخبری دو۔ (مجمع الزوائد: ۱/۱۱۸)

یہ نقل صریح اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے کہ مرتد حکمرانوں کی فوج اور پولیس اس کے مددگار متعین طور پر کافر اور واجب القتل ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مسیلمہ کذاب کے ساتھی ایک لاکھ سے زیادہ تھے۔ (منہاج السنۃ: ۷/۲۱۷)

خلاصہ

خلاصہ یہ نکلا کہ طاغوت کے مددگاروں اور بے دین نظام کے کفر پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع قطعی ثبوت ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رسول ﷺ نے اپنے بعد کچھ طریقے چھوڑے ہیں جنہیں اپنانا کتاب اللہ کو تھا منا اور اللہ کی اطاعت کرنا ہے اور دین کی مدد ہے کسی کو ان میں تبدیلی کرنے کا حق نہیں ہے اور نہ ہی ان کی مخالفت کرنے والے کی رائے کی اہمیت ہے جس نے ان کی مخالفت کی اور مومنین کے راستے کو چھوڑ کر کسی اور راستے پر چلا اللہ اس کو اسی طرف لے جائے گا جدر وہ پھرے گا اور اسے جہنم میں داخل کر دے گا وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔ (شرح اعتقاد اہل السنۃ ۱/۹۴، الشریعة للآجری: ۴۸۰)

فائدہ: اجماع بذاتہ حجت ہے جب مجرد اجماع کسی حکم میں ثابت ہو جائے تو یہ دوسری مستقل دلیل ہوتی ہے اور اگر کوئی اور نص موجود ہو تو یہ دوسری دلیل بن جاتی ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے

ہیں: بُص کے ساتھ اجماع ہو تو یہ دونوں دلیل ہیں جیسے کتاب اور سنت۔ (مجموع الفتاویٰ: ۱۹/۲۴۰)

طاغوت کے مددگاروں کے کفر پر دوسری دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا﴾ ”جو لوگ مومن ہیں وہ اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں اور جو لوگ کافر ہیں وہ طاغوت کی راہ میں قتال کرتے ہیں تم شیطان کے دوستوں سے قتال کرو بے شک شیطان کی چال کمزور ہے۔“ (النساء: ۷۶)

استدلال: طاغوت کا معنی پہلے گزر چکا ہے جس میں بتایا گیا تھا کہ طاغوت میں وہ بھی شامل ہے جس کے پاس فیصلے لیجائے جائیں اللہ کو چھوڑ کر یعنی بغیر ما نزل اللہ حکم اور فیصلہ کرنے والا یا قانون وضعی، دستور، آئین انگریز کا قانون، امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: طاغوت کا معنی ہے شیطان کی اطاعت اس کا طریقہ اور وہ منہج جو اس نے اپنے دوستوں اہل کفر کے لیے وضع کیا ہے۔ (تفسیر طبری: ۱۶۹/۵)

لہذا ہر وہ شخص جو ایسے حاکم کی طرف سے دفاع یا قتال کرتا ہے وہ ظالم، طاغوتی، کافر اور جمہوری ہے یا اس حکمران کے قانون کا دفاع یا اس کے لیے قتال کرتا ہے وہ کافر ہے جیسا کہ مرتد حکمران عملاً یہ کام کر رہے ہیں۔ صدر یا وزیر اعظم کو خبر نہ ہو لیکن فوج۔ ملیشیا۔ رینجرز اور پولیس مجاہدین کے ساتھ برسر پیکار ہیں بلکہ یہ کہتے ہیں کہ ہم قانون نافذ کرنا چاہتے ہیں یہ لوگ شیطان اور طاغوت کی راہ میں قتال کر رہے ہیں اور جو کوئی بھی طاغوت کی راہ میں قتال کرتا ہے وہ کافر ہے اس لیے کہ یہ اللہ کا فرمان ہے: ﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ﴾ یہ ان پر صریح دلیل ہے اس قتال میں شامل ہے قتال بالقول جیسے نشریات اخبار میڈیا، فعل وغیرہ جیسا کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قول پہلے گزر چکا ہے۔ اللہ کا فرمان ہے: ﴿فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ﴾ شیطان کے دوستوں سے قتال کرو۔ طاغوت ویسے بھی شیطان ہے جو کفر کی طرف دعوت دیتا ہے اور جو طاغوت کی راہ میں قتال کرتا ہے تو گویا وہ

شیطان کی راہ میں قتال کر رہا ہے اسی لیے کفر میں یہ شیطان کی طرح ہیں اس لیے اولیاء الشیطان کافر ہیں اسی وجہ سے فرمایا ہے کہ: ﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاؤُهُمُ الطَّاغُوتُ﴾ جو لوگ کافر ہیں ان کا دوست طاغوت (البقرہ: ۲۵۷) یعنی شیطان ہے یہ واضح دلیل ہے ان لوگوں کے کفر پر جو کفری نظام کی حفاظت کرتے ہیں کہ سب جمہوری و ڈیموکریٹ ہیں کچھ بالفعل کچھ بالسیف جیسے فوج اور پولیس بلکہ ہر وہ شخص جو اس قانون کے ساتھ (کسی بھی طرح کا) کوئی واسطہ رکھتا ہے اور ان مرتد حکمرانوں کا دفاع کرتا ہے اگرچہ وہ خود کو اسلامی تنظیم کہے مگر اس قانون کا احترام کرے اسکولوں، کالجز، دفاتر، اور دیگر تعلیم و تربیت کی وزارتوں میں یا حکومتی اداروں میں یہ سب اس میں شامل ہیں کہ یہ اس نظام کا دفاع کرنے والے ہیں فوج ہتھیار سے دفاع کرتی ہے۔ کوئی تعلیم کے ذریعے کوئی بیانات و نشریات کو دیگر ذرائع سے دفاع کرتا ہے مگر حاکم سب کا ایک ہی ہے۔ پہلے آیت گزر چکی ہے کہ تحاکم الی الطاغوت کا ارادہ کرنے سے کافر ہو جاتا ہے تو پھر وہ شخص تو بدرجہ اولیٰ کافر و مرتد ہے جو اس نظام کا دفاع کرتا ہے۔

﴿مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَ مَلَائِكَتِهِ وَ رُسُلِهِ وَ جِبْرِيلَ وَ مِيكَالَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِينَ﴾ جو شخص اللہ کا اس کے فرشتوں، رسولوں اور جبریل و میکائیل کا دشمن ہے تو اللہ کافروں کا دشمن ہے۔“ (البقرہ: ۹۸)

سبب نزول: اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کہ یہود نے رسول ﷺ سے کہا کہ جبریل وہ فرشتہ ہے جو عذاب لاتا ہے اس لیے یہ ہمارا دشمن ہے اور آپ ﷺ اس کی تعریف کرتے ہیں تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمادی اور یہ واضح کر دیا کہ جس نے اللہ کے رسول ﷺ اور دیگر رسولوں کے ساتھ دشمنی کی یا اس کے ملائکہ کے ساتھ دشمنی کی تو گویا اس نے اللہ سے دشمنی کی اور اللہ کا دشمن کافر ہے۔ (ابن کثیر: ۱/۱۳۱)

استدلال: اس سے بڑھ کر اللہ و رسول ﷺ کے ساتھ دشمنی اور کون سی ہو سکتی ہے کہ ایک حکمران، جج، صدر، حاکم یا وکیل اللہ کے قانون کو چھوڑ کر کفریہ قانون نافذ کرے اور اللہ کے دین اور اس

کے شعائر کا مذاق اڑائے مثلاً داڑھی پردہ وغیرہ کہ سرعام ٹی وی اور میڈیا پراس کا مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ اس سے بڑی عداوت اور کیا ہوگی کہ اللہ کے دین کے محافظوں (مجاہدین) کا مذاق اڑایا جائے ان سے دشمنی رکھی جائے انہیں سزائیں دی جائیں انہیں جیلوں میں ڈالا جائے اور اپنے طاعوتی نظام کے دفاع کے لیے ان سے قتال کیا جائے؟

اس سے بڑی عداوت اور کیا ہوگی کہ قول، فعل اور ہتھیاروں کے ذریعے خود ساختہ و کفریہ قوانین کا دفاع کیا جائے یہ سب کچھ اس کفریہ نظام کے بچاؤ اور دفاع کے لیے ہے کیا یہ مذکورہ تمام افعال اس بات کی دلیل نہیں کہ انہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ عداوت ہے؟ اس کے دین کے ساتھ دشمنی ہے؟ علامہ خفاجی اپنی کتاب نسیم الریاض (۳۹۵/۴) میں لکھتے ہیں: کہ تیونس میں ایک آدمی نے دوسرے سے کہا کہ میں تمہارا اور تمہارے نبی ﷺ کا دشمن ہوں اس پر مالکیہ علماء نے فتویٰ دیا کہ یہ مرتد ہے اسے توبہ کرنی ہوگی اور اس فتویٰ کے لیے استدلال اسی آیت من کان عدولاً سے کیا تھا جب علماء نے اس آدمی پر صرف اتنی بات کہنے کی وجہ سے کفر کا فتویٰ لگایا تو کیا وہ شخص جو رسول ﷺ کی شریعت کو بدل ڈالتا ہے اس کے ساتھ استہزاء کرتا ہے اس کے ماننے والوں کا مذاق اڑاتا ہے اور کفر اور طاعوت کے نظام کا دفاع کرتا ہے کیا وہ مرتد نہیں ہے؟ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ اِنَّمَا جَزَاؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُونَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فِسَادًا اَنْ یُّقْتَلُوْا ۗ ﴾ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کے ساتھ جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے ہیں ان کی سزا یہ ہے کہ انہیں قتل کیا جائے۔ (المائدہ: ۳۳) یہ آیت ان مرتد لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی جو عربین تھے۔ علماء کہتے ہیں یہاں جنگ اس آدمی کے ساتھ ہے جو رہن ہو چاہے مسلم ہو یا کافر۔ (فتح الباری: ۸/۲۷۴، مجموع الفتاوی: ۸۵/۷)

جب آیت میں رہن وڈاکو جو کہ لوٹ مار کرتا ہے اس کو اللہ ورسول ﷺ سے جنگ کرنے والا کہا گیا ہے تو وہ آدمی جو اللہ کے دین کی راہ میں ڈاکے ڈالتا ہے اسے قطع کرتا ہے اسے معطل کرتا ہے لوگوں کو

اس سے روکتا ہے کیا یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے والا شمار نہ ہوگا؟ کیا اسے قتل نہیں کیا جائے گا؟ کیا اس کے حکام اور اس کے مددگار جو خود ساختہ قانون کا دفاع کرتے ہیں اور کفری نظام کی ترقی کے لیے کوشاں ہیں کیا ان سے بڑھ کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا دشمن کوئی اور ہو سکتا ہے؟

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصْرَىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾ ”ایمان والو یہود و نصاریٰ کو دوست مت بناؤ یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں تم میں سے جو بھی انہیں دوست بنائے گا وہ انہیں میں سے ہوگا بے شک اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔“ (المائدہ: ۵۱)

استدلال: اس آیت میں موالات کا ذکر ہے جس کی مستقل بحث آگے آئے گی (ان شاء اللہ) یہاں صرف موالات سے استدلال کرنا ہے کہ کافر کے ساتھ موالات کفر ہے طاعوتی اور جمہوری نظام کے ساتھ موالات ان کی مدد و نصرت ہے۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس نے مومنوں کو چھوڑ کر یہود و نصاریٰ سے دوستی کی تو وہ انہیں میں سے ہے جس نے مومنوں کے خلاف ان سے دوستی کی تو وہ انہیں میں سے ہے جس نے مومنوں کے خلاف ان سے دوستی کی یا ان کی مدد کی تو وہ ان کے دین و ملت میں داخل شمار ہوگا اس لیے کہ کسی کے ساتھ دوستی تب کی جاتی ہے جب وہ اس کے دین پر ہو اور اس کی مرضی و منشاء پر چلتا ہو اور جب اسے اور اس کے دین کو پسند کر لیا تو پھر اس کے مخالف سے دشمنی کر لی اس سے نفرت کی لہذا ان دونوں (دوستی کرنے والے اور جس سے کی گئی ہے) کا حکم ایک ہے۔ (تفسیر طبری: ۶/۲۷۶)

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت میں جس دوستی کا ذکر ہے اس کا معنی یہ ہے کہ جس نے مسلمانوں کے خلاف ان کا ساتھ دیا ان کی مدد کی تو وہ انہی میں سے ہے اس کا حکم انہی کا حکم ہے یہ مسلم کے میراث کو مرتد سے منع کرتا ہے، (مرتد مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا) جس نے ان (یہود و نصاریٰ) سے دوستی کی

تھی وہ ابن ابی تھا پھر یہ حکم قطع موالات کے لیے قیامت تک باقی ہے۔ (تفسیر قرطبی: ۲۱۷/۶)

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس نے ان سے دوستی کی وہ انہی میں سے ہے ان کی جماعت اور گروہ میں سے ہے پھر کہتے ہیں: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ﴾ (المائدہ: ۵۴) ﴿﴾ میں مرتدین کا بیان ہے اور اس بیان سے پہلے یہ بتایا گیا کہ کفار سے دوستی کفر ہے یہ بھی ارتداد کی ایک قسم ہے۔ (فتح القدیر للشوکانی: ۵۰/۲)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ کا فرمان ہے مومنو یہود و نصاریٰ کو دوست مت بناؤ یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں تم میں سے جس نے بھی ان سے دوستی کی وہ انہیں میں سے ہے یعنی دوستی کا مقصد یہ ہے کہ ان کی موافقت کی ان کی مدد کی توان میں سے ہے۔ (مجموع الفتاویٰ: ۳۲۶/۲۵)

تشبیہات

① مذکورہ آیتوں سے یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستی رکھنے کی ممانعت ثابت ہوئی لیکن یہ آیتیں عام ہیں یہ صرف یہود و نصاریٰ کے لیے خاص نہیں ہیں اس لیے کہ یہود اور نصاریٰ لقب ہے جبکہ علماء کے نزدیک لقب کا مفہوم مخالف حجت نہیں ہوتا۔ (ارشاد الفحول: ۱۲۶)

لہذا دیگر کفار سے موالات کی بھی نہی صادق آئے گی جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے۔ ﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكُفْرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ ”مومن کفار کو دوست نہ بنائیں مومنوں کو چھوڑ کر۔“ (آل عمران: ۲۸) اور فرمان ہے: ﴿لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ﴾ ”میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔“ (المتنحہ: ۱) اسی لیے ابو بکر بن العربی رحمۃ اللہ علیہ سورہ مائدہ کی آیت ۵۱ کے تحت لکھتے ہیں آیت سے تمام کفار سے دوستی کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ (احکام القرآن لابن العربی ۶۳۰/۲)

راقم کی رائے یہ ہے کہ اس میں مرتد حکمرانوں کے ساتھ دوستی کی بھی ممانعت شامل ہے اس لیے کہ یہ بھی

کفار اور مرتد ہیں مرتد ہونے کا معنی یہ نہیں ہے کہ یہ کافر نہیں ہیں اللہ کا فرمان ہے: ﴿وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ﴾ (البقرہ: ۲۱۷) ﴿دوسری جگہ ارشاد ہے: ﴿كَيْفَ يَهْدِي اللَّهُ قَوْمًا كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ﴾ اللہ اس قوم کو کیونکر ہدایت دے گا جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے۔“ (آل عمران: ۸۶) ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بات پر اجماع ہے کہ ارتداد کا کفر اصلی کفر سے زیادہ سخت کفر ہے۔ (مجموع الفتاوی: ۲۸۰، ۲۸۱/۳۵، ۵۳۴/۱۵۸)

لہذا ثابت ہو گیا کہ موجودہ طاغوتی نظام کے حکمرانوں کا کفر امریکوں اور یہودیوں کے کفر سے زیادہ ہے یہ ثابت بھی ہوا ہے کہ مرتد حکمران یہود کو خوش کرنے کے لیے بار بار کہتے ہیں کہ ہم نے اتنے مجاہد گرفتار کیے ہیں یہ سوراپنے آقاؤں کے سامنے یہ کارنامے دکھلا کر اپنے مرتد ہونے کا ثبوت فراہم کرتے ہیں۔

سورہ مائدہ سے جو یہ ثابت ہوتا ہے کہ کفار سے دوستی کفر ہے تو وہ اس لفظ سے ثابت ہوتا ہے: ﴿وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ﴾ کہ اس آیت میں کفار سے دوستی کے کفر کو کئی تاکیدات سے ثابت کیا گیا ہے:

① إِنَّ لَّيَاغِيَا هِيَ جَوْتَا كَيْدٍ لِيْلِي هِي۔

② دوسری جگہ فرمان ہے: ﴿حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَاصْبِرُوا خَيْرَ صَبْرٍ﴾ ”ان کے اعمال برباد ہو گئے یہ ناپرادونا کام ہو گئے۔“ (المائدہ: ۵۳) اعمال کی بربادی اور ناپرادونا کام ہونا یہ کفر کی وجہ ہے۔

③ مذکورہ حکم تمام مسلمانوں پر صادق آتا ہے جو بھی مسلمان کافر سے دوستی کرے گا وہ کافر ہو جائے گا یہ آیت ہر مسلمان کو شامل ہے اس لیے کہ اس میں لفظ ”مَنْ“ شرطیہ ہے جو عموم کا صیغہ ہے اور لفظ ”مَنْ“ میں مبالغہ زیادہ ہے خاص کر جب شرط یا استغناء کے لیے ہو۔ (مجموع الفتاوی: ۱۵/۸۲، ۲۴/۳۴۶)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم مرتد حاکم اور طاغوت کے مددگاروں پر جاری ہوگا جو بھی اس مرتد کی قوی، فعلی یا قتال کے ذریعے مدد کرے گا یہ بھی کافر کے ساتھ موالات ہے یہ بھی اس عام آیت کے عموم میں

داخل ہیں لہذا یہ بھی یقینی کافر ہیں۔

اعتراض: اگر کوئی کہے کہ رسول ﷺ نے مرتد کے احکام ان لوگوں پر کیوں نافذ نہیں کیے جن کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئی تھیں اور ان کے کفر پر نص بھی ہے کہ ﴿وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ؟﴾

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ ایسی کوئی حدیث نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ یہ آیات معین افراد کے بارے میں نازل ہوئی تھیں البتہ اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ منافقین کے بارے میں نازل ہوئی صحیح بھی ہے اس لیے کہ: ﴿فَتَسْرَى الدِّينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ﴾ (آپ ان لوگوں کو دیکھیں گے جن کے دلوں میں بیماری ہے) یہ الفاظ اس بات پر دلیل ہیں (کہ یہ منافقین کے بارے میں ہیں) لیکن منافقین رسول ﷺ کے زمانے میں اپنا کفر چھپائے رکھتے تھے صرف خاص خاص لوگوں کے سامنے ظاہر کرتے تھے اور ان کے سامنے قسم کھاتے تھے کہ ہم نے کفر نہیں کیا رسول ﷺ نے ان سے توبہ بھی نہیں کروائی اس لیے کہ رسول ﷺ کے سامنے ان کا کفر واضح طور پر ثابت نہیں ہوا تھا۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ لوگ کفار کے ساتھ اپنی دوستی اور موالات ظاہر نہیں کرتے تھے بلکہ اپنے دلوں میں چھپائے رکھتے تھے اسی لیے ان پر ارتداد کے شرعی احکام جاری نہیں ہو سکتے تھے جیسا کہ آیت میں مذکور ہے: ﴿فَيَصْبِحُوا عَلَى مَا أَسَرُوا فِي أَنْفُسِهِمْ نَدِمِينَ﴾ ”یہ لوگ اپنے دلوں میں جو کچھ چھپائے ہوئے تھے اس پر پشیمان ہوں گے“ (المائدہ: ۵۳) یہ لوگ موالات بھی ظاہر نہیں کرتے تھے اگر ظاہر کر دیتے تو تب ان پر مرتد کے احکام لاگو ہوتے۔ جب ان منافقین کے چھپے ہوئے موالات پر اللہ نے کفر کا حکم لگا دیا جبکہ وہ رسول ﷺ کے ساتھ جہاد میں بھی شریک ہوتے تھے تو کیا وہ حکمران اور اسمبلی ممبران جو آئے دن یہود اور کفار سے اپنی دوستی کا برملا اظہار کرتے رہتے ہیں اور خود کو ان کے قریب شمار کرتے ہیں تو فی فعلی اور ہتھیاروں کے ذریعے اس کا ثبوت بھی فراہم کرتے رہتے ہیں کیا یہ سب سے بڑے کافر نہیں ہیں؟

⑤ پانچویں دلیل سنت سے: رسول ﷺ نے اپنے چچا پر کفر کا حکم صادر کیا عباس بن عبدالمطلب جب بدر میں مجبوراً کفار کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے مقابلے پر آئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انہیں گرفتار کر لیا تو رسول ﷺ نے اس سے بھی فدیہ طلب کیا (جیسا دیگر کفار قیدیوں سے طلب کیا تھا) جیسا کہ انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے۔ انصار میں سے ایک آدمی نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ ہمیں اجازت دیں کہ ہم اپنے بھانجے عباس کا فدیہ چھوڑ دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم ایک درہم بھی نہ چھوڑنا۔ (صحیح البخاری: ۴۰۱۸)

مشرکین عباس رضی اللہ عنہ کو زبردستی رسول ﷺ کے مقابلے پر لائے تھے رسول ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا تھا کہ بنی ہاشم کے کچھ لوگ زبردستی جنگ میں لائے گئے ہیں اگر وہ سامنے آجائیں تو انہیں قتل نہ کیا جائے۔ (ابن اسحاق)

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن اسحاق نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث نقل کی ہے رسول ﷺ نے فرمایا: عباس تم اپنا، اپنے بھتیجے عقیل بن ابی طالب کا نوفل بن الحارث کا اور اپنے حلیف عتبہ بن عمرو کا فدیہ دیدو اس لیے کہ تم مالدار ہو۔ اس نے کہا میں مسلمان تھا مگر میری قوم زبردستی مجبور کر کے لے آئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہاری بات کو اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے جو کچھ تم کہہ رہے ہو اگر وہ سچ ہے تو اللہ تمہیں بدلہ دے گا البتہ ظاہری حالت تمہاری یہ ہے کہ تم ہمارے مقابلے پر آئے تھے۔ (فتوح الباری: ۷/۳۲۲-احمد: ۱/۸۹-۱/۳۲)

مذکورہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ رسول ﷺ نے عباس پر کفار کا ہی حکم نافذ کیا تھا (کفار کے ساتھ جو رویہ وسلوک کیا وہی عباس کے ساتھ کیا) کہ ان سے فدیہ لیا اور بظاہر ان پر کفر کا فتویٰ دیا اس لیے کہ وہ کفار کی صف میں شامل ہو کر آئے تھے مسلمانوں سے قتال کرنے۔ آپ ﷺ نے عباس کا یہ دعویٰ قبول نہیں کیا کہ وہ زبردستی لائے گئے ہیں بلکہ اس دعویٰ کے باوجود وہی سلوک ان سے کیا جو کفار کے ساتھ کیا۔ یہ حدیث ہمارے لیے واضح دلیل ہے کہ طاغوت کے مددگار و معاون اور کفار کے طاغوتی

نظام کے حمایتی کافر ہیں۔ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اس حدیث سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ وہ مسلمان جو کفار کے لیے قتال کرتا ہے اگرچہ مومن ہو اور مجبور کیا گیا ہو اس پر کفر کا حکم لگایا جائے گا۔ فرماتے ہیں (یہ کفار) قتال کرتے ہیں ان میں مومن بھی ہوتا ہے جو اپنا ایمان چھپائے رکھتا ہے ان کے ساتھ قتال میں شریک ہوتا ہے انہیں چھوڑ نہیں سکتا اسے قتال پر مجبور کیا جا چکا ہوتا ہے وہ قیامت میں اپنی نیت کے حساب سے اٹھایا جائے گا جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث ہے کہ اس بیت اللہ کے ساتھ ایک لشکر جنگ کرنے آئے گا جب وہ بیداء مقام پر آئے گا تو زمین میں دھنسا دیا جائے گا کسی نے کہا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس میں مجبور بھی ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اپنی نیتوں کے حساب سے اٹھائے جائیں گے یہ ظاہری حکم ہے اگر وہ مارا گیا تو اس پر حکم کفار ہی کا لگے گا اللہ اسے اس کی نیت کے مطابق اٹھائے گا جیسا کہ منافقوں کے ظاہر کی وجہ سے ان پر مسلمان ہونے کا حکم تھا مگر وہ اپنی نیتوں کے حساب سے اٹھائے جائیں گے قیامت میں سزاء و جزاء اس نیت کے مطابق ہوگی جو دلوں میں ہے صرف ظاہر کی بناء پر نہیں یہی وجہ ہے کہ جب عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے مجبور کیا گیا آنے پر۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے ظاہری عمل کی بنا پر ہم تم پر کفار و الاحکم لگائیں گے جبکہ تمہارے باطن کا علم اللہ کے پاس ہے۔ اکراہ اگرچہ ممکن ہے کہ ہو لیکن مسلمانوں کا قتل جائز نہیں ہے نہ ہی ان کے ساتھ جنگ کرنا جائز ہے۔ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری جگہ اس کی وضاحت کی ہے: فرماتے ہیں کہ جس کو جنگ میں جانے پر مجبور کیا جائے اس پر واجب ہے کہ وہ قتال نہ کرے اگرچہ مسلمان اسے قتل کر دیں کسی کو کسی مسلمان کے قتل پر مجبور کیا جائے تو مسلمانوں کا اتفاق ہے اس بات پر کہ اس کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں ہے اگر اس اکراہ کی وجہ سے اسے قتل کر دیا جائے تو یہ ایک معصوم کے قتل کرنے سے بہتر ہے۔ (مجموع

الفتاویٰ: ۲۸/۵۳۹)

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ اگر کسی کو کسی کے قتل پر مجبور کیا جائے تو اس کے لیے اس کا قتل یا اس کی عزت کی پامالی کوڑے وغیرہ کے ذریعے جائز نہیں ہے یہ اپنے اوپر نازل

ہونے والی اس مصیبت پر صبر کرے اس کے لیے جائز نہیں کہ اپنی جان بچانے کے لیے کسی اور کی جان لے۔ اللہ سے دنیا و آخرت میں عافیت طلب کرے۔ (تفسیر قرطبی: ۱۸۳/۱۰)

خلاصہ

جو شخص کفار کی صف میں شامل ہو کر قتال کرتا ہے یا اپنے قول یا فعل سے ان کی مدد کرتا ہے چونکہ یہ مدد حکماً قتال ہے اس لیے یہ متعین طور پر کافر ہے اور یہی حکم ہے طاغوت کی مدد کرنے والوں کا جو آج کل طاغوتی اور آئینی نظام میں شامل ہیں۔ امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر کوئی کافر کسی مسلمان علاقے یا ملک پر زبردستی قبضہ کر لیتا ہے اور مسلمانوں کو اگرچہ اپنی حالت پر چھوڑ دیتا ہے (مذہبی آزادی دیتا ہے) مگر یہ اسلام کے علاوہ اپنے دوسرے دین کا اظہار کرتا ہے اور یہ اس علاقے یا ملک کا اکیلا مالک ہے تو وہ تمام لوگ جو اس کے ساتھ رہتے ہیں اس کے ساتھ تعاون کرتے ہیں وہ کافر ہیں اگرچہ وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہوں۔ (المحلی: ۱۲۶/۱۲)

ابن حزم رحمہ اللہ دوسری جگہ فرماتے ہیں: اگر کوئی مسلمان اس آدمی کا ساتھ دے جو مسلمانوں سے جنگ کرتا ہے یا اس کے ساتھ تعاون کرے اس کے لیے کسی قسم کی خدمت چاہے لکھنے وغیرہ کی ہو (دفتری کام) بجالاتے تو وہ کافر ہے۔ (المحلی: ۱۲۶/۱۲)

⑤ چھٹی دلیل: فقہ کا مشہور قاعدہ ہے کہ: اگر ایک آدمی ایک ایسے گروہ میں ہو کہ جو دوسروں کی طاقت و قدرت کی راہ میں رکاوٹ ہو دوسروں کی طاقت کو روک دینے والا ہو تو یہ فرد بھی اس گروہ کے سرداروں میں شمار ہوگا۔ مثلاً اس گروہ کا سردار باغی تو یہ فرد بھی باغی شمار ہوگا۔ جیسا کہ اللہ کافرمان ہے: ﴿فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَهُمْ عَلَى الْأُخْرَىٰ﴾ ”اگر ایک گروہ دوسرے گروہ پر زیادتی (بغاوت) کرے“۔ (الحجرات: ۱۰) اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کافرمان ہے: عمار کو باغی گروہ قتل کرے

گا۔ (بخاری: ۴۴۷)

① اس بات کے دلائل کہ فرد کا حکم گروہ یا گروہ کے رئیس کا ہے

① إِنَّ فِرْعَوْنَ وَ هَامَانَ وَ جُنُودَهُمَا كَانُوا خَطِيئِينَ (القصص: ۸)

بے شک فرعون و ہامان اور اس کا لشکر غلطی پر تھے۔

② وَ نُرِيَ فِرْعَوْنَ وَ هَامَانَ وَ جُنُودَهُمَا مِنْهُمْ مَا كَانُوا يَحْذَرُونَ (القصص: ۶)

اور ہم فرعون، ہامان اور ان کے لشکر کو دکھاتے ہیں جس سے وہ ڈرتے تھے۔

③ فَآخَذْنَاهُ وَ جُنُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ فَاَنْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ

(القصص: ۴۰)

ہم نے اس کو اور اس کے لشکر کو پکڑ لیا انہیں دریا میں ڈال دیا دیکھو ظالموں کا انجام کیسا ہے؟

④ وَ جَعَلْنَاهُمْ اٰئِمَّةً يَدْغُونِ اِلَى النَّارِ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يَنْصُرُوْنَ (القصص: ۴۱)

ہم نے انہیں پیشوا بنا دیا وہ جہنم کی طرف بلاتے تھے اور قیامت میں ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔

ان آیات میں اللہ نے تابعداری کرنے والے (لشکر) کے لیے بھی وہ حکم دیا جو ان کے سردار رئیس۔

متبوع کا تھا سب کو خاطمین کہہ کر گناہ میں شامل کر رکھا دنیاوی عذاب، غرق ہونے اور اخروی عذاب

لا ینصرون میں سب کو شامل رکھا۔ بلکہ سب کو ائمہ یدعون الی النار کہا گیا۔ ان آیات میں سرداروں

رہنماؤں اور ان کے تابعداری کرنے والوں میں فرق نہیں کیا گیا یہ لشکر تھے ان کے لیے وہی حکم بیان

کیا گیا جو ان کے سرغنہ و سردار کا تھا اس لیے کہ یہ لوگ رئیس یا صدر صاحب کے جرم میں برابر کے

شریک تھے (یا ہیں) بلکہ صدر یا حکمران تو صرف اشارہ کرتا ہے فوج اس کے احکام کی تعمیل کرتی ہے

اور انہیں نافذ کرتی ہے۔

اعتراض: اگر کچھ صلح پسند لوگ سوال کریں کہ ان آیات کو موجودہ حکمرانوں کے بارے میں

پیش کرنا صحیح نہیں ہے اس لیے کہ فرعون اور اس کا لشکر خود کافر تھے جبکہ موجودہ حکمران توجیح کرتے ہیں

نمازیں پڑھتے ہیں کلمہ گو ہیں؟

جواب: ان حکمرانوں کے کفر کے بارے میں دلائل آجائیں گے کچھ گزر چکے ہیں اس

کفر کی بنیاد موالات جسے یہ فخر کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں اعلانیہ کفار سے موالات کرتے ہیں اسلام کا مذاق اڑاتے ہیں مذکورہ آیات سے جو استدلال کیا گیا ہے وہ صحیح ہے اس لیے کہ ان آیات میں تابع و متبوع (تابعاری کرنے والے اور جس کی تابعاری کی جارہی ہے) دونوں کو ایک ہی طرح ذکر کیا گیا ہے اور برابری کی وجہ نہ صراحتاً مذکور ہے نہ اشارتاً یہ نہیں کہا گیا کہ یہ عقیدے میں ایک تھے بلکہ فعل ایک ہونے کی وجہ سے انہیں یکساں قرار دیا گیا ہے۔ متبوع حکم کرتا ہے تابع اس کو نافذ کرتا ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ کفر صرف عقیدے کا ہوتا ہے تو یہ مرجعہ کا عقیدہ ہے بلکہ کفر فعل و قول اور عقیدہ تینوں سے سرزد ہو سکتا ہے۔ فوج پولیس یا دیگر لوگ جو طاعوتی نظام کے معاون و مددگار ہیں جنہیں ہم نے مرتد قرار دیا ہے یہ قول اور فعل کی وجہ سے ہے ان کا عقیدہ کچھ بھی ہو شریعت نے عقیدے کی بات نہیں کی بلکہ یہ لوگ خود ساختہ قوانین کا دفاع کرتے ہیں اس کے لیے ہتھیار سے، قول سے اور فعل سے قتل کرتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب مسیلمہ کذاب یا دوسرے مرتد لوگوں کے ساتھیوں کو اور تابعین کو مرتد قرار دیا تو وہ صرف تابعاری کی وجہ سے ہی تھا کہ انہوں نے مرتدوں کی تابعاری کی تھی اور اپنے قول و فعل سے ان کی مدد کی تھی یہ کہیں ثابت نہیں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کا عقیدہ معلوم کیا تھا۔ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ مسیلمہ کذاب کے تابعدار ایک لاکھ کی تعداد میں تھے۔ (منہاج السنہ: ۷/۲۱۷)

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان سب پر کفر کا فتویٰ لگایا تو سب سے عقیدہ کا سوال کیا تھا؟ لہذا طاعوتی اور جمہوری نظام والوں کا کفر فعلی و قولی ہے عقیدے کی بنا پر نہیں ہے جبکہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ قول و فعل سے بھی کفر واقع ہوتا ہے۔ بلکہ امام ابن جریر رضی اللہ عنہ نے تو نقل کیا ہے کہ مسیلمہ کذاب کے بعض تابعدار اس کی تکذیب کا اقرار کرتے تھے (اسے نبی نہیں مانتے تھے) مگر اس کے گروہ میں

شامل تھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سب کو کافر قرار دیا (تاریخ طبری: ۲/۲۷۷)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کسی قوم کی کثرت میں اضافہ کا سبب بنا تو وہ انہیں میں سے ہوگا۔ جو کسی کے عمل پر راضی ہو اوہ انہیں میں سے ہے۔ (کنز العمال: ۱۱/۹)

الغرض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مرتد کے تابعداروں کے بارے میں یہ وضاحت نہیں کی ہے کہ اس کا عقیدہ بھی مرتد والا ہو یا نہ ہو بلکہ انہوں نے ان کے مرتد ہونے اپنے صدر یا سردار کی معاونت کی تھی یہی وجہ ہے کہ تابع و متبوع دونوں کو برابر قرار دیا گیا ہے۔

② سنت سے اس بات کی دلیل کہ اس گروہ پر جو حکم لاگو ہوگا وہی حکم اس کے ہر فرد پر ہوگا اس کی دلیل عباس رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں گزر چکی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ظاہری فعل کی بنا پر انہیں کفار میں شمار کیا تھا۔

③ اجماع: یہ بھی پہلی دلیل میں واقعہ ابو بکر رضی اللہ عنہ میں مذکور ہو چکا ہے انہوں نے مسیلمہ کذاب کی تابعداری کرنے والوں پر کفر کا فتویٰ لگایا تھا اور تابع و متبوع میں کوئی فرق نہیں کیا۔ معلوم یہ ہوا کہ مرتد لوگوں کی مدد کرنے والوں کا حکم بھی مرتد کا ہی ہے اور طاعوتی و مرتد حکمرانوں والا حکم ہر شخص (تابعدار) کرنے والے) پر لاگو ہوگا جیسا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیلمہ کذاب کے ماننے والوں کو کہا تھا کہ تمہارے مقتول جہنم میں جائیں گے۔ جبکہ یہ تو واضح ہے کہ مقتولین معین لوگ تھے۔

عصر حاضر کا فتویٰ: اللجنة الدائمة نے بھی یہ فیصلہ دیا ہے کہ عوام میں سے جس نے بھی کفر و ضلال کے ائمہ میں سے کسی امام کا ساتھ دیا اور ان کے سردار اور بڑوں کی مدد کی ظلم و زیادتی کی بنا پر تو اس پر کفر و فسق کا حکم لگایا جائے گا اور اس وجہ سے بھی کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے رؤسائے مشرکین اور ان کے متبعین سے قتال کیا اور سردار اور متبعین میں کوئی فرق نہیں رکھا۔ (فتاویٰ اللجنة الدائمة: ۲/۲۶۲)

سابقہ دلائل سے ثابت ہوا کہ طاعوتی نظام کے مددگار و معاون مندرجہ ذیل امور کی بنا پر کافر قرار پاتے ہیں۔

① انہوں نے کفار حکمرانوں سے دوستی کی ہے ان کی مدد کی ہے اور یہ مدد بھی مسلمانوں

اور مجاہدین کے خلاف کی ہے۔ یہ کفر کی دلیل ہے کہ: ﴿وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَاِنَّهُ مِنْهُمْ﴾ ”تم میں سے جس نے بھی ان سے دوستی کی وہ انہی میں سے ہے۔“ اور رسول ﷺ کا عباس رضی اللہ عنہم پر حکم جاری کرنا۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مسلمہ کذاب کے ساتھیوں کو مرتد و کافر قرار دینا۔ اور طلحہ اسدی پر حکم لگانا۔ جبکہ فقہی قاعدہ بھی اس پر متفق ہے۔

② طاعوت کی راہ میں ان کا قتال کرنا۔ کافر حاکم و حکمران کہ جس نے خود ساختہ آئین بنا رکھا ہے اس کے مددگار اس آئین کا دفاع کر رہے ہیں: ﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ﴾ ”کافر طاعوت کی راہ میں قتال کرتے ہیں۔“

③ اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اس کے دین سے دشمنی۔ یہ لوگ اسلام کے خلاف قتال میں مصروف ہیں تاکہ دین اسلام نہ آسکے اور کفریہ قانون برقرار رہے کفر کو سر بلندی حاصل ہو یہ بات بھی انہیں کافر بنادینے والی ہے۔ طاعوت کے معاون و مددگار ان مذکورہ تینوں ملغرات میں سے کسی ایک کے مرتکب ضرور ہوتے ہیں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بعض میں یہ تینوں ملغرات موجود ہوں۔

علماء کے اقوال

① شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ دین کی وجہ سے جان بوجھ کر ایک شخص کسی مسلمان کو قتل کرتا ہے اور پھر یہ قاتل مسلمان ہونے کا بھی دعویٰ کرتا ہے (جیسا کہ پاکستان افغانستان کے مرتد حکمران اور ان کی فوج) شیخ الاسلام نے جواب دیا اگر دین اسلام کی وجہ سے اس کو قتل کرے جیسا کہ کوئی عیسائی کسی مسلمان کو دین کی وجہ سے قتل کرتا ہے تو یہ قاتل بدترین کافر ہے یہ معاہد کافر نہیں بلکہ محارب کافر ہے یہ ان کفار کی طرح ہے جو اللہ کے رسول ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے قتال کرتے تھے یہ لوگ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے جیسا کہ دیگر کافر رہیں گے۔ (مجموع الفتاویٰ: ۱۳۶/۳۴)

② موجودہ مرتد حکمران جو کہ مسلمانوں کو مجاہدین کے نام پر گرفتار کرتے ہیں بلکہ ان کو گرفتار کرنا

اور ان کی بے عزتی کرنا جو کہ صریح کفر ہے وہ مجاہدین اور دیندار لوگ جو کہ کفریہ و طاغوتی نظام سے لڑنے کی بات کرتے ہیں انہیں واجب القتل قرار دیتے ہیں کیا اس طرح کرنے سے یہ (موجودہ حکمران) کافر ہوتے ہیں یا نہیں؟

جواب شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب کوئی شخص متفقہ حرام کو حلال قرار دیتا ہے یا متفقہ شریعت کو بدل دیتا ہے تو یہ شخص باتفاق فقہاء مرتد ہے۔ (۲۶۷/۳)

موجودہ حکمران جو کہ متفقہ حرام زنا، نشہ وغیرہ کو حلال قرار دیتے ہیں بلکہ زنا کے لیے پاکستان کی مرتد اسمبلی نے بل پاس کیا ہے اس طرح یہ سب مرتد اور واجب القتل قرار پاتے ہیں۔

② علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ: صحیح بخاری میں حدیث ہے جب اللہ کسی قوم پر عذاب نازل کرتا ہے تو وہ عذاب سب کو پہنچتا ہے اور پھر وہ اپنی نیتوں کے حساب سے اٹھائے جائیں گے۔ (بخاری: ۷۱۰۸ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما)

اس حدیث کی شرح میں ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس حدیث سے یہ مسئلہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ کفار اور ظالموں کے پاس سے بھاگنا ضروری ہے ان کے ساتھ رہنا خود کو ہلاکت میں ڈالنا ہے یہ تب ہے جب ان کے افعال پر راضی نہ ہو اور ان کے ساتھ مدد نہ کرتا ہو۔ اگر ان کے افعال پر راضی ہو اور ان کی مدد کرتا ہو تو یہ انہی میں سے ہے۔ (فتح الباری: ۱۳/۷۶)

③ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ نواقض اسلام کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: آٹھواں ناقض ہے مسلمانوں کے خلاف مشرکین کی مدد و پشت پناہی کرنا اس لیے کہ اللہ کا فرمان ہے: ﴿وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ﴾ تم میں سے جس نے بھی ان سے دوستی کی وہ انہی میں سے ہے۔ (مجموعۃ التوحید: ۳۳)

④ امام محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر کفار کے ساتھ دوستی ایسی ہو کہ ان کفار کے ساتھ ان کے گھروں (بستیوں) میں رہیں جنگ میں ان کا ساتھ دیں تو اس طرح کی دوستی کرنے والا

کافر ہے اس لیے کہ اللہ کا فرمان ہے: ﴿وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَفْعَدُوا مَعَهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ إِنَّكُمْ إِذًا مِثْلُهُمْ﴾ ”کہ تم پر کتاب میں یہ نازل کیا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیات کا مذاق اڑایا جا رہا ہے تو ان کے ساتھ مت بیٹھو جب تک یہ دوسری باتوں میں نہ لگ جائیں ورنہ تم بھی انہی کی طرح ہو گے۔“

(النساء: ۱۴۰) (مجموعۃ التوحید: ۱۷۵-۱۷۶)

کیا ابن حجر اور محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہما کے یہ اقوال اور فتویٰ موجودہ مرتد حکمرانوں اور ان کی فوج و ملیشیا پر صادق نہیں آتے جو کہ ظالم کفار کے قول و فعل پر راضی ہیں اور ان کی مدد و معاونت کر رہے ہیں۔ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر ان کے قول و فعل پر راضی ہو اور ان کی مدد کی تو وہ انہی میں سے ہے یہ قول ان درباری ملاؤں کے کفر پر بھی دلالت کرتا ہے جو ان مرتد حکمرانوں کے کاموں پر راضی ہیں۔

⑤ شیخ سلیمان بن سحان نجدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس نے کفار سے دوستی کر لی تو یہ انہی کی طرح ہے عقلمندوں کے نزدیک اس کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے اور جس نے ان سے کم دوستی رکھی ان کی طرف ذرا سا جھکاؤ رکھا تو اس کے فسق میں کوئی شک نہیں ہے اس کے کفر کا خدشہ ہے جبکہ ان سے محبت رکھنے والا ان کی مدد کرنے والا ان کے عمل کی موافقت کرنے والا یہ ان کفار کی طرح ہی کافر ہے اس کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے۔ (عقود الجواهر المنصدة الحسان: ۱۳۱)

فصل: موجودہ کفری نظاموں اور ان کے مددگاروں پر

کفر کا حکم بغیر توبہ کرائے لگایا جاسکتا ہے۔

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ موجودہ حکمران اور ان کے معاونین و مددگار مرتد ہیں جبکہ مرتد کو توبہ کرائے بغیر قتل کیا جاسکتا ہے شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مرتد کو توبہ کروائے بغیر قتل کیا جاسکتا ہے۔ (الصارم المسلول

(۳۲۰:)

① سنت: رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی السرح کے مرتد ہونے کا فیصلہ کیا توبہ کروائے بغیر اس کے قتل کا حکم دیا اور مدینہ آنے سے منع کر دیا مکہ میں رہنے دیا کہ وہ فتح سے پہلے دارالہرب تھا۔ اسی طرح رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فیصلہ اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا تھا اس کا عذر قبول نہیں کیا تھا۔ (الجامع: ۲/۲۱۵)

② اجماع: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس بات پر اجماع ہے کہ مرتد کو توبہ کروائے بغیر قتل کیا جائے گا جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ائمہ کفر کے مددگاروں کو توبہ کروائے بغیر قتل کر دیا تھا لہذا موجودہ جمہوری و طاغوتی حکومت کو توبہ کی مہلت نہیں دی جائے گی البتہ اگر قتال سے پہلے توبہ کر لی تو صحیح ہے۔ اب جبکہ طاغوت کا معنی اور اس کے مددگاروں کا حکم ذکر ہو گیا تو اب ہم مقصد اصلی کی طرف آتے ہیں یعنی موجودہ جمہوری حکمرانوں کے وزراء کے کفر و ارتداد کی طرف۔

موجودہ طاغوتی اور جمہوری حکمرانوں کے کفر پر دلائل

شبہ: ان حکمرانوں پر کفر کا فتویٰ اور حکم لگانا کسی مفتی کے لیے اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک ان کے حال سے واقفیت نہ حاصل کر لے۔ اور ان کے بارے میں اللہ کا حکم نہ معلوم کر لے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے تا تاریخوں سے قتال کے بارے میں سوال کیا۔ تو انہوں نے

جواب دیا کہ کتاب و سنت کی رو سے ان لوگوں سے قتال کرنا واجب ہے اس پر ائمہ مسلمین کا اتفاق بھی ہے۔ اس کی بنیاد دو اصولوں پر ہے:

① ان کے حال سے واقفیت۔

② ان جیسے لوگوں کے بارے میں اللہ کے حکم کی معرفت۔ (مجموع الفتاویٰ: ۲۸/۵۱۰)

بنا بریں موجودہ حکمران جو خود ساختہ قوانین و آئین اور طاغوتی نظام لوگوں پر زبردستی نافذ کرتے ہیں اسلام اور سنت کا مذاق اڑاتے ہیں اسے دقیانوسی کہتے ہیں مسلمانوں کا مذاق اڑاتے ہیں مجاہدین کا پہاڑوں میں پیچھا کرتے ہیں۔ بمباری کے ذریعے قرآن مجید کو شہید کرتے ہیں۔ علماء کو غیر مسلموں کے حوالے کرتے ہیں مدارس کو بند کر رہے ہیں ان پر بم برساتے ہیں شریعت کی آواز بلند کرنے والے کو دہشت گرد اور القاعدہ کہہ کر صلیبیوں کے ذریعے انہیں مروارہ ہے ہیں مجاہدین کی عورتوں کی عزتیں پامال کر رہے ہیں باغیرت مسلمانو! کیا ان حکمرانوں کے کفر میں کوئی شک باقی رہتا ہے؟ بلکہ جو انہیں کافر و مرتد نہیں کہتا وہ خود مرتد و کافر ہے یہ تو ان کی وہ حالت ہے جو ہمیں معلوم ہے ہو سکتا ہے کہ حقیقت اس سے بھی زیادہ بھیانک ہو۔ اللہ کا حکم اس بارے میں عنقریب ذکر کیا جائے گا۔

① تمہید: خود ساختہ قانون، آئین اور عدالت و کچھری کے کفر ہونے کے بارے میں دلائل تین طرح سے ہیں یہ تینوں مکلفات ہیں اور ان میں سے ہر ایک بذاتہ مکفر ہے۔ تینوں کسی میں پائے جائیں یا تینوں میں سے ایک کسی طاغوتی گروہ میں پایا جائے تو کافر قرار دیے جانے کے لیے کافی ہے۔ مکلفات مندرجہ ذیل ہیں:

① ما نزل اللہ کے مطابق فیصلہ نہ کرنا: یعنی شریعت محمدی ﷺ کے مطابق فیصلہ نہ کرنا بذاتہ کفر ہے اور پاکستان یا افغانستان کے آئین کے مطابق فیصلہ کرنا اس بات کو مستلزم ہے کہ شریعت محمدی ﷺ کو ترک کیا جائے اور ان کفریہ آئین و قوانین کے مطابق فیصلے کیے جائیں حالانکہ ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے جس کے لیے حکم الہی موجود نہ ہو لیکن مرتد حکمران اسے نافذ نہیں کرتے۔

② یہ ایسے قوانین بناتے ہیں جو شریعت محمدی ﷺ سے معارض و مخالف ہو جیسے انگریز کا قانون۔

③ حکم بغیر ما نزل اللہ یعنی آئین و قانون کے مطابق فیصلے کرنا بذاتہ کفر ہے اس لیے کہ یہ شریعت الہی کے مخالف ہے۔ یہ مذکورہ تینوں علیحدہ علیحدہ بھی مکفرات ہیں ان کے دلائل آئندہ آئیں گے۔ یہ تینوں مکفرات مندرجہ ذیل شعبوں میں یکجا ہو جاتے ہیں۔

① صدر یا جمہوریہ کا رئیس؛ یہ پورے ملک کا مختار و سربراہ ہوتا ہے اس لیے اس میں تینوں مکفرات بیک وقت جمع ہوتی ہیں اگرچہ کفر کے لیے ان میں سے ایک بھی کافی ہے اس لیے کہ یہ حکم کرنے والا ہے دوسرے لوگ اس کے حکم کے تابع و پابند ہیں۔ دوسرا اور تیسرا مکفر بھی صدر و رئیس جمہوریہ میں موجود ہے اس لیے کہ بغیر ما نزل اللہ فیصلہ اسی کے حکم سے ہوتا ہے۔ اور قانون کا مختراع بھی یہی ہے لہذا تینوں مکفرات صدر اور رئیس جمہوریہ میں پائے جاتے ہیں۔

② قومی و صوبائی اسمبلی، پارلیمنٹ: اس میں بھی تینوں مکفرات پائے جاتے ہیں اس لیے کہ جو بھی فیصلہ صادر ہوتا ہے اس کی منظوری پہلے اسمبلی سے لی جاتی ہے۔

③ وزارت قانون: اس وزارت میں بھی یہ تینوں مکفرات پائے جاتے ہیں اس لیے کہ یہ فیصلے نافذ کرتی ہے اور اگر کوئی اس کی مخالفت کرتا ہے تو اسے توہین کا مرتکب قرار دیتی ہے اس پر توہین عدالت کا مقدمہ کیا جاتا ہے۔

④ جج، وکیل، قاضی اور مفتی: جو بغیر ما نزل فتوے جاری کرتے ہیں اور آئین و قوانین (وضعیہ) کے مطابق فیصلے پر عمل کرتے ہیں ان میں دو مکفرات پائے جاتے ہیں۔ احکم بغیر ما نزل اللہ اور ترک حکم بما نزل اللہ مثلاً چور کے لیے شریعت میں سزا ہے کہ ان کے ہاتھ کاٹ دو، لیکن جج، قاضی مفتی اور وکیل کا فیصلہ ہے کہ اسے جیل میں ڈال دو اسی طرح دیگر فیصلے بھی ہیں۔ موجودہ قاضیوں اور وکیلوں میں دوسرا مکفر ہے اللہ کی شرع کے مخالف شرع ایجاد کرنا۔ ان قوانین میں اکثر ایسی شقیں ہیں

جوان کی ایجاد کردہ ہیں ان کے مطابق فیصلے کرتے ہیں لہذا ان میں بھی تینوں مکفرات جمع ہیں جو صدر و رئیس جمہور یہ میں ہیں۔

پہلا مکفر: کافر بنانے والی پہلی صفت کی دلیل ہے ترک حکم بما انزل اللہ۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾ اور جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہ لوگ کافر ہیں۔“ (المائدہ: ۴۴)

استدلال: اس آیت میں اللہ نے صرف بما انزل اللہ کے مطابق فیصلہ کرنے کی بنا پر کفر کا حکم لگا دیا ہے۔ یہ عام نص ہے اور اس میں کفر معرف باللام ہے جو کفر اکبر پر دلالت کرتا ہے لہذا جس نے ایک بھی فیصلہ ایسا کیا جس میں ما انزل اللہ کو ترک کیا تو وہ کافر ہے چاہے یہ شرعی قاضی ہو یا غیر شرعی قاضی، وکیل ہو یا جج، پنچایت کا سر پنچ ہو یا ملک، چوہدری و ڈیرہ کوئی بھی ہو یہ نص اس کے کفر پر دلالت کرتی ہے جو ما انزل اللہ کو ترک کر دے۔ البتہ اس میں وہ مجتہد شامل نہیں ہے جو اجتہاد میں غلطی کر لیتا ہے لہذا مجتہد کا معاملہ دوسرا ہے۔

دوسرا مکفر: ایسی شریعت بنانا جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی ہے: یعنی فیصلہ کرنے والے نے ایسی شریعت ایجاد کر لی جس کی اجازت اللہ نے نہیں دی ہے اس لیے کہ شریعت بنانا اللہ کا کام ہے اور جب تک کوئی شخص یہ صفت اللہ کے لیے تسلیم نہ کرے اس کی توحید صحیح نہیں ہو سکتی۔ اس لیے کہ اللہ کا فرمان ہے: ﴿إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ﴾ فیصلے کا اختیار صرف اللہ کے پاس ہے۔ ﴿وَلَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا﴾ اپنے فیصلے میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔ لہذا جو شخص لوگوں کے لیے قانون وضع کرتا ہے آئین بناتا ہے لوگوں کو اس پر عمل کرنے کے لیے مجبور کرتا ہے تو یہ شخص خود کو اللہ کے ساتھ ربوبیت والوہیت میں شریک بناتا ہے جبکہ یہ صریح کفر و ارتداد ہے۔ ﴿أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِّنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنُ بِهِ اللَّهُ﴾ ”کیا ان کے ایسے شریک ہیں جو ان کے لیے ایسی شریعت بناتے ہیں جس کی اجازت اللہ نے نہیں دی؟“ (الشوری: ۲۱) آیت میں ﴿مِنَ الدِّينِ كَامِنٍ﴾ تبعضیہ ہے یعنی

کہ کچھ فیصلے بنا رکھے ہیں، اگر مَن بیانیہ ہو تو پھر بھی صحیح ہے کہ پورا قانون و آئین یا کچھ قوانین بنا رکھے ہیں جو شریعت کے خلاف ہیں اور اللہ نے اجازت نہیں دی ہے لہذا یہ اللہ کے ساتھ خود کو شریک کر رہے ہیں۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ یہ لوگ اللہ کے نازل کردہ مضبوط دین و شریعت کی پیروی نہیں کرتے اور انسان یا جنات شیاطین کے بنائے ہوئے قوانین کا اتباع کرتے ہیں جس نے کچھ چیزیں حرام اور کچھ حلال قرار دی ہیں جیسے بکیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام جبکہ مردار، خون، جوا وغیرہ گمراہیوں کو حلال قرار دے رکھا ہے اس طرح جاہلیت کی بنا پر حلال و حرام قرار دینے سے ان کے دیگر عبادات بھی باطل و فاسد ہو جاتی ہیں۔ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ﴿ اَمْ لَهُمْ شُرَكَوَا..... ﴾ جس نے ایک بھی مستحب عمل ایجاد کر لیا، گھڑ لیا جس کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہو یا کسی چیز یا عمل کو واجب قرار دیا جسے اللہ نے جس کی اجازت نہ دی ہو اور جس نے ایسا کرنے والے کی اس کام میں تابعداری کی تو یہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے۔ (اقتضاء الصراط المستقیم: ۲۶۷)

③ استاد ابوالمنصور البغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس چیز کی حرمت پر قرآن کی نص موجود ہو اسے مباح قرار دیدے یا جسے قرآن کی نص نے جائز قرار دیا ہو اور اس میں تاویل کی بھی گنجائش نہ ہو اسے حرام قرار دے تو اس شخص کا امت مسلمہ سے کوئی تعلق نہیں ہے نہ ہی اس کی بات کی کوئی اہمیت ہے۔

کیا موجودہ کفریہ و طاغوتی نظام میں ایسا نہیں ہے کہ اللہ کے حرام کردہ کو حلال اور اس کے حلال کردہ کو حرام ٹھہرایا جاتا ہے؟۔ ہم ایسی کفری سیاسی مذہبی اسلامی جمہوری تنظیمیں نہیں چاہتے جو زبان سے کلمہ ادا کرتی ہوں مگر حقیقت میں مرتد اور طاغوتی حکمرانوں کے مددگار و معاون ہوں۔

تیسرا مکفر: (کافر بنانے والا) الحکم بغیر ما انزل اللہ کافر بنانے والا یہ تیسرا کام ہے کہ لوگ آئین، اساسی قانون، دستور و رواج کے مطابق فیصلے کرتے ہوں، جرگہ یا پنچائیت میں شرع کے خلاف فیصلے کیے جائیں جو بھی قوانین کے نفاذ کا حکم کرتا ہے چاہے حکمران ہو، قاضی ہو، وکیل ہو، جج

ہو، یا اسمبلی، سینیٹ، و پارلیمنٹ یا ان میں سے کسی کے ایسے فیصلے کی تائید و حمایت یا تعریف کرے ان کے لیے بل پاس کرے یہ سب الحکم بغیر ما نزل اللہ ہے مذکورہ افراد مرتد و کافر ہیں۔ ان کے کفر کی دلیل یہ آیت ہے: ﴿أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ﴾ (الشوریٰ: ۲۱) ﴿یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جس نے ایک بھی شق قانون کی ایسی بنا دی جو ما نزل اللہ کی مخالف ہو تو وہ شخص کافر ہے جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول مذکور ہوا ہے جس نے اس قانون سازی کی تابعداری کی تو اس نے اسے رب والہ بنا لیا لہذا یہ مشرک فی الحکم ہے۔

علامہ شفقیطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: شریعت کے تمام کونیہ و قدریہ احکام اللہ کی خصوصیت ہیں جیسا کہ مذکورہ آیات اس پر دلالت کرتی ہیں لہذا جو شخص بھی کسی اور کے بنائے ہوئے قانون کی اتباع کرے گا تو وہ اس قانون ساز کو رب بنانے والا اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والا شمار ہوگا۔ (اضواء البیان: ۷/۱۶۹)

جو شخص تھانے۔ کچہری یا عدالت میں فیصلہ لیجاتا ہے تو یہ شخص اس بے دین مرتد وکیل یا تھانیدار کا حکم ماننے والا کہلائے گا اور اسے رب بنانے والا اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے والا ہے حالانکہ اللہ اپنے حکم و فیصلے میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔ (الکھف: ۲۶)

علامہ شفقیطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس جیسی آیات سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ان لوگوں کے قوانین کی اتباع کرنا جو اللہ کی شرع کے علاوہ قانون بناتے ہیں تو یہ انہیں اللہ کے ساتھ شریک بناتے ہیں۔ (اضواء البیان: ۴/۸۲)

شفقیٹی رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص تھانہ، تحصیل، کچہری یا قوانین اساسی و آئین کے پاس فیصلے لیجاتے ہیں وہ سب مشرک ہیں یہ تو متبعین کا حال ہے اور جب یہ مشرک قرار پائے تو جو لوگ یہ قوانین بناتے ہیں یا اسے نافذ کرتے ہیں یا اس کے دفاع کے لیے جنگ کرتے ہیں کیا یہ لوگ مرتد و کافر نہیں ہیں؟ اس بارے میں دیگر آیات بھی ہیں ان کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اس لیے دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

کچھ اعتراضات اور من لہم تحکم بما انزل اللہ کی تاویلات

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾ سے متعلق براء بن عازب، حذیفہ بن الیمان، ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابو مجلز، ابو رجاء العطاردی، عکرمہ، عبید اللہ بن عبد اللہ، حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ وغیر ہم کہتے ہیں کہ یہ آیت اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کہ یہ ہم پر بھی لاگو ہوتی ہے۔ عبد الرزاق ابراہیم سے نقل کرتے ہیں فرمایا: یہ آیت بنی اسرائیل میں نازل ہوئی تھی اور اللہ نے اس امت کے لیے اسے پسند کیا۔ (ابن جریر وابن کثیر)

مخالفین کے تین اہم اعتراضات مندرجہ ذیل ہیں:

- ① یہ آیت خاص ہے اہل کتاب کے ساتھ مسلمانوں پر اس کا چسپاں کرنا جائز نہیں ہے۔
- ② یہاں کفر اصغر مراد ہے یعنی کفر دون کفر۔
- ③ یہ منکر کے بارے میں ہے یا اس کے بارے میں جو اسے حلال و جائز سمجھتا ہو۔

پہلے اعتراض کا جواب: ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کا قول گزر گیا کہ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہما، حسن بصری، ابراہیم نخعی اور عامر شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ براء بن عازب، ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابو مجلز، ابو رجاء العطاردی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے مگر مسلمانوں پر بھی واجب ہے۔ جب اس آیت کے نزول کے بارے میں صحابہ و تابعین کے اقوال میں اختلاف پیدا ہوا تو ان میں سے کسی کا قول حجت نہیں ہوگا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اختلاف کے ایک کی بات صحیح دوسرے کی غلط ہوتی ہے لہذا ایسے میں تم اجتہاد کام لیا کرو۔ (الجامع: ۲/۸۵۴)

یعنی اختلاف کے وقت ایک صحابی کی رائے صحیح ہوگی ایک کی صحیح نہیں ہوگی تو ایسی صورت میں اجتہاد کرنا

لازم ہے۔ ہمارے خیال میں آیت عام ہے اہل کتاب اور مسلمانوں سب کو شامل ہے۔ یہ بات ہم مندرجہ ذیل دلائل کی بنیاد پر کر رہے ہیں۔

① آیت کا صیغہ عام ہے آیت کی ابتداءً مَنْ شرطیہ سے ہوئی ہے ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ﴾ جبکہ اعتبار لفظ کے عموم کا ہوتا ہے سبب کی تخصیص کا نہیں۔ یہ عام متفقہ قاعدہ ہے۔ پہلے شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کا قول گزر چکا ہے کہ مَنْ صیغہ مبالغہ کا ہے جو عموم پر دلالت کرتا ہے خاص کر جب شرط یا استفہام ہو جیسے ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾ اور اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوءَ عَمَلِهِ ﴿(مجموع الفتاویٰ: ۱۰/۴۰۸۲/۲۴۶/۳)

یہ معلوم ہو گیا کہ آیت عام ہے اہل کتاب اور مسلمانوں سب کو شامل ہے۔ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کچھ لوگ اس آیت کی تاویل کرتے ہیں اور اسے صرف اہل کتاب کے لیے قرار دیتے ہیں جیسا کہ قتادہ اور ضحاک رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا قول ہے مگر یہ قول ظاہری لفظ کے مطلب سے بہت دور ہے لہذا اسے اپنا یا نہیں جا سکتا۔ (مدارج السالکین: ۱/۳۶۵)

علامہ قاسمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابو داؤد میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا جو یہ قول مذکور ہے کہ آیت یہود کے بارے میں ہے خاص کر قریظہ و بنو نظیر تو یہ قول ان لوگوں کے قول سے معارض نہیں ہے جو اسے دیگر لوگوں کے لیے بھی شامل قرار دیتے ہیں اس لیے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہے سبب کے خاص ہونے کا نہیں اور کلمہ مَنْ شرط کی جگہ میں واقع ہوا ہے لہذا یہ عموم کے لیے ہے۔

② دوسری وجہ: آیت عام ہے اس میں مسلمان بھی شامل ہیں اسی لیے تو اس میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے: ﴿فَإِنْ جَاءُوكَ فَاحْكُم بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ﴾ (المائدہ: ۴۲) ﴿اگر یہ آپ کے پاس آئیں تو آپ ان کے درمیان فیصلہ کریں یا اعراض کر لیں۔ دوسری جگہ ارشاد ہے: ﴿فَاحْكُم بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ﴾ (المائدہ: ۴۸) ﴿ان کے درمیان فیصلہ کریں اس (دین) کے مطابق جو آپ کی طرف اللہ نے نازل کیا

ہے اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں۔ یہ خطابات رسول ﷺ کو ہیں اور رسول ﷺ نے دو یہودی زانی و زانیہ کو رجم کیا تھا۔ یہ اصول کا قاعدہ ہے کہ رسول ﷺ کو خطاب امت کو خطاب ہے جب تک تخصیص کی دلیل نہ ہو۔ (الجامع: ۸۵/۲)

یہاں ایسی کوئی دلیل نہیں جس کی بنا پر ان آیات کو رسول ﷺ کے ساتھ خاص قرار دیا جائے۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ مفرد کے صیغے سے جمع کی طرف عدول کیا گیا ہے یعنی ولا تشر و بآیاتی اور فلا تشرؤ الناس۔

علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: قاعدہ یہ ہے کہ جس امر و نہی میں رسول ﷺ کو خطاب کیا گیا ہو اور ان کے لیے جائز و حلال قرار دیا گیا ہو تو امت بھی اس میں شریک ہوگی جیسا کہ بہت سے احکامات میں امت آپ ﷺ کے ساتھ شریک ہے جب تک خصوصیت کی کوئی دلیل نہ ہو تو آپ ﷺ کے لیے جو احکام ہیں وہ امت کے لیے بھی ہیں جب تک تخصیص نہ ہو جائے یہ سلف اور فقہاء کا مذہب ہے۔ (مجموع الفتاویٰ: ۸۲/۱۵)

③ تیسری وجہ: علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ آیات ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئیں ہیں جو کفر کی طرف لپکتے ہیں اور اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت سے خروج کرتے ہیں اللہ کی شریعت پر اپنی آراء و خواہشات کو مقدم رکھتے ہیں۔ (ابن کثیر: ۵۸/۲)

یہی خصوصیت و صفت موجودہ مرتد حکمرانوں میں بھی ہے جو اپنے آئین اور قانون کو قرآن و سنت پر مقدم کرتے ہیں اپنا حکم اللہ کے احکام پر مقدم رکھتے ہیں یہ آیات ان پر اچھی طرح صادق آتی ہیں۔

④ چوتھی وجہ: کسی بھی صحابی سے ثابت نہیں ہے کہ یہ آیت مسلمانوں کے بارے میں نہیں ہے۔ اگر ان سے یہ منقول ہے کہ یہ اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے تو اس سے آیت کی تخصیص ثابت نہیں ہوتی۔ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کسی آیت سے متعلق کہتے ہیں کہ یہ فلاں کے بارے میں نازل ہوئی ہے البتہ ان کے ہاں اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہوتا کہ یہ نص

سبب نزول کے علاوہ کسی اور کی طرف بھی متعدی ہوتا ہے جب تک لفظ اس کو شامل ہو۔ (مجموع الفتاویٰ: ۲۸/۳۱)

حاصل کلام

یہ آیت عام ہے اہل کتاب اور مسلمان سب اس کے حکم میں شامل ہیں جو اس کو خاص کہتا ہے اسے دلیل دینی چاہیے۔

دوسرے اعتراض کا جواب: مخالفین کہتے ہیں کہ اس سے مراد کفر اصغر ہے یعنی کفر دون کفر۔ لیکن ایک صحابی سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ سحت کیا ہے کیا فیصلہ میں رشوت دینے کو کہتے ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جس نے اللہ کے نازل کردہ (دین و شریعت) کے مطابق فیصلہ نہیں کیا وہ کافر ہے۔ وہ ظالم ہے۔ وہ فاسق ہے۔ جبکہ سحت یہ ہے کہ کوئی شخص کسی پریشانی میں آپ سے مدد مانگے اور آپ اس کی مدد کریں پھر وہ آپ کو ہدیہ، تحفہ دے اور آپ اسے قبول کر لیں۔ (تفسیر طبری: ۶/۲۴۰)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس قول سے ثابت ہوا کہ ان کے نزدیک وہ شخص کافر ہے جو بمانزل اللہ کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا وہ کافر ہے۔ یہی قول تابعین میں سے حسن بصری۔ سعید بن جبیر۔ ابراہیم نخعی۔ سدی رضی اللہ عنہم کا ہے۔ حسن بصری اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں جب قاضی رشوت قبول کر لے تو وہ کفر تک پہنچ جاتا ہے۔ (المغنی مع الشرح الكبير: ۱۱/۴۳۲)

اسی طرح محاسن التاویل میں لکھا ہے کہ یہ تینوں آیات یہود کے بارے میں ہیں مگر اس میں یہ دلیل ہے کہ جو بھی شخص رشوت لے کر فیصلہ و حکم بدل دیتا ہے تو وہ بغیر ما نزل اللہ فیصلہ کرنے قرار پاتا ہے لہذا وہ کافر، ظالم، فاسق ہے سدی کا بھی یہی قول ہے اس لیے کہ خطاب سے یہی ظاہر ہے۔ (محاسن التاویل للفاسمی: ۶/۲۱۵)

مذکورہ قول سے ثابت ہوا کہ کفر سے مراد یہاں کفر اکبر ہے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے یہ

رشید رضا پر بھی رد ہے جو کہتے ہیں کہ حکم بغیر ما انزل اللہ کفر نہیں ہے۔ (تفسیر المنار: ۶/۴۰۶)

دوسری بات یہ ہے بعض صحابہ و تابعین سے یہ منقول ہے کہ یہاں کفر سے مراد کفر اصغر ہے مگر یہ قول ضعیف ہے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور طاؤس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے مگر یہ نقل صحیح نہیں ہے۔ (تفسیر ابن جریر: ۶/۲۵۶)

ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کی تحقیق: ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول مختلف طرق سے مروی ہے:

① ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یہ وہ کفر نہیں جو تم مراد لیتے ہو۔ (کفر اصغر مراد ہے) ابن کثیر رضی اللہ عنہ نے یہ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے۔ ابن ابی حاتم اور حاکم نے روایت کیا ہے دونوں نے ((سفيان بن عيينه عن هشام بن حجير عن طاؤس عن ابن عباس)) روایت کیا ہے کہتے ہی کہ ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكُفْرُونَ﴾ (المائدہ: ۴۴) میں کفر سے مراد وہ کفر نہیں جو تم مراد لیتے ہو جو ملت سے خارج کرنے والا ہوتا ہے بلکہ یہ کفر دون کفر ہے۔ (حاکم فی المستدرک: ۲/۳۱۳ وقال صحيح الاسناد)

جواب: یہ اتر صحیح نہیں ہے اس لیے کہ اس میں ایک راوی ہشام بن حجر ضعیف ہے علامہ ذہبی کہتے ہیں شیخ لابن جریر ضعیفہ ابن معین و احمد ابن معین، احمد اور ذہبی نے اسے ضعیف کہا ہے (دیوان الضعفاء: ۲/۴۱۷-۴۶۲ المغنی فی الضعفاء: ۲/۴۷۷-۶۷۴)

ابن حجر کہتے ہیں: صدوق ہے مگر وہم والا ہے۔ امام بیہقی بن سعید القطان، علی ابن المدینی، امام ابن عدی اور العقلی نے بھی ضعیف کہا ہے۔ (الجامع: ۲/۸۵۸)

البتہ بعض تساہل علماء مثلاً ابن حبان نے اسے قوی قرار دیا ہے مگر ابن حبان تساہل مشہور ہیں جیسا کہ علامہ المعلمی الیمانی کہتے ہیں کہ العجلی کی توثیق کو بھی میں نے ابن حبان کی توثیق کی طرح پایا بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ (الانوار الکاشفہ: ۶۸)

پھر کہتے ہیں: اسی طرح ابن سعد کی توثیق ہے اس لیے کہ اس کی توثیق کا زیادہ تر حصہ واقدی سے ہے

جو کہ متروک ہے

خلاصہ کلام یہ کہ ہشام بن حجر ضعیف ہے اس لیے ان کی روایت سے استدلال نہیں کیا جاسکتا البتہ اس کی روایت متابعات میں فائدہ دے سکتی ہے لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کا متابع نہیں ہے لہذا یہ ضعیف ہے صحیح نہیں ہے۔

② ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح سند کے ساتھ جو کچھ ثابت ہے وہ یہ ہے: ومن لم تتكلم میں کفر اکبر ہی مراد ہوگا مگر ایسا کفر نہیں کہ اللہ، اس کے رسولوں، کتابوں اور فرشتوں پر کفر ہو لیکن بعد کا جملہ ابن طاؤس رضی اللہ عنہ کا ادراج ہے۔ امام ابن جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال ہوا ومن لم تتكلم کا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ کفر ہے۔ ابن طاؤس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یہ اس جیسا کفر نہیں جو اللہ، اس کے رسولوں، کتابوں اور فرشتوں کے ساتھ کفر کیا جائے۔ (تفسیر طبری بحوالہ الجامع ۲/۸۵۹)

مذکورہ بالا حوالہ سے معلوم ہوا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف اس بات کو منسوب کرنا غلط ہے کہ وہ اس آیت سے کفر دون کفر مراد لیتے ہیں بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی اس آیت سے کفر اکبر مراد لیتے ہیں۔ اس بات کے دو دلائل اور بھی ہیں۔

① امام نسائی فرماتے ہیں: باب تاویل قول اللہ ومن لم تتكلم ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح روایت کے ساتھ منقول ہے کہتے ہیں عیسیٰ عليه السلام کے بعد بادشاہوں نے توراہ اور انجیل کو بدل ڈالا۔ ان میں سے کچھ ایسے تھے جو مومن تھے اور بادشاہوں سے کہا کہ یہ لوگ بادشاہوں کے بارے میں ایسی آیات پڑھتے ہیں جو بادشاہوں کے لیے بدترین گالی ہے وہ آیت ہے: ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾ اس کے علاوہ یہ آیت ہمارے عیوب کی نشان دہی کرتی ہے۔ آپ ان سے کہیں کہ یہ اسی طرح پڑھا کریں جس طرح ہم پڑھتے ہیں اور یہ اس طرح ایمان لائیں جس طرح ہم ایمان لائے ہیں بادشاہ نے انہیں بلا کر دو باتوں میں سے ایک کا اختیار دیا کہ یا تو قتل ہونے کے لیے تیار ہو جائیں یا توراہ و انجیل پڑھنا ترک کر دیں سوائے اس کے جسے بدل دیا گیا ہے۔ (نسائی)

استدلال: معلوم ہوا کہ یہ آیت توراہ میں تحریف سے پہلے نازل ہوئی تھی اور بعد میں قرآن کی اس آیت سے بھی اس کی تصدیق ہوگئی

② اس آیت میں مذکور کفر سے مراد کفر اکبر اس لیے ہے کہ کلام الہی میں تحریف و تبدیلی بالاتفاق کفر ہے۔

③ تیسری دلیل سورۃ النعام کی آیت ۱۲۱ ہے: ﴿وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ﴾ (الانعام) اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو تم مشرک ہو گے۔ اس کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کچھ مشرک لوگ مسلمانوں کے ساتھ ذبیحہ (کے حلال) اور مردار کے حرم ہونے پر جھگڑا کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ جسے تم قتل کرتے ہو اسے کھاتے ہو جسے اللہ قتل کر دے (یعنی مردار) وہ تم نہیں کھاتے تو اللہ نے فرمایا کہ اگر تم نے ان کی بات مان لی تو تم مشرک ہو گے۔ (ابن کثیر: ۱۶۹/۲)

استدلال: ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ شریعت کے ایک مسئلہ تحلیل و تحریم میں بھی اگر شریعت کی مخالفت کی گئی تو یہ شرک ہے کرنے والا مشرک ہے تو پوری شریعت کو بدلنے اور اس کی جگہ کوئی اور قانون نافذ کرنے والا کافر نہیں ہوگا؟ یہ قرآن اس بات کی دلیل ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک آیت میں مذکور کفر سے مراد کفر اکبر ہے اور کفر اصغر یا کفر دون کفر کی نسبت ان کی طرف کرنا صحیح نہیں ہے۔

اس بات کے دلائل کہ وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ

الْكٰفِرُونَ ملت سے خارج کر دینے والا کفر ہے

① اجماع صحابہ: عمر فارق، علی، ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی یہ منقول ہو چکا ہے کہ یہ کفر اکبر ہے ملت سے خارج کر دینے والا ہے اور کسی بھی صحابی سے کفر دون کفر والی رائے ثابت نہیں ہے نہ ہی تابعی کی مخالفت کا اعتبار نہیں ہے جیسے طاؤس اور عطاء وغیرہ اس لیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا

اتفاق کفر اکبر مراد لینے پر ہو چکا ہے۔ اجماع اس لیے کہ مذکورہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مخالفت کسی صحابی نے نہیں کی لہذا اجماع ہوا۔

② عربی لغت کی دلالت: آیت میں کفر معرف باللام آیا ہے (الکافرون) اور یہ معنی کے مکمل ہونے پر دلالت کرتا ہے یعنی کفر اکبر ہونے کفر اکبر اس لیے کہ:

- ① الف لام کا لانا کفر کے ثبوت و لزوم پر دلالت کرتا ہے صرف فعل کے حدوث و تجدد پر نہیں۔
- ② الکافرون الف لام کے ساتھ مذکور ہوتا ہے تاکہ مسمیٰ کا کمال (تکمیل) حاصل ہو جو کہ کفر اکبر ہے۔

③ یہاں جواب شرط کے طور پر پورا جملہ اسمیہ مذکور ہے جس میں مبتدا اور خبر دونوں معرفہ ہیں۔ اولئک اور الکافرون۔ یہ علامت ہے اس بات کی کہ خبر (الکافرون) مبتدا (اولئک) میں منحصر ہے یہ اسم اشارہ ہے جو من لم تکلم کی طرف ہے اور مبتدا میں خبر کا منحصر ہونا کہ وہ بھی معرف باللام ہے یہ دلالت کرتا ہے مبالغہ پر یعنی حصول کمال کفر ان لوگوں کا جو لم تکلم بما انزل اللہ (سے متصف ہیں)۔ (الایضاح فی علوم البلاغۃ: ۱۰۱)

④ مبتدا کا خبر پر مقدم ہونا جملہ خبریہ میں جواب شرط میں اگرچہ یہ لغت میں اصل وقاعدہ ہے لیکن تقدیم ماحقہ التاخیر حصر کا فائدہ کرتا ہے۔

⑤ شرع سے دلالت: اگر اس آیت میں کفر کا حکم صرف ترک حکم بما انزل اللہ کی بنا پر مرتب ہو تو حکم بغیر ما انزل اللہ خود ہی لازم ہو جائے گا جیسا کہ آیت کے سبب نزول سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہود نے حکم بما انزل اللہ کو ترک کیا تھا یعنی رجم۔ اور حکم بغیر ما انزل اللہ کیا تھا یعنی کوڑے مارنا اور منہ کالا کرنا۔ لہذا یہ آیت دو لحاظ سے مکلف ہے:

① الحکم بغیر ما انزل اللہ۔

② اور ترک حکم بما انزل اللہ۔

لہذا شریعت بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہاں کفر سے مراد کفر اکبر ہے۔

تیسری غلط فہمی یا شبہ: یہ آیت اس کے بارے میں ہے جو ایسا کرنا سمجھتا ہو۔ اس بارے میں بعض مفسرین نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک آیت میں مراد انکار کرنا یعنی آدمی تب کافر ہوتا ہے جب وہ ما نزل اللہ کا منکر ہو جائے یہ مسلک عکرمہ کا بھی ہے۔ (تفسیر طبری: ۲۵۷/۶، ابو حیان: ۴۹۳/۳)

البتہ دیگر صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم مثلاً ابن مسعود وغیرہ نے یہ شرط نہیں لگائی بلکہ ان کے نزدیک ترک حکم بما نزل اللہ مطلقاً کفر ہے ان سے منقول ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حسن بصری رضی اللہ عنہ، ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جس نے رشوت لے کر فیصلہ بدل دیا اور بغیر ما نزل اللہ فیصلہ کر لیا تو اس نے کفر، فسق اور ظلم کیا۔ (محاسن التناویل للقاسمی: ۲۱۵/۶)

امام قرطبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یہ آیت عام ہے ہر اس شخص کے بارے میں ہے جو بغیر ما نزل اللہ فیصلہ کرتا ہے مسلمان ہو یہود ہو یا کفار۔ (قرطبی: ۱۹۰/۶)

امام قرطبی رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف سے یہ الفاظ بڑھائے ہیں۔ ((معتقداً ذلك و مستحلاً له)) کہ اس کا اعتقاد رکھتا ہو اسے حلال سمجھتا ہو۔ لیکن یہ الفاظ ابن مسعود رضی اللہ عنہ و حسن بصری رضی اللہ عنہ سے دلیل نہیں ہو سکتی مذکورہ اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ جو انکار اور استتلال کی شرط لگاتا ہے اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے اگر بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ شرط لگائی ہے تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ نے یہ شرط نہیں لگائی۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال میں اختلاف پیدا ہوا تو ان میں سے کوئی بھی قول حجت نہیں ہے ترجیح اس قول کو حاصل ہوگی جس میں یہ شرط اور قید نہیں ہوگی اس لیے کہ یہ قول مندرجہ ذیل کی بنا پر قوی ہوگا۔

① اس لیے کہ اس شرطیت کی کوئی صحیح دلیل نہیں ہے بلکہ یہ نص ظاہر کے خلاف ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول یہ قول کہ جس نے اللہ کے نازل کردہ کا انکار کیا تو وہ کافر ہو اور جس نے اقرار کیا مگر اس کے مطابق فیصلہ نہیں کیا تو وہ ظالم و فاسق ہو۔ (طبری: ۵۷/۶)

یہ قول بھی کتاب و سنت کے نص کے خلاف ہے اس لیے کہ اللہ نے کفر مطلق ذکر کیا ہے (من لم تحکم) اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے انکار سے معلق کرتے ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ تعلیق آیت پر وارد نہیں ہو سکتی۔ دوسری بات یہ ہے کہ جو لوگ اس طرح کی شرط لگاتے ہیں وہ اس حدیث کی بھی مخالفت کرتے ہیں۔ جس نے ایسی شرط لگائی جو کتاب اللہ میں نہیں ہے تو وہ شرط باطل ہے اگرچہ سو شرطیں ہوں۔ (متفق علیہ)

ابن عباس رضی اللہ عنہما خود فرماتے ہیں قریب ہے کہ تم پر آسمان سے پتھر برسیں میں کہتا ہوں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے اور تم کہتے ہو کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ (فتح المجید)

اسی وجہ سے ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بعض نے اس آیت کی تاویل میں کہا ہے کہ یہ آیت اس کے بارے میں ہے جو بمانزل اللہ کو انکار کی بنا پر ترک کرتا ہے یہ عکرمہ رحمہ اللہ کا قول ہے اور یہ مرجوح تاویل ہے اس لیے کہ صرف انکار ہی کفر ہے اگرچہ وہ فیصلہ کے یا نہ کرے۔ (مدارج السالکین: ۱/۳۶۵)

② اس آیت میں کفر سے مراد کفر اکبر ہے جو ملت سے خارج کرنے والا ہے لہذا جو کفر یہ تو انین اور نظام و قانون آئین یا پاکستان، دستور وغیرہ کے مطابق فیصلے کرتے ہیں یا ایسا کرنے والے کو اچھا کہتا یا سمجھتا ہے یہ اسلام سے خارج ہے اور کفر میں داخل ہے۔

③ اس آیت میں ﴿مکفر ترک حکم بمانزل اللہ﴾ ہے چاہے یہ کام استحلالاً ہو، قصداً ہو کہ تجرداً، مرکزی نقطہ یہاں ترک حکم بمانزل اللہ ہے باقی شروط اس میں معتبر نہیں ہیں، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

④ مذکورہ آیت اس بات پر دلیل ہے کہ اگر کسی نے ایک بھی فیصلہ میں ترک حکم بمانزل اللہ کر لیا یا متعدد فیصلوں میں دونوں میں یہ کفر وارد ہے البتہ وہ حاکم جو اجتہادی غلطی کی بنا پر ایسا فیصلہ کرتا ہے وہ مستثنیٰ ہے جیسا کہ پہلے تفصیل سے بیان ہو چکا ہے۔

خلاصہ

اس بارے میں علماء کے اقوال بھی ہیں جن کا ذکر بعد میں ہوگا مگر اس سے قبل ایک اور اہم مسئلہ کی وضاحت اور اس کا حکم بیان کرنا ضروری ہے وہ مسئلہ ہے اسمبلی و پارلیمنٹ میں جانا (ممبر بننا) حکومت میں شامل ہونا اور جمہوریت پسند جو حیلے بہانے تراشتے ہیں اپنے کفر کے دفاع کے لیے اس کا بھی ذکر ہو جائے گا۔ اب وہ دلائل ذکر کیے جاتے ہیں جن سے یہ ثابت ہو کہ اسمبلی و پارلیمنٹ کا ممبر بننا ارتداد ہے۔

وہ دلائل کہ جن کی رو سے اسمبلی ممبر بننا کفر ہے

اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جو تمام مخلوق کو رزق دیتی ہے وہی زندگی اور موت دیتی ہے وہی اللہ مخلوق کا خالق مدبر ہے نفع نقصان کا مالک ہے وہی قانون بنانے والا ہے وہی ہر چیز کا مالک ہے مسلمان کو اس بات میں شک نہیں ہے کہ احکام صادر کرنا حلال حرام قرار دینا یہ اللہ کی صفت ہے۔ تشریح بھی اللہ کا ہی حق ہے اسی نے بندوں کے لیے شریعت پسند کی ہے۔ لہذا ان تینوں امور میں اللہ نے اپنے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا..... شریک کرے گا تو وہ اسمبلی میں جا کر قانون بنائے گا کیا یہ لوگ ان امور میں اللہ کے ساتھ خود کو برابر سمجھتے ہیں کہ نہیں؟ بلکہ جمہوریت کے پیروکار کہتے ہیں کہ یہ بل اسمبلی نے پاس کیا ہے لہذا اس کا ماننا سب کے لیے ضروری ہے کیا ان لوگوں نے اللہ کی یہ تین صفات جان لی ہیں کہ یہ اللہ کے حرام کردہ کو حلال اور اس کے حلال کردہ کو حرام قرار دیتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ جب ہم سے لا الہ الا اللہ کو قبول کرتا ہے تو تین صفات کے ساتھ قبول کرتا ہے۔ اعتقاد، قول، عمل، سلف صالحین کے مسلک کے مطابق یہ ایمان قبول ہونے کی شرائط ہیں اگر اسمبلی ممبران اللہ پر شرعی قوانین پورا کرنے والا ایمان لائے ہوں تو انہیں اسمبلی میں نہیں جانا چاہیے۔

پہلی دلیل: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿أَمْ لَهُمْ شُرَكَوُا شَرَعُوا لَهُمْ مِّنَ الدِّينِ مَا لَمْ

يَاۡدُوۡنَ بِهٖ اللّٰهُ (الشورى: ۲۱) ﴿﴾ کیا ان کے ایسے شریک ہیں جو ان کے لیے دین میں وہ شریعت بناتے ہیں جس کی اجازت اللہ نے نہیں دی۔

استدلال: مثلاً شریعت میں زنا، چوری، قذف اور شراب کی حد مقرر ہے ان میں کسی یہ حق و اختیار حاصل نہیں ہے کہ ان میں تبدیلی کرے یا ان کو معطل کر دے اسی وجہ سے موجودہ کفری و طاعوتی نظام جو پاکستان و افغانستان میں رائج ہے کب کسی شرابی پر حد جاری ہوئی یا کسی چور کا ہاتھ کاٹا گیا؟ یا کسی زانی کو سنگسار کیا گیا؟ (طالبان کے دور میں اللہ کے فضل سے یہ کام جاری ہو گئے تھے) اسی لیے جمہوری و طاعوتی نظام نے ان امور کو معطل کر دیا یہ لوگ خود کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں ان احکام کے معطل ہونے پر اسمبلی ممبران راضی ہوں یا نہ ہوں یہ معطل ہوں گے (شریعت کے خلاف دوسری شریعت کو مانتے ہیں) اپنے بنائے ہوئے آئین اور قانون کا ان سے احترام کرواتے ہیں (ممبر قومی اسمبلی) کے لیے لازم ہے کہ اس قانون کو مانے ورنہ وہ نہ ممبر رہ سکتا ہے نہ ووٹ لینے کا حق دار ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ الیکشن کے لیے کھڑے ہونے سے پہلے ہی کافر ہو گیا تھا کہ اس نے کفر اور جمہوریت کے قانون پر دستخط کیے تھے

دوسری دلیل: یہ بات تو سب کو معلوم ہے کہ جب اسمبلی ممبران کے درمیان اختلاف پیدا ہوتا ہے تو اس کو طاعوت (آئین و قانون) کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور وہ ہی ان کے درمیان فیصلہ کرتا ہے لہذا یہ نواقض ایمان میں سے ہے اس بنا پر یہ ایمان سے خارج ہیں اس کی دلیل یہ آیت: ﴿الْم تَرِ اِلٰى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَا اُنزِلَ اِلَيْكَ وَاٰمَنُوْا بِمَا اُنزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يٰرِئِدُوْنَ اَنْ يَّبْحَثُوْا اِلٰى الطَّاغُوْتِ وَاَقْدَامُهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَاَقْدَامُهُمْ اَنْ يُّصَلِّهٖمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا (النساء: ۶۰)﴾ کیا آپ نے ان لوگوں کو دیکھا ہے جن کا خیال (یادعویٰ) ہے کہ وہ اس پر ایمان لائے ہیں جو آپ ﷺ اور آپ ﷺ سے قبل نازل ہوا ہے یہ چاہتے ہیں کہ اپنے فیصلے طاعوت کے پاس لیجائیں حالانکہ انہیں حکم کیا گیا ہے کہ طاعوت کا انکار کریں شیطان چاہتا ہے کہ انہیں دور کی گمراہی

میں ڈال دے۔

علامہ شیخ سلیمان بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ طاعوت یعنی ماسوی اللہ، کتاب و سنت کے علاوہ کسی اور کی طرف فیصلہ نہ لیجانا فرائض میں سے ہے جو طاعوت کے پاس فیصلہ لے جاتا ہے وہ مومن نہیں بلکہ مسلمان نہیں۔ (تیسیر العزیز الحمید: ۴۱۹)

علامہ جمال الدین القاسمی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے طاعوت (جمہوری نظام) کے پاس فیصلہ لیجانے کو طاعوت پر ایمان قرار دیا ہے اور طاعوت پر ایمان اللہ پر کفر ہے جس طرح کہ طاعوت پر کفر اللہ پر ایمان ہے۔

تیسری دلیل: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَ الرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَ أَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ (النساء: ۵۹) ﴿ایمان والوطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی اور جو تم میں سے اولی الامر ہیں۔ اگر تم کسی بات میں اختلاف کر بیٹھو تو اسے اللہ ورسول ﷺ کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے اچھا ہے۔

① حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ آیت اس بات پر قاطع دلیل ہے کہ تنازعہ کے وقت فیصلہ اللہ ورسول ﷺ کے پاس لیجانا واجب ہے اللہ ورسول ﷺ کے علاوہ کسی اور کی طرف نہیں جس نے ان کے علاوہ کسی اور طرف لیجانے کو جائز قرار دیا اس نے اللہ کے حکم کے الٹ کام کیا جس نے تنازعہ کے وقت غیر اللہ کے حکم کی طرف دعوت دی اس نے جاہلیت کا دعویٰ کیا۔ آدمی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک ہر تنازعہ کا فیصلہ اللہ اور کے رسول ﷺ کے پاس نہ لیجائے اس لیے کہ اللہ فرماتا ہے: ﴿إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ﴾ اور یہ شرط ہے جس کے انتفاء سے مشروط بھی منقہ ہو جاتا ہے لہذا یہ دلیل ہے کہ جو شخص تنازعہ کے وقت اللہ ورسول ﷺ کے علاوہ کسی اور کے پاس فیصلہ

لے گیا۔ وہ اللہ و آخرت پر ایمان کے متقاضی سے خارج ہے۔ یہ قاطع و فیصلہ کن آیت اس مسئلے میں کافی ہے یہ اپنے مخالفین کے خلاف واضح فیصلہ کرنے والی ہے اور اپنے تھامنے والے کو بچانے والی ہے۔

② حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (آیت کا مفہوم ہے کہ) اپنے جھگڑے و تنازعات کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کے پاس لیجا یا کرو اگر تم اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ اس بات پر دلیل ہے کہ جو شخص تنازعہ کے وقت کتاب و سنت کے پاس فیصلے نہیں لیجاتا وہ اللہ اور آخرت پر ایمان لانے والا نہیں ہے۔ موجودہ بے دین اور طاغوتی نظام اپنانے والے کو سوچنا چاہیے کہ یہ لوگ آئین و قانون اور تھانہ کچھری میں اپنے فیصلے لیجاتے ہیں اور انہیں فیصلوں کے مراکز مانتے ہیں کیا یہ لوگ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے مطابق کافر نہیں ہیں؟ یا تمہارے نزدیک اور درباری ملاؤں کے نزدیک ابن کثیر بھی تکفیری ہے؟

چوتھی دلیل: ﴿وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقَّبَ لِحُكْمِهِ وَهُوَ سَرِيعٌ الْحِسَابِ﴾ (الرعد: ۴۰) ﴿اللہ فیصلہ کرتا ہے کوئی اس کے فیصلے کو پیچھے نہیں کر سکتا اور وہ جلد حساب لینے والا ہے۔

استدلال: فرض کریں کہ ایک اسمبلی ممبر یہ کہے کہ یہ شریعت کا حکم ہے اسے نافذ کیا جائے اسکے لیے ووٹنگ ہوتی ہے اگر وہ حکم قانون و آئین پر پیش کیا جاتا ہے اگر اس سے متضاد ہو تو اسے رد کر دیا جاتا ہے کیا اس سے بڑا کوئی کفر ہے؟ کہ احکم الحاکمین کا حکم ارذل العالمین اور اجث الاخبثین کے سامنے پیش ہو اور وہ اسے رد کر دے؟ کیا یہ کفر نہیں ہے؟ طاغوتی نظام کے سیاستدان اور قانون دان سب اللہ کے احکام کو پیچھے دھکیلتے ہیں کیا اس طرح یہ لوگ کافر نہیں ہیں؟

پانچویں دلیل: ﴿فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ﴾ (البقرہ: ۲۵۶) ﴿جس نے طاغوت کا انکار کیا اور اللہ پر ایمان لایا اس نے مضبوط کڑا تھام لیا۔

استدلال: اس میں کوئی شک نہیں کہ موجودہ نظام طاغوت کا ہے اور اس کی طرف فیصلے

لیجائے جاتے ہیں یہی بت ہیں جن کی عبادت آج یہ جمہوریت پسند کر رہے ہیں۔
 مذکورہ پانچوں دلائل اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ پارلیمنٹ اور اسمبلی میں شرکت (ممبر بننا) کفر اور ارتداد ہے۔

اس بارے میں علماء کے اقوال کہ تحاکم الی الطاغوت اور جمہوریت کفر ہے

① علامہ جمال الدین القاسمی رحمۃ اللہ علیہ: اس آیت (نساء: ۶۰) میں اللہ نے طاغوت کے پاس فیصلہ لیجانے کو طاغوت پر ایمان قرار دیا ہے اور اس میں شک نہیں کہ طاغوت پر ایمان اللہ کے ساتھ کفر ہے اور طاغوت پر کفر اللہ پر ایمان ہے۔ (محاسن التاویل)

② علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ: اس آیت میں اللہ نے اپنی ذات کی قسم کھا کر بتلایا ہے کہ اس وقت تک کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے فیصلے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے پاس نہ لائے اور پھر اس فیصلے کو دل سے تسلیم نہ کر لے معلوم ہوا کہ فیصلہ لیجانا الگ اور سے دل سے تسلیم کرنا الگ چیز ہے۔ جب تک دل سے تسلیم نہ کرے اس وقت تک بھی مومن نہیں ہو سکتا۔ (الفصل فی الملل والنحل: ۳/۲۳۵)

③ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کفار کے ساتھ موالات کہ جس کی بنا پر اللہ نے اہل کتاب و منافقین کی مذمت کی ہے اس میں سے یہ بھی ہے کہ ان کے بعض کفریہ عقائد پر ایمان لایا جائے اور کتاب اللہ کو چھوڑ کر ان کے پاس فیصلہ لیجا جائے جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے: ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ (النساء: ۵۱)﴾ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا حصہ دیا گیا اور وہ ایمان لاتے ہیں منتر اور طاغوت پر؟ (مجموع الفتاوی: ۱۹۹/۲۹)

دوسری جگہ فرماتے ہیں: جس نے انبیاء صلی اللہ علیہم وسلم کی شریعت بدل ڈالی اور نئی شرع بنا لی تو اس کی بنائی ہوئی شرع باطل ہے اس کی اتباع جائز نہیں جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے۔ کیا ان کے ایسے شریک ہیں جو ان کے

لیے وہ شریعت دین میں سے بناتے ہیں جس کی اجازت اللہ نے نہیں دی؟ اسی لیے یہود و نصاریٰ کو کافر قرار دیا کہ انہوں نے تبدیل شدہ منسوخ شرع کو اپنا رکھا تھا۔ (مجموع الفتاویٰ: ۳۶۵/۳۵)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں: جو شریعت اللہ کی ہے اور اس نے اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمائی ہے اس سے نکلنے کا حق کسی کو نہیں ہے اس سے وہی نکلتا ہے جو کافر ہو۔ سوچنا چاہیے کہ جب شریعت الہی سے خروج یعنی اس کا التزام نہ کرنا کفر ہے تو پھر جمہوریت پسند طاغوتی جو کہ شریعت کے مقابلے پر قانون بناتے اور اسے شریعت پر ترجیح دیتے ہیں اور لوگوں کو اس قانون پر عمل کرنے پر مجبور کرتے ہیں کیا وہ لوگ شیخ الاسلام رحمہ اللہ کے اس قول کے مطابق کافر نہیں ہیں؟

④ دوسری جگہ فرماتے ہیں: یہ معلوم بات ہے کہ جو شخص اس امر و نہی کو ساقط کرتا ہے جو اللہ نے رسول ﷺ کے ذریعے نازل کیے ہیں تو ایسا شخص باتفاق مسلمین اور یہود و نصاریٰ کے نزدیک کافر ہے۔ (مجموع الفتاویٰ: ۱۰۶/۸)

استدلال: موجودہ طاغوتی نظام اسلامی احکام کو معطل کرتا ہے۔ زنا، سود اور شراب کو حلال قرار دیتے ہیں (حلال اس طرح قرار دیتے ہیں کہ اس پر حد نہیں لگاتے بلکہ اسے ظلم کہتے ہیں) یہ امر و نہی جس کے نہ ماننے سے آدمی کافر ہوتا ہے۔

⑤ دوسری جگہ فرماتے ہیں: جب انسان کسی متفقہ حلال کو حرام یا حرام کو حلال قرار دیدے تو گویا وہ متفقہ شریعت کو بدل دیتا ہے تو وہ باتفاق فقہاء کافر ہے۔ (مجموع الفتاویٰ: ۲۶۷/۳)

اس سے معلوم ہوا کہ آئین پاکستان اور پاکستانی قانون نے حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دیدیا ہے بلکہ اسے جائز و لازم کر دیا ہے جو شخص اس خود ساختہ قانون کی خلاف ورزی کرتا ہے وہ مجرم شمار ہوتا ہے اسے سخت سزا دی جاتی ہے کیا اس طرح کے لوگ کافر نہیں؟

⑥ ایک اور جگہ فرماتے ہیں: جب بھی کوئی عالم کتاب و سنت کا علم چھوڑ دے اور اللہ و رسول ﷺ کے حکم و فیصلے کے خلاف فیصلہ کرے تو وہ مرتد کافر ہے دنیا و آخرت میں سزا کا مستحق

ہے۔ (مجموع الفتاویٰ: ۲۷۳/۳۵)

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول درباری مرتد ملاؤں نے بارہا پڑھا ہوگا اس کے باوجود یہ مرتد حکمرانوں کے درباروں میں دم ہلاتے پھر رہے ہیں۔ شیخ الاسلام کے فرمان کے مطابق یہ بھی کفار مرتد اور دنیا و آخرت میں سزاء کے مستحق ہیں۔

④ ایک اور جگہ فرماتے ہیں: ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے ان تاتاریوں سے سوال کیا گیا جنہوں نے شام کے علاقوں پر حملہ کیا وہ اسلام کا اظہار کرتے ہیں مگر شریعت کے بہت سے احکام کا التزام نہیں کرتے ان کا کیا حکم ہے ان سے قتال کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے جواب دیا کوئی بھی گروہ جو شریعت کے ظاہری و متواتر احکام کے التزام سے رک جاتے ہیں چاہے تاتاری ہوں یا کوئی اور ان سے قتال کرنا واجب ہے اس وقت تک کہ جب تک وہ شرائع اسلام کا التزام نہ کریں۔ اگرچہ وہ شہادتین کا اقرار کرتے ہوں اور بعض شرائع کا التزام بھی کرتے ہوں جیسا کہ ابوبکر اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مانعین زکاۃ کے خلاف جہاد کیا تھا اس پر بعد میں بھی فقہاء نے اتفاق کیا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ کا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بحث کرنے کے بعد صحابہ کرام نے کتاب و سنت پر عمل کرتے ہوئے حقوق اسلام کے لیے قتال کرنے پر اتفاق کر لیا معلوم ہوا کہ شرائع پر عمل کیے بغیر صرف اسلام کو تھامنے سے قتال ساقط نہیں ہوتا۔ قتال واجب ہے جب تک دین مکمل طور پر اللہ کے لیے نافذ نہ ہو اور فتنہ ختم نہ ہو جب بھی دین غیر اللہ کا ہوگا تو قتال واجب ہوگا جو بھی گروہ فرض نماز، روزہ، حج اور مال و جان کی حرمت۔ شراب، زنا، جوئے کی حرمت اور ذی محرم سے نکاح کی حرمت، کفار سے جہاد کے التزام یا اہل کتاب پر جزیہ مقرر کرنے جیسے واجبات دین اور ان محرمات سے کہ جن سے انکار کا کوئی عذر نہیں ان کو نہ کرنے والا انہیں ترک کرنے والا کافر شمار ہوگا اس لیے کہ یہ سب واجب ہیں۔ ان سے انکار کرنے والے گروہ سے قتال کیا جائے گا اگرچہ وہ ان کا اقرار کرتا ہو میرے خیال میں اس میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (مجموع

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول موجودہ فوجیوں اور پولیس والوں اور دیگر مرتدین جو کفر کے تحفظ کے لیے رات دن کوشاں ہیں اور شریعت سے مکمل طور پر بے خبر و لاعلم ہیں ان پر بھی صادق آتا ہے۔

① ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد کے علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مانعین زکاۃ کے خلاف قتال ہوگا اگرچہ وہ پانچ وقت کی نمازیں پڑھتے ہوں رمضان کے روزے رکھتے ہوں ان کے لیے کوئی معتبر شبہ نہیں تھا (جس کی وجہ سے انہیں معذور سمجھا جاتا) لہذا وہ مرتد ہیں اس کے نہ کرنے سے ان کے ساتھ قتال کیا جائے گا اگرچہ وہ وجوب کا قائل ہو جیسا کہ اللہ نے حکم دیا ہے ان منکرین سے مروی ہے وہ کہتے تھے کہ اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زکاۃ لینے کا حکم دیا ہے۔ ﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً﴾ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ساقط ہو گیا۔ (مجموع الفتاویٰ: ۲۸/۵۱۹)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف اقرار کافی نہیں ہے بلکہ شریعت پر عمل لازم ہے اس لیے یہ لوگ زکاۃ کے قائل تھے لیکن زکاۃ نہیں دیتے تھے لہذا وہ مرتد قرار پائے کیا موجودہ حکمران اور جمہوریت پسند جنہوں نے تمام شرعی احکام معطل کر رکھے ہیں کیا یہ مرتد نہیں ہیں یہ تو ان سے بھی بڑے مرتد ہیں۔

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: قرآن اور اجماع سے ثابت ہے کہ دین اسلام نے اپنے سے قبل تمام ادیان کو منسوخ کر دیا ہے اب اگر کوئی شخص توراہ و انجیل کے احکام کا التزام کرتا ہے اور قرآن کی اتباع نہیں کرتا تو وہ کافر ہے اللہ تمام شریعتوں کو جو توراہ میں تھیں یا انجیل میں اور دیگر ادیان سب باطل کر دیے ہیں اور اسلامی شرائع کو جنوں اور انسانوں پر تقسیم کر دیا ہے اب صرف وہی حرام ہے جسے اسلامی شرع نے حرام کیا ہے اور وہی فرض ہے جسے اسلام نے فرض کیا ہے۔ (احکام اہل الذمۃ: ۱/۲۵۹)

جب اللہ توراہ و انجیل کے احکام ہم سے قبول نہیں کرتا اور ہم ان کے نفاذ سے کافر قرار پاتے ہیں تو کیا جمہوریت پسند طاغوتی ڈیموکریٹ کفری قوانین تو انین ماننے سے کافر نہیں ہوں گے؟

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ یا سق کے بارے میں جو چنگیر خان کے بنائے ہوئے قوانین اور مختلف ادیان اور اسلام کے کچھ احکام کا مجموعہ تھا اس کے مطابق تاتاری اپنے فیصلے کرتے تھے اس کے بارے میں ابن

کثیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس میں اللہ کی اس تمام شریعتوں کی مخالفت ہے جو اللہ نے اپنے انبیاء پر نازل کی تھیں (اس لیے کہ) جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ محکم شریعت کو چھوڑا اور فیصلہ کسی منسوخ شدہ شریعت کے پاس لے گیا تو وہ کافر ہے تو اس کے بارے میں کیا کہیں گے جو یاسق کے پاس فیصلہ لیجاتا ہے اور اسے شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر مقدم کرتا ہے جس نے ایسا کیا وہ بافتاق مسلمین کافر ہے۔ اللہ کا فرمان ہے: ﴿افحکم الجاهلیة یغون﴾ کیا یہ لوگ جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں؟ حالانکہ اللہ سے بہتر حکم کرنے والا کون ہے یقین کرنے والی قوم کے لیے؟ اور فرماتا ہے: تیرے رب کی قسم یہ لوگ اس تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے اختلافی معاملات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے سے اپنے دلوں میں تنگی محسوس نہ کریں اور اسے مکمل طور پر تسلیم کر لیں۔ (لسنة والنهاية: ۱۱۹/۱۳)

آیت ﴿افحکم الجاهلیة یغون﴾ کی تفسیر میں ابن کثیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اللہ اس آدمی کی مذمت کر رہا ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے نکلتا ہے حالانکہ یہ حکم ہر قسم کی بھلائی پر مشتمل اور ہر قسم کے شر سے منع کرنے والا ہے اسے چھوڑ کر کوئی آدمی دوسری آراء و خواہشات و اصلاحات کی طرف جاتا ہے جنہیں انسانوں نے وضع کیا ہے اور اللہ کی شریعت سے اس کی کوئی سند نہیں ہے جیسا کہ اہل جاہلیت ان گمراہیوں اور جہالتوں کے مطابق کرتے تھے کہ اپنی آراء و خواہشات سے قوانین وضع کرتے تھے اور جس طرح تاتاری اپنے ملکی سیاست کے فیصلے یاسق کے مطابق کرتے تھے جو ان کے لیے ان کے بادشاہ چینگیز خان نے مختلف شریعتوں یہودیت، نصرانیت، اور اسلامی احکام لے کر مرتب کیا تھا (جیسے متحدہ مجلس عمل، افغانستان و پاکستان کا آئین) بہت سے احکام صرف اس کی ذاتی رائے پر مبنی تھے یہ کتاب یاسق اس کی اولاد میں قابل اتباع شرع و قانون قرار پائی اور وہ اسے کتاب و سنت پر مقدم رکھتے تھے جس نے ایسا کیا وہ کافر ہے اس کے ساتھ اس وقت تک قتال کرنا واجب ہے جب تک وہ کتاب و سنت کی طرف نہ لوٹ آئے کسی بھی مسئلے میں ان دونوں کے علاوہ کوئی فیصلہ نہ کرے..... اللہ

سے زیادہ عادلانہ فیصلہ کس کا ہو سکتا ہے؟ اس کے لیے اللہ کی شریعت کو سمجھے اور اللہ پر ایمان لائے اس پر یقین رکھے اور یہ جان لے کہ وہ اللہ سب سے بہتری فیصلہ کرنے والا ہے اور اپنی مخلوق پر بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے وہ اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے ہر چیز پر قادر ہے ہر چیز کے ساتھ انصاف کرتا ہے۔ (ابن کثیر: ۶۷/۲)

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے اس فتویٰ میں چند توجہ طلب باتیں

① تقریباً سات سو سال قبل کا یہ فتویٰ موجود ہے دین طاعونتی جمہوری پارلیمانی اسمبلیوں کے کفر پر صحیح صادق آتا ہے اس لیے کہ یہ فتویٰ عام ہے ہر اس شخص کے بارے میں ہے جو اللہ کے فیصلے سے خروج کرتا ہے اور لوگوں کے جگہ، قانون، آئین اور فیصلوں کو لیتا ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے پھر مثالیں ذکر کی ہیں کہ جیسے جاہلیت کے لوگ فیصلے کرتے تھے اور جس طرح تاتاری اپنے قانون یا سق کے مطابق فیصلے کرتے تھے معلوم ہوا کہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دو مثالیں صرف ضرب المثل کے طور پر دی ہیں فتویٰ کی تخصیص کے لیے نہیں اسی لیے فتویٰ کا اختتام اس شرطیہ جملے کے ساتھ کیا کہ: فمن فعل ذلك فهو كافر۔ جو بھی اس طرح کرے گا وہ کافر ہے اس کے ساتھ قتال واجب ہے۔ تاکہ معلوم ہو کہ جو بھی خود ساختہ آئین و قانون کے مطابق فیصلے کرے گا وہ کافر ہے اس کے ساتھ قتال واجب ہے تاکہ معلوم ہو کہ جو بھی خود ساختہ آئین و قانون کے فیصلے کرے گا وہ کافر ہے واجب القتل ہے۔

② ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یا سق ایک کتاب تھی (جیسے تعزیرات پاکستان یا افغانستان کا قانون اساسی) یہ یا سق تین ادیان سے مرکب تھی، یہودیت، نصرانیت اور اسلام۔ بہت سے احکام چنگیز خان نے اپنی آراء اور خواہش سے بھی بنا رکھے تھے یہی صورت انگریزی آئین اور قانون اساسی اور وضعی میں بھی ہے کہ یہودیت، نصرانیت اور روشن خیالوں کی آراء سے مرکب ہے اگر کچھ لوگ کہیں کہ اس کے بعض حصوں کو مانیں گے اور بعض کو نہیں تو یہ بھی غلط ہے اس لیے کہ بعض حصوں کے ماننے

سے آدمی مسلمان نہیں ہوتا اللہ نے اسی بنا پر یہود کو کافر قرار دیا تھا کہ حدود میں سے ایک حد رجم کو بدل ڈالا تھا جبکہ ان خود ساختہ آئین و قوانین میں تمام حدود کو ضائع کر دیا گیا ہے کیا ایسا کرنے والے کا فر نہیں ہیں؟

③ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یاسق چنگیز خان کی اولاد میں قابل اتباع قانون کا درجہ اختیار کر گیا۔ لیکن موجودہ جمہوری طاغوتی قوانین چنگیزی قوانین کی بنسبت زیادہ کفر ہے اس لیے کہ تاتاریوں نے دیگر لوگوں پر اس قانون کو لازم نہیں کیا تھا جبکہ یہ جمہوری طاغوتی لوگ اپنا کفریہ آئین و اساسی قانون اللہ کے قانون کی طرح دوسروں پر لازم کرتے ہیں اور جو اس کفریہ قانون سے انحراف کرتا ہے اسے سزا دیتے ہیں اسے آئین کی توہین قرار ہیں کیا یہ لوگ تاتاریوں سے بڑھ کر کافر نہیں ہیں؟

④ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جیسا کہ چنگیز خان کے وضع کردہ قوانین کے مطابق اس کی اولاد عمل پیرا تھے اگر کوئی اور بھی اس طرح کرے گا تو وہ کافر ہے اس کے ساتھ قتال کرنا واجب ہے۔ اس جملے میں ان لوگوں کا رد ہے جو مرتد حکمرانوں کا دفاع کرتے ہیں جیسے درباری ملا جنہوں نے ان مرتد حکمرانوں کی تائید و حمایت کے لیے نام نہاد اسلامی تنظیمیں اور جماعتیں بنا رکھی ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ قانون ان حکمرانوں کا بنایا ہوا نہیں ہے ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ یہ ہے کہ چنگیز خان کے بیٹوں نے یہ قانون نہیں بنایا تھا ان کے باپ کا بنایا ہوا قانون ان کو ورثے میں ملا تھا پھر بھی ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ کسی نے ایسا کیا تو وہ کافر واجب القتل ہے۔ ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ افغانستان کا قانون اساسی کفار کا بنایا ہوا ہے پاکستان کا آئین یا تعزیرات لارڈ میکاولے کے بنائے ہوئے ہیں مگر پاکستانی اور افغانی مرتد حکمران یہ قوانین لوگوں پر زبردستی نافذ کرتے ہیں۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ سے پہلے اللہ کا فتویٰ موجود ہے۔ ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾

⑤ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول کہ جو ایسا کرتا ہے وہ کافر ہے۔ یہاں ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے صرف فعل کی

بنیاد پر کافر قرار دیا ہے یعنی جو خود ساختہ قانون کے مطابق فیصلے کرتا وہ کافر ہے یہ نہیں کہا کہ جو اعتقاد یا استحالاً ایسا کرتا ہے یا جو اللہ کے حکم کا انکار کرتا ہے۔ یہ سب شرطیں فاسد ہیں۔ یہ غالی مرجحہ کا عقیدہ ہے۔ دنیا میں کفر کا فیصلہ قول و فعل کی بنیاد پر ہوتا ہے اس کی وضاحت آئے گی۔

⑥ علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شہروں کے حکمران اور لوگوں کی حالت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

کچھ ان کفریہ عادات میں یہ بھی ہے کہ وہ فیصلے اس کے پاس لیجاتے ہیں جو طاعوتی احکام کے ماہر اور جاننے والے ہوں انہیں نہ اللہ سے حیا آتی ہے نہ بندوں سے شرم آتی ہے نہ ہی انہیں کسی کا خوف ہے بلکہ یہ ان شیطانی قوانین کے مطابق فیصلے کرتے ہیں ان لوگوں کے مابین جن تک ان کی رسائی ہوتی ہے یہ سب لوگوں کو معلوم ہے مگر کوئی اس پر اعتراض نہیں کرتا نہ اسے کوئی روک سکتا ہے حالانکہ یہ بغیر کسی شک و شبہ کے کفر ہے اللہ اور اس کی شریعت پر جس کا حکم اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے دیا ہے اور اپنے بندوں کے لیے اپنی کتاب میں اسے پسند بھی کیا ہے انہوں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام شرائع پر کفر کیا ہے آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک ان کے خلاف جہاد واجب اور قتال معین ہے اس وقت تک جب تک یہ اسلامی احکام کو نہ اپنائیں اور اس کی تابعداری نہ شروع کر لیں اور اپنے فیصلے شریعت مطہرہ کے مطابق کریں طاعوتی نظام سے نکل آئیں شریعت کے اصولوں سے ثابت ہے کہ ایسے طاغوتیوں کے خلاف اگر کوئی شخص جہاد و قتال کرتا ہے تو اس کا ساتھ دیا جائے گا اور اللہ بھی اس کی مدد کرے گا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ تم اگر ہماری راہ میں جہاد کرو گے تو ہم تمہارے قدم مضبوط کر دیں گے اور تمہاری مدد کریں گے۔ اور جس نے ان طاغوتیوں کے خلاف جہاد تک نہیں کیا جب اس کے پاس طاقت تھی تو یہ عذاب کا مستحق ہوگا مسلمانوں پر اللہ کے مختلف عذاب اس لیے آرہے ہیں کہ یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کرتے جیسے پہلے خوارج مسلط ہوئے تھے پھر قرامطہ اور باطنیہ پھر ترکی جنہوں نے اسلام کا خاتمہ کر دیا پھر اب نگریز (یہود و نصاریٰ) اب بھی عبرت حاصل کر لو تو عقل کی بات ہوگی۔

شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق موجودہ بے دین اور طاغوتی و کفری نظاموں کے خلاف جس نے طاقت کے باوجود جہاد نہیں کیا تو وہ بہت بڑا گناہ گار ہے ہم سب اس قول کے تحت آتے ہیں جب جہاد نہ کرنے والے گناہ گار ہیں تو ان طاغوتوں کا ساتھ دینے والے واجب القتل نہیں ہیں؟

④ شیخ عبداللطیف بن عبدالرحمن بن حسن بن محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۹۲ھ) سے سوال ہوا کہ جو دیہاتی یا گاؤں گوٹھوں کے سرکردہ لوگ اپنے رسوم و رواجوں کے مطابق جو فیصلے کرتے ہیں جب یہ معلوم ہو چکا ہے کہ یہ اچھا طریقہ اور عمل نہیں ہے تو کیا ان پر کفر کا فتویٰ لگا سکتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: جو شخص قرآن و سنت کو پہنچاتا ہے (کہ یہ اللہ کا حکم ہے) اور اس کے بعد بھی وہ ان دونوں کو چھوڑ کر کسی اور طرف فیصلہ لیجاتا ہے وہ کافر ہے اس لیے کہ اللہ کا فرمان ہے: ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾ (الدرر السنية: ۹/۲۴۱)

⑤ شیخ محمد بن عتیق نجری رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۰۱ھ) فرماتے ہیں: چوتھا ناقص (نواقض اسلام میں سے) یہ ہے کہ کتاب و سنت کے بجائے فیصلہ کسی اور کی طرف لیجایا جائے۔ پھر فرماتے ہیں: اس میں اکثر دیہاتوں اور گاؤں کے لوگ مبتلا ہوتے ہیں کہ وہ اپنے باپ دادا کے رسم و رواج و عادات ملعونہ کے مطابق فیصلے کرتے ہیں جنہیں وہ برادری یا قوموں کا قانون کہتے ہیں اسے وہ کتاب و سنت پر مقدم رکھتے ہیں جس نے بھی ایسا کیا وہ کافر ہے اس کے خلاف اس وقت تک قتال کیا جائے گا جب تک وہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی طرف نہ لوٹ آئے۔ (مجموعہ التوحید: ۱۲/۴)

⑥ شیخ عبداللہ بن حمید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس نے کوئی شریعت بنائی اور لوگوں کو اس پر عمل کرنے کے لیے مجبور کیا اور وہ شریعت اللہ کے حکم کے معارض تھی تو یہ (بنانے والا) ملت سے خارج ہے کافر ہے۔ (الجامع: ۸۸۸۲)

⑩ شیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ (۱۳۷۹ھ) فرماتے ہیں: واضح کفر اکبر یہ بھی ہے کہ ملعون قانون کو دین اسلام کی جگہ لاگو کیا جائے اس کے برابر قرار دیا جائے اور تنازعات کے وقت اس کی طرف رجوع

کیا جائے یہ اللہ کے اس حکم کی مخالفت اور اس سے عناد ہے: ﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ (النساء: ۵۹) ﴿اگر تم کسی معاملے میں اختلاف کر بیٹھو تو اسے اللہ ورسول کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے اچھا ہے۔ اللہ نے اس آدمی سے ایمان کی نفی کر دی ہے جو فیصلہ اللہ ورسول ﷺ کی طرف نہیں لیجاتا اور یہ نفی موکد ہے کہ حرف نفی مکرر لایا گیا ہے اور قسم کا صیغہ بھی استعمال کیا۔ فرمایا: ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ.....﴾ موجودہ دور میں اکثر اسلامی ممالک میں موجود عدالتیں کھلی ہوئی ہیں جن کی طرف لوگ جوق در جوق چلے آتے ہیں ان میں موجود حکام (جج) قرآن و سنت کے خلاف فیصلے کرتے ہیں اور ان پر قانون کو لازم ولاگو کرتے ہیں اس سے بڑھ کر اور کفر کیا ہو سکتا ہے؟ اور شہادتین کی مخالفت اس سے زیادہ اور کیا ہوگی؟۔ (رسالہ تحکیم القوانین و کتاب الجامع: ۲/۸۸۹)

⑪ شیخ محمد امین شنیقطنی رحمۃ اللہ علیہ آیت: ان هذا القرآن یهدی للتی هی اقوم کے تحت لکھتے ہیں۔ اس ہدایت اور صحیح بات کرنے والے قرآن کی دیگر باتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے وضاحت کر دی ہے کہ جس نے بھی محمد رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے علاوہ کسی اور شریعت (یا قانون) کی پیروی کی اس قانون و شریعت کی پیروی (جو کہ شریعت اسلامی کے خلاف ہے) واضح کفر ہے اسلام سے خارج کر دینے والا ہے۔ (اضواء لبیان: ۳/۴۳۹)

⑫ محمد بن جعفر الکلتانی جو کہ علمائے یورپ میں سے ہیں فرماتے ہیں: کفار کے قوانین کی پیروی اور ان کے مذہب کو اپنانا ان کے آئین پر عمل کرنا اور لوگوں کے درمیان فیصلے اللہ کے نازل کردہ دین کے بجائے کسی عقلی، سیاسی و کفری آراء کے مطابق کرنا کہ جن کی شریعت سے کوئی دلیل نہ ہونہ ہی اللہ کا کوئی فرشتہ اسے لایا ہو (وحی پر مبنی نہ ہو) تو قرآن و سنت میں اس بات سے اجتناب کرنے کے بے شمار احکام و دلائل ہیں اس پر وعید و توبیخ ہے جو ایسا کرتا ہے یا اس کی طرف دلی میلان رکھتا ہے۔ ہم ان کے

مذہب کو کیسے اپنا سکتے ہیں کس طرح ہم ان کے قوانین پر عمل کر سکتے ہیں جبکہ اللہ فرماتا ہے: ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكٰفِرُونَ، الظَّالِمُونَ، الْفٰسِقُونَ﴾ جس نے اللہ کے نازل کردہ پر فیصلہ نہیں کیا وہ کافر ہے، ظالم ہے۔ فاسق ہے۔ امام طروشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو شخص اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آئے ہوئے احکام کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا اس میں یہ تینوں صفات مکمل طور پر پائی جاتی ہیں یعنی کفر، ظلم اور فسق۔ (نصیحة اهل الاسلام: ۱۹۱)

۱۳) شیخ سلیمان بن سحمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب بعض اہل طاعوت سے کہا جاتا ہے کہ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی طرف لوٹ آؤ اور طاعوت کے احکام کو ترک کر دو تو کہتے ہیں کہ ہم ان قوانین و احکام کو اس لیے نہیں چھوڑ سکتے کہ ہمارے آپس میں لڑائی و قتل و غارت گری ہو جائے گی لوگ ایک دوسرے کو قتل کریں گے۔ حالانکہ جب یہ معلوم ہو چکا ہے کہ طاعوت کے پاس فیصلہ لیجانا کفر ہے اللہ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ کفر قتل سے بڑھ کر ہے اور فتنہ قتل سے بڑھ کر ہے۔ پھر کہتے ہیں: جب یہ فیصلہ (طاعوت کی طرف) لیجانا صریح کفر ہے اور اختلافات دنیا کی طرف سے ہیں تو اس کی وجہ سے کفر کیسے کیا جاسکتا ہے؟ انسان اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے ماں باپ اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبت نہ کرے اگر پوری دنیا ہی آدمی کی برباد ہو جائے پھر بھی اس کے لیے جائز نہیں کہ طاعوت کے پاس فیصلہ لیجائے اگر دینا خرچ کرنی پڑ جائے تو کر لینی چاہیے مگر طاعوت کے پاس نہیں جانا چاہیے۔ (الدرر السننیۃ: ۱۰/۵۱)

۱۴) شیخ عبدالرحمن السعدی فرماتے ہیں: ہر شخص پر واجب ہے کہ وہ غیر اللہ کو فیصلہ کرنے والا نہ بنائے اور جو بھی اختلافی معاملہ ہو اسے اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹائے اس طرح بندے کا دین مکمل طور پر اللہ کے لیے ہوگا اور توحید خالص لوجہ اللہ ہو جاتی ہے اور جو بھی شخص اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے علاوہ کسی اور کی طرف فیصلہ لیجاتا ہے وہ طاعوت کو حکم فیصلہ کرنے والا بناتا ہے اگرچہ وہ ایمان کا دعویٰ کرے مگر یہ دعویٰ جھوٹا ہوگا اس لیے کہ ایمان تب ہی مکمل اور صحیح کہلاتا ہے جب دین کے اصول

دفعہ میں اللہ ورسول ﷺ کو فیصلہ کرنے والا تسلیم کیا جائے جو اللہ ورسول ﷺ کے علاوہ کسی اور کے پاس فیصلہ لیجاتا ہے تو وہ اسے رب بناتا ہے اور طاعت کے پاس فیصلہ لیجاتا ہے۔ (القول السدید علی

کتاب التوحید)

- ⑮ محمد بن ابراہیم
 ⑯ شیخ عبداللہ بن عقیل
 ⑰ شیخ عبدالعزیز بن رشید
 ⑱ شیخ محمد بن مہیزع
 ⑲ شیخ عبدالعزیز الشتری
 ⑳ شیخ محمد بن عودہ

یہ سب علماء کرام بھی فرماتے ہیں کہ سب سے بدتر اور قابل نفرت برائی اور منکر یہ ہے کہ اللہ کی شریعت کو چھوڑ کر انسانی قوانین اور نظاموں اور اسلاف کی عادات و رسوم کے پاس فیصلہ لیجاتا ہے موجودہ دور میں بہت سے لوگ اس میں مبتلا ہو چکے ہیں اور محمد ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کو چھوڑ کر ان قوانین کو اپنا چکے ہیں یہ سب سے بڑا نفاق اور کفر ظلم اور فسق کی واضح علامت ہے یہ وہی احکام جاہلیت ہیں جنہیں قرآن نے باطل قرار دیا ہے اور اپنے رسول کو اس سے اجتناب کرنے کا حکم دیا ہے۔ النساء: ۶۰ اور المائدہ: ۴۴ میں یہ حکم ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے تمام لوگوں کے لیے شدید دہمکی اور ڈراوا ہے قرآن و سنت سے اعراض کے بارے میں اور اللہ کی طرف سے صریح حکم یہ ہے کہ جس نے شریعت اسلامی کے علاوہ کسی اور قانون کے مطابق فیصلہ کرنے والا کافر ظالم اور فاسق ہے یہ منافقین کی صفات کا حامل ہے اہل جاہلیت میں سے ہے مسلمانوں کو اس چیز سے بچنا چاہیے جس سے اللہ نے ڈرایا ہے اور یہ حکم دیا ہے کہ ہر معاملے میں شریعت کا حکم اپنائیں اور شریعت سے اعراض کرنے اس کو ناپسند کرنے کی روش چھوڑ دیں اس کی تنقیص اور اس کے ساتھ استہزاء نہ کریں اور شریعت کے

جائے دوسرے طریقوں پر فیصلے کرنے میں آسانی پیدا نہ کریں۔

خلاصہ

اس بارے میں دیگر علماء کے اقوال بھی ہیں اور یہ سب اقوال تائیدات ہیں دلائل نہیں دلائل سے پہلے ذکر کیے جا چکے ہیں کہ جس نے طاغوت یا جمہوری کفری قانون کو تسلیم کر لیا، ہتھیار سے اس کا دفاع کیا (فوج - پولیس - ملیشیا وغیرہ) یا قول و فعل سے اس کا دفاع کیا (جیسے اس نظام کے تحت مقرر کیے گئے دیگر اعلیٰ و ادنیٰ افسران ٹیچر، پرنسپل، انجینئر - وزیر، گورنر، وزیر اعلیٰ، سینیٹ و اسمبلی ممبران، وکیل، جج سے لے کر صدر وزیر اعظم تک سب مرتد ہیں ان کے خلاف قتال واجب ہے جیسا کہ پہلے علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول گزر چکا ہے۔ اب وضعی اساسی قانون، آئین یا لارڈ میکاولے کے بنائے ہوئے تعزیرات برطانیہ (پاکستان) کے مفاسد و خرابیاں ذکر کی جاتی ہیں۔

اساسی آئین یا پاکستان یا وضعی یا طاغوتی قانون کے کچھ مفاسد و نقصانات

پہلے ذکر ہو چکا کہ وضعی دستور، آئین کفار کی شریعت ہے اسی لیے اللہ کا فرمان ہے: ﴿أَمْ لَهُمْ شُرَكَوَا شَرَعُوا لَهُمْ مِّنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنُ بِهِ اللَّهُ﴾ (الشوریٰ: ۲۱) ﴿﴾ کیا ان کے ایسے شریک ہیں جو ان کے لیے شریعت بناتے ہیں جس کی اجازت اللہ کے نہیں دی ہے؟ اس آیت میں اللہ نے یہ ذکر کیا ہے کہ ان کے لیے شریکوں نے دین بنا رکھا ہے معلوم ہوا کہ قانون اساسی (افغانستان) یا انگریزی آئین کافروں کا دین ہے اور اللہ کا فرمان ہے: ﴿وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ (آل عمران: ۸۵) ﴿﴾ جس نے اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کیا وہ ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ شخص آخرت میں نقصان اٹھانے والوں سے ہوگا۔ دین اسلام کے بہت سے محاسن ہیں جن کا تذکرہ پہلے ہو چکا چھ مصالح بیان ہو گئے ہیں۔ اسی طرح طاغوتی و جمہوری نظام قوانین وضعیہ میں بہت سے مفاسد و نقصانات ہیں مثلاً:

① یہ شریعت سے انکار ہے اس لیے کہ اس کا مرجع و ماخذ کفار یہود و نصاریٰ انگریز ہیں۔ اللہ کا فرمان ہے: ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾

② یہ طاغوت کی شریعت ہے: يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ (النساء: ۶۰) ﴿یہ لوگ چاہتے ہیں کہ طاغوت کے پاس لیجائیں۔ یعنی جمہوری و طاغوتی چاہتے ہیں کہ فیصلے طاغوت کے پاس لیجائیں اور اللہ کے علاوہ جس کے پاس بھی فیصلہ لیجایا جائے گا وہ طاغوت ہے۔

③ قانون اساسی (افغانستان) اور آئین پاکستان شیطان کی شریعت ہے۔ اللہ کا فرمان ہے: ﴿وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نُقِيضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ﴾ (زخرف: ۳۶) ﴿جو رحمان کی شریعت کی تابعداری نہیں کرتا تو یہ شیطان کی شریعت کا متبع ہے اور شیطان طاغوت ہی ہے۔ معلوم ہوا کہ جو شخص اللہ کے حکم اور فیصلے کی مخالفت کرتا ہے تو یہ فیصلہ جہل اور جاہلیت کا ہے اگرچہ طاغوتی و جمہوری کفار نے اپنے فیصلوں کے بہت خوبصورت نام رکھے ہیں کبھی انہیں قانون وضعی، کبھی قانون اساسی، کبھی آئین کبھی سیکولرازم کہتے ہیں مگر یہ سب ابلیس کا دھوکہ ہے کہ بدترین چیز کا خوبصورت نام رکھا ہے تاکہ یہ عام ہو جائے جیسا کہ آدم علیہ السلام کو ابلیس نے کہا تھا۔ ﴿يَا دُمُ هَلْ أَذُنُكَ عَلَى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلَى﴾ (طہ: ۱۲۰) ﴿کیا میں تمہیں ایسے درخت کے بارے میں نہ بتاؤں جو ہمیشہ رہنے والا (یا رکھنے والا) ہے اور ایسی بادشاہت جو ختم نہ ہو۔ جو حسرت و ندامت کا درخت تھا اس کا نام شجرۃ الخلد رکھ دیا۔

④ قانون اساسی (افغانستان) یا آئین پاکستان اندھیروں کی شریعت ہے اس لیے کہ یہ دراصل کفار کی شریعت ہے اور کفار اندھیروں والے ہی ہیں۔ جیسا کہ اللہ فرماتا ہے: ﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُمْ مِّنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ﴾ (البقرة: ۲۵۷) ﴿جو لوگ کافر ہیں ان کا دوست طاغوت (شیطان) ہے جو انہیں نور سے اندھیروں کی طرف لاتا ہے۔

⑤ قانون وضعی گمراہی کی شریعت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَذَلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ﴾

فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ (یونس: ۳۲) ﴿﴾ انہی (صفات والا) اللہ تمہارا رب ہے حق اور حق کے علاوہ ہے ہی کیا سوائے گمراہی کے۔ اس آیت میں دو اہم شریعتوں کفر اور اسلام کو مختصر کیا گیا ہے کہ یا تو شریعت کفر ہوگا یا اسلام یعنی یا تو اللہ کی شریعت ہوگی یا گمراہی کی۔

④ اساسی اور وضعی قانون اندھوں کی شریعت ہے اللہ فرماتا ہے: ﴿أَفَمَنْ يَعْلَمُ أَنَّمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ أَعْمَى (رعد: ۱۹)﴾ ﴿﴾ کیا وہ شخص جو جانتا ہے کہ تیرے رب نے تجھ پر حق نازل کیا ہے (کیا وہ شخص) اندھے کی طرح ہے؟ (ہرگز نہیں)۔ دوسری جگہ اللہ نے کفار اور مومنوں کا ذکر اس طرح کیا ہے: ﴿مَثَلُ الْفَرِيقَيْنِ كَالْأَعْمَى وَالْأَصْمَى وَالْبَصِيرِ وَالسَّمِيعِ هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا أَفَلَا تَذَكَّرُونَ (هود: ۲۴)﴾ ﴿﴾ دونوں گروہوں کی مثال اندھے بہرے اور دیکھنے سننے والے کی ہے کیا یہ دونوں مثال میں برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟

⑤ قوانین وضعی خواہشات کی شریعت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ (النجم: ۳)﴾ ﴿﴾ اور وہ خواہشات سے بات نہیں کرتا یہ صرف وحی ہے جو اس کے پاس آتی ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے: ﴿فَإِنْ لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِنَ اللَّهِ (القصص: ۵۰)﴾ ﴿﴾ اگر یہ آپ کی بات قبول نہ کریں تو جان لیں کہ یہ اپنی خواہشات کی پیروی کر رہے ہیں اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہے جو اللہ کی طرف سے ہدایت کے بغیر اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے۔ اس آیت میں شریعت کی اتباع کا ذکر ہوا ہے کہ شریعت کتاب و سنت ہے اور دوسری شریعت خواہشات کی ہے اور خواہشات کی پیروی عین گمراہی ہے اور فساد کی جڑ ہے۔

⑥ قوانین وضعی، جمہوری اور آئین ظلم کی شریعت ہے اللہ فرماتا ہے: ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (المائدہ)﴾ ﴿﴾ جو لوگ اللہ کے نازل کردہ شریعت پر فیصلہ نہیں کرتے وہ ظالم ہیں۔ آیت سے معلوم ہوا کہ قانون اساسی اور آئین پاکستان کفر اور ظلم ہے اور جب اسی

قانون کے تحت عدل کی وزارت قائم ہوئی ہے تو یہ شریعت کے ساتھ مذاق نہیں ہے؟ کہ قانون کفر کا اور اس میں وزارت عدل کی؟ یہ شریعت کے ساتھ دشمنی ہے اس لیے اللہ نے اسے ظلم کہا ہے اور یہ لوگ اس کو عدل کہتے ہیں علماء نے صرف اسی بناء پر انہیں کافر قرار دیا ہے۔

نواب صدیق حسن خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کفر کی وجہ سے کفار کی تعریف کرنا دین اسلام سے ارتداد ہے اور ان کو جو لوگ انصاف والے عادل کہتے ہیں اگر اس کہنے والے کی مراد وہ کفریہ کام ہوں جن سے ان کے احکام بنے ہیں تو یہ صریح کفر ہے اللہ نے اس کی مذمت کی ہے اس کو برا کہا ہے اور اسے سرکشی، عناد، جھوٹ واضح گناہ، بہتان اور خسارہ کہا ہے۔ عدل دراصل اللہ کی وہ شریعت ہے جو اس کی کتاب

اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ (العبرة فیما ورد فی الغزو والشہادۃ والہجرۃ: ۲۴۶)

⑩ قانون اساسی اور آئین پاکستان بہت ہی بری شریعت ہے اس لیے کہ یہ خرابیوں کا منبع ہے کعب احبار رضی اللہ عنہم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا تھا توراہ میں لکھا ہے جس نے ظلم کیا اس نے اپنا گھر برباد کر دیا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا قرآن میں بھی یہی ہے: ﴿فَتِلْكَ بُيُوتُهُمْ خَاوِيَةٌ بِمَا ظَلَمُوا﴾ (النمل: ۵۳) یہ ان کے گھر ہیں ویران ان کے ظلم کی وجہ سے۔ یہ ثابت بھی ہے کہ انگریز کے قانون میں آئے روز ہم دیکھتے ہیں کہ کتنے ڈاکے پڑتے ہیں قتل ہو رہے ہیں دیگر بہت سی خرابیاں ہیں یہ سب اس لیے کہ قانون کفری ہے انگریز کا قانون ہے۔ امن صرف اسلامی شریعت میں ہے خرابی اور بربادی کفری قانون میں ہے۔

⑪ طاغوتی قانون تنگی (معیشت کی خرابی) کی شریعت ہے۔ اللہ کا فرمان ہے: ﴿وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا﴾ (طہ: ۱۲۴) جس نے میرے ذکر سے منہ موڑ لیا اس کے لیے تنگ زندگی ہے۔ آج کے دور میں تمام مسلمانوں کی زندگی اس لیے تنگی میں گزر رہی ہے کہ انہوں نے اسلامی شریعت کو چھوڑ کر کفری شریعت کو فیصلوں کے لیے منتخب کیا ہے اس کا یہی اثر ان پر پڑنا تھا۔

﴿۱۲﴾ جمہوری قانون مصائب کی شریعت ہے۔ اللہ فرماتا ہے: ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَى مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا كَيْفَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ثُمَّ جَاءَهُمْ وَكَمْ يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا إِحْسَانًا وَتَوْفِيقًا﴾ (النساء: ۶۱-۶۲) ﴿﴾ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اللہ کے نازل کردہ (دین) اور رسول ﷺ کی طرف تو آپ ان منافقین کو دیکھیں گے آپ ﷺ کے پاس آنے سے رک جاتے ہیں پس کیسے ہوگا جب ان کے اعمال کی وجہ سے ان پر مصیبت آتی ہے تو پھر آپ ﷺ کے پاس آ کر اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم نے تو صرف اچھائی اور (دونوں گروہوں میں) صلح و صفائی کا ارادہ کیا تھا۔

﴿۱۳﴾ جمہوریت پسند طاغوتی کہتے ہیں کہ عداوت اور دشمنی کا قانون (اسلامی) شریعت ہے۔

اللہ فرماتا ہے: ﴿فَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ فَأَعْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ﴾ (المائدة: ۱۴) ﴿﴾ انہوں نے بھلا دیا اس نصیحت کا ایک حصہ جو انہیں دی گئی تھی تو ہم نے ان کے درمیان دشمنی اور نفرت پروان چڑھادی۔ معلوم ہوا کہ احکام شرعیہ کو بھلانا اور چھوڑنا بغض و نفرت اور دشمنی کا سبب ہے یہ تو صرف بھلانے اور ترک کرنے کی وجہ سے ہے اور جو اس کے بدلے میں کفری جمہوری قانون کو پسند کرتا ہے اور اس شریعت کو چھوڑ دیتا ہے تو اس کا کیا حال ہوگا؟ آج سارے نام نہاد اسلامی ممالک میں دشمنیاں اور عداوتیں صرف اسی وجہ سے ہیں کہ انہوں نے کفری قوانین نافذ کیے ہیں۔

﴿۱۴﴾ کفری جمہوری قانون بربادی و ہلاکت کا قانون ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُنْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا﴾ (بنی اسرائیل: ۱۶) ﴿﴾ جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم اس کے عیش پرستوں کو حکم کرتے ہیں (توحید کا) مگر وہ نافرمانی کرتے ہیں اور ان پر فیصلہ پورا ہو جاتا ہے عذاب کا اور اسے ہم بری طرح تباہ کر دیتے ہیں۔

خلاصہ

یہ جمہوری اور طاغوتی قانون جو ظلم، فساد، کفر، شرک، بربادی، ہلاکت، جاہلیت، خواہش پرستی، نقصان والی شیطانی شریعت اور قانون ہے اس میں قتل کی سزاء، چوری کی سزاء معطل کی گئی ہے۔ زنا کو جائز کیا گیا ہے اس میں بے حیائی، عمریانی، فحاشی ریڈیو اور ٹی وی پر گانے جائز قرار دیے گئے ہیں۔ شراب حلال، سود حلال کیا گیا ہے۔ جرائم کی جرات لوگوں میں پیدا ہوئی ہے۔ عورتوں اور مردوں کو برابر قرار دیا گیا ہے۔ مخلوط تعلیم، لڑکوں لڑکیوں کے سرعام معاشرے اور دوستیاں جو بے حیائی کا سبب ہیں اس قانون میں ان سب کو آزادی حاصل ہے۔ یہ سب دراصل یورپ اور امریکہ کا کلچر ہے ان کے ساتھ ان کاموں میں شرکت کرنا یا ان کے طریقے کو اچھا سمجھنا یہ اسلام کے ساتھ استہزاء و مذاق ہے۔ دینی تعلیم معطل اور کفری انگریزی تعلیم کے لیے کڑے لڑکیوں کے لیے اسکول کالج اور یونیورسٹیاں بنائی گئی ہیں جو بے حیائی، زنا اور لواطت کے اڈے ہیں اس قانون میں ان سب کو تحفظ حاصل ہے مخلوط تعلیم جو زنا کا بے خطر راستہ و ذریعہ ہے اس قانون کی سب سے بڑی خواہش و آرزو ہے۔

شرک، کفر، الحاد کی تعلیم اسکولوں میں آزادانہ طریقے سے دی جاتی ہے اسی قانون کے سائے میں لوگ کفر، شرک اور الحاد کی تنظیموں میں شامل ہوتے رہے ہیں اگرچہ کچھ تنظیمیں اور سیاسی جماعتیں اسلامی کہلاتی ہیں مگر چونکہ یہ اس کفری نظام کی تائید کرتی ہیں لہذا یہ بھی کفریہ تنظیمیں ہیں انہوں نے اس کفری قانون پر پردہ ڈال رکھا ہے تاکہ ان کا کفر نظر نہ آسکے حالانکہ یہی نام نہاد اسلامی تنظیمیں ہی اس کفری نظام کی مددگار ہیں ان کے لیے شرعی حکم پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

طاغوتی جمہوری کفار کی غلط فہمیاں یا شبہات ذکر کرنے سے پہلے ہم نام نہاد کلمہ گو مسلمانوں درباری ملاؤں سے شبہات کا ذکر کریں گے کہ جو آیات کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہیں یہ مسلمانوں پر کیسے منطبق کی جاسکتی ہیں؟ اب ہم وہ آیات ذکر کریں گے جو کفار کے بارے میں نازل ہوئی تھیں مگر رسول

ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انہیں مسلمانوں پر منطبق کیا ہے۔

ان آیات سے استدلال جو کفار کے بارے میں نازل ہوئیں تھیں مگر مسلمانوں پر بھی منطبق کی جاسکتی ہیں

مشہور قاعدہ ہے کہ اعتبار لفظ کے عموم کا ہوگا سب کی تخصیص کا نہیں ہوگا۔ آیت اگر کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہو مگر جب تک اس کے الفاظ عام ہیں تو مسلمانوں پر بھی اس سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔ وہ دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

① اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَرَأَى الْمُجْرِمُونَ النَّارَ فَظَنُّوا أَنَّهُمْ مُوَاقِعُوهَا وَ لَم يَجِدُوا عَنْهَا مَصْرِفًا وَ لَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هَذَا الْقُرْآنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ وَ كَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا﴾ (الكهف: ۵۳) اور دیکھیں گے مجرم آگ کو تو یقین کر لیں گے کہ یہ اس میں جانے والے ہیں اور اس سب بھاگنے کا راستہ نہیں پائیں گے۔ ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لیے مختلف مثالیں بیان کی ہیں انسان بہت ہی جھگڑا کرنے والا ہے۔

رسول ﷺ نے یہ آیت جناب علی رضی اللہ عنہ کے خلاف دلیل کے طور پر پیش کی تھی۔ مسند احمد میں علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ رات کو نبی ﷺ ہمارے گھر آئے تو پوچھا کہ تم لوگ نماز نہیں پڑھتے؟ میں نے کہا اللہ کے رسول ﷺ ہماری جانیں اللہ کے ہاتھ میں ہے جب وہ چاہتا ہے ہمیں جگا دیتا ہے تو ہم اٹھ جاتے ہیں جب میں نے یہ بات کی تو آپ نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا البتہ میں نے آپ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ﴿وَ كَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا﴾ یہ آیت کفار کے بارے میں ہے مگر آپ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کے خلاف دلیل بنالی۔

② رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: وہ قوم کبھی فلاح نہیں پاسکتی جس نے اپنے اختیارات عورت کو

یہ بات رسول ﷺ نے اہل فارس کے بارے میں کہی تھی جب انہوں نے کسریٰ بادشاہ کی بیٹی کو حکمران بنایا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے اسے عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف دلیل بنایا جب وہ جنگ جمل والے گروہ کی امیر بنیں تھیں۔

③ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قُلِ اللَّهُ يُنَجِّبُكُم مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ أَنْتُمْ تُشْرِكُونَ، قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَبْعَتْ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبَسَكُمْ شِيْعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ (الانعام: ٦٤-٦٥)﴾ کہہ دیجئے کہ اللہ تمہیں نجات دیتا ہے اس سے اور ہر غم سے پھر بھی تم شرک کرتے ہو۔ کہہ دیں کہ اللہ قادر ہے اس بات پر کہ تم پر عذاب نازل کر دے اوپر سے نیچے سے تم میں مختلف الخیال گروہ پیدا کر دے اور ایک دوسرے کی جنگ کا مزہ چکھا دے۔

استدلال: اس آیت میں وعید اور ڈانٹ ہے مشرکوں کے لیے مگر اس کے باوجود رسول ﷺ نے اس کو مسلمانوں پر محمول کیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ((اعوذ بـوجھک)) میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔ پھر ﴿أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ﴾ پڑھا پھر فرمایا اعوذ بوجھک پھر ﴿أَوْ يَلْبَسَكُمْ﴾..... پڑھا اور فرمایا یہ آسان ہے۔ (صحیح البخاری: ٤٦٢٨)

④ ﴿لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذَلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ (المائدة: ٧٨)﴾ لعنت کی گئی ہے ان لوگوں پر جنہوں نے کفر کیا اہل کتاب میں سے داؤد اور عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی زبانی بوجہ ان لوگوں کی نافرمانی اور سرکشی کے یہ لوگ برائی سے نہیں روکتے تھے جسے کرتے تھے بہت برا ہے جو یہ لوگ کرتے تھے۔

استدلال: یہ نص ہے کہ یہ آیت کفار کے بارے میں ہے مگر رسول ﷺ نے یہ آیات تلاوت کرنے کے بعد فرمایا: تم ضرور ضرور معروف کا حکم کرو گے اور برائی سے روکو گے اور ظالم کا ہاتھ

پکڑو گے اور حق پر اسے چلاؤ گے یا حق اس پر لاگو کرو گے ورنہ تمہارے دلوں کو اللہ ایک دوسرے کے خلاف کر دے گا پھر تم پر لعنت ہوگی جیسے ان پر ہوئی۔ اس حدیث میں رسول ﷺ نے مسلمانوں کو خطاب کیا کہ تم امر بالمعروف نہی عن المنکر کرتے رہو گے ورنہ اللہ تم پر بھی لعنت کرے گا۔

⑤ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَخْبَارِ وَ الرَّهْبَانِ لَيَاْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا يَنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ﴾ (التوبة: ۳۴) ﴿ایمان والو بہت ملّا اور پیر لوگوں کا مال ناجائز طریقے سے کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری دو۔

امام بخاری رحمہ اللہ ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں (وہ کہتے ہیں کہ) میں اور معاویہ رضی اللہ عنہما شام میں تھے ہمارے درمیان اختلاف ہوا اس آیت کے بارے میں معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ اہل کتاب کے بارے میں ہے۔ میں نے کہا یہ ہمارے اور ان کے بارے میں ہے۔ (بخاری: ۶۰۶۱)

④ ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا آتَيْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَ الْهُدَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَ يَلْعَنُهُمُ اللَّعْنُونَ﴾ (البقرة: ۱۵۹) ﴿جو لوگ چھپاتے ہیں ہمارے نازل کیے ہوئے واضح دلائل کو جبکہ ہم نے انہیں کتاب میں لوگوں کے لیے بیان کر دیا ہے ان لوگوں پر اللہ کی اور لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے۔

استدلال: یہ آیت اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ انہوں نے توراہ میں موجود نبی ﷺ کی صفات کو چھپایا مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کے عموم سے دلیل لی ہے جیسے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ آیت اگر کتاب اللہ میں نہ ہوتی تو میں تمہیں ایک حدیث بھی نہ سنا تا۔ (بخاری: ۱۱۸)

خلاصہ: اس بارے میں اور بھی آیات اور احادیث ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جو آیات و احادیث آئی ہیں وہ مسلمانوں کے بارے میں استدلال کے لیے پیش کی جاسکتی ہیں

اس سے پہلے جمہوریت پسند طاغوتیوں اور قانون وضعی اور مرتد حکمرانوں یا ایسی حکومت جو طاغوتی ہو اس کے بعد درباری ملاؤں علماء سو کے بارے میں دلائل ذکر ہوں گے مگر اس سے پہلے موانع تکفیر کو واضح کیا جائے گا تاکہ معلوم ہو کہ اب یہ ایسے موانع نہیں ہیں کہ جن کی وجہ سے یہ لوگ کفر سے بچ سکیں۔

مسئلہ: موانع شرعی معتبر؟

یاد رکھنا چاہیے کہ ہم پر لازم نہیں کہ ان جمہوریت پسند طاغوتی مرتدوں اور ان کے مددگاروں کے کفر سے موانع کے دلائل ذکر کریں اس لیے کہ یہ لوگ کافر مرتد ہیں البتہ ذیل کے موانع میں سے کوئی مانع ان میں سے پایا گیا تو پھر یہ کفر سے بچ سکیں گے۔

① اس طاغوتی اور جمہوری مرتدین کی فوج یا پولیس میں بھرتی ہونا اور یہ بھرتی ان کو نقصان پہچانے انہیں بر باد کرنے کی نیت سے ہو۔ جو شخص یہ ارادہ رکھتا ہو کہ میں فوج یا پولیس میں جا کر ان ائمۃ الکفر یا دیگر مرتدوں کو قتل کروں گا یہ سوچ بھرتی ہونے سے پہلے ہو یا بعد میں آئے تو سوچ معتبر ہوگی اس کی دلیل بخاری کی یہ حدیث ہے: انما الاعمال بالنیات اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔ لہذا اس نیت سے داخل ہونے کے لیے اگر بظاہر ان مرتدین کی مدد کی جاتی ہے تاکہ انہیں تباہ کیا جائے تو اس طرح کی بھرتی ہونے سے آدمی دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا البتہ ایسے کام صحیح نیت کی بنیاد پر جائز قرار دیے جاسکتے ہیں جب تک آدمی اپنے اس ارادے پر عمل نہ کر لے تو صحیح نیت کا علم نہیں ہو سکتا ورنہ تو ایسے تو پوری طاغوتی فوج اور ملیشیا کا عقیدہ ہے کہ وہ سب کچھ اچھی نیت سے کر رہے ہیں جبکہ عملی طور پر کچھ بھی نہیں کرتے۔

① اس مانع پر دلیل فیروز الدیلی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے اسود عنسی نے نبوت کا دعویٰ کیا اور یمن میں اس کی جو قوم تھی وہ مرتد ہو گئی اور اس کی تابعداری شروع کر دی اور صنعاء پر قابض ہو گئے ایسے میں فیروز الدیلی رحمۃ اللہ علیہ نے خود کو ان کا مددگار و معاون بنا لیا اور یہ اس کے قتل کے لیے حیلہ بنایا اس طرح اسے

قتل کر دیا۔ (بخاری: ۴۳۷۹)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: پھر فیروز الدیلی رحمۃ اللہ علیہ نے اسود عنسی پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا اور اس کی خبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مرض الموت میں تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور اس بات کی خبر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اسود عنسی) آج رات قتل ہو گیا اسے ایک صالح آدمی نے قتل کیا جو صالح قوم سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ مشہور واقعہ ہے۔ (الجواب الصحیح لمن بدل دین المسيح: ۱۰۹/۱)

امام ابن جریر الطبری رحمۃ اللہ علیہ اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں: فیروز بظاہر اسود عنسی کا ساتھی و معاون بنا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یمن میں ٹھہرے رہنے اور قتل کا موقع تلاش کرنے کا حکم دیا طبری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ فیروز اور اس کے ساتھیوں نے اسود کے خلاف منصوبہ بنایا اور بظاہر اس کے پیروکار بن گئے جب انہیں موقع ملا انہوں نے اچانک حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فیروز کی تعریف کی۔ (تاریخ الطبری: ۲/۴۷، فتح الباری: ۸/۹۳)

خلاصہ: سیرت کی کتابوں میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اسود عنسی کو فیروز رحمۃ اللہ علیہ نے قتل کیا تو یہ قتل ظاہری متابعت کے ذریعے سے ہوا اس تقریری سنت پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے کہ سب کو اس واقعے کے بارے میں معلوم ہوا مگر کسی نے اعتراض نہیں کیا دوسری بات یہ ہے کہ الحرب خدعة (جنگ حیلہ کا نام ہے) کے عوم میں بھی یہ داخل ہے۔ (متفق علیہ)

لہذا اگر کوئی شخص اس نیت سے فوج میں بھرتی ہوتا ہے یا بھرتی ہونے کے بعد اس کی یہ نیت بن جاتی ہے اور صرف نیت نہیں بلکہ عملی طور پر بھی ایسا کرتا ہو صرف نیت کام نہیں آتی۔ یہ ہے ردّ شیخ البانی پر بھی جو کہتے ہیں کہ عسکری انقلاب موجودہ دور کی بدعات میں سے ہے لیکن فیروز الدیلی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ واقعہ فوج کے اندر سے انقلاب لانے کی دلیل ہے لہذا شیخ البانی کی بات صحیح نہیں ہے۔

② شرعی طور پر معتبر مانع جہل ہے: عذر کا وہ قاعدہ کہ جس کی رو سے جہل شرعاً معتبر مانع ہے تکفیر

سے تو اس سے وہ جہل مراد ہے جس کا ازالہ مکلف سے ممکن نہ ہو۔ جبکہ وہ جہل جس کا ازالہ تعلیم کے ذریعے ممکن ہو تو یہ جہل شرعاً تکفیر سے مانع عذر نہیں ہے لہذا ایسے جہل کو باقی نہیں رکھنا چاہیے اگر جہل دور کرنے کے لیے تعلیم حاصل نہیں کی اور اس کی وجہ سے جہل باقی رہا تو یہ اعراض کرنے والوں شمار ہوگا۔ یہ لازم نہیں کہ سارا علم ہی یہ حاصل کرے گا اتنا ضروری ہے کہ اسے عقیدے کا علم ہو جائے موجودہ دور میں اتنا علم حاصل کرنا آسان ہے اس لیے کہ اس کے ذرائع موجود ہیں کتابیں کیسٹ اور علماء جو کہ قرآن و سنت کی تعلیم دے رہے ہیں موجودہ دور میں ہر مرد و عورت حکماً عالم ہے اگرچہ حقیقتاً نہ ہو۔ اس دور میں ہر شخص کو معلوم ہے کہ طاغوت کے پاس فیصلہ لیجانا کفر ہے یہ بھی ان پر قیام حجت ہے آج کے دور میں حق اور باطل اور کفر و اسلام ہر شخص کے سامنے واضح ہے ہر مرد کا فرجہوری کو دعوت پہنچ چکی ہے لہذا اس طاغوتی نظام کے علمبردار یا ان کے ماننے والے اور حکمرانوں میں وہ جہل نہیں ہے کہ یہ کہہ سکیں کہ ہمیں معلوم نہیں تھا یہ عذر نہیں ہے اس لیے کہ انگریزی تعلیم بھی اچھی طرح حاصل کرتے ہیں اور اسلام کی معلومات سے غافل رہتے ہیں یہ صرف بہانے ہیں۔

③ تیسرا مانع اکراہ (مجبور کرنا) ہے: اکراہ کہتے ہیں۔ ((الزام الغیر بما لا یریدہ)) (فتح الباری: ۳۱۱/۱۲) کسی پر اس بات کو لازم کرنا جسے وہ چاہتا نہ ہو۔ اکراہ کی چار شرائط ہیں:

① جب (مجبور کرنے والا) اپنی ذہمگی پر عمل کرنے کی قدرت رکھتا ہو اور جسے مجبور کیا جا رہا ہو وہ دفاع نہیں کر سکتا نہ بھاگ سکتا ہے۔

② مجبور کو یقین ہو کہ اگر میں نے یہ کام نہ کیا تو یہ شخص اپنی ذہمگی پر عمل کر لے گا۔

③ ذہمگی فوری ہو اس طرح نہ ہو کہ اگر یہ کام تم نے نہیں کیا تو میں تمہیں کل قتل کر دوں گا یہ اکراہ نہیں ہے البتہ اگر وقت قریب ہو آدھا گھنٹہ یا گھنٹہ تو یہ اکراہ ہے۔

④ جسے ذہمگی دی گئی ہے اس کا کوئی اختیار نہ ہو اور یہ واضح ظاہر ہو کہ اس کا اختیار نہیں ہے۔

اکراہ کن امور میں ہو سکتی ہے؟

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اکراہ قتل یا کسی عضو کے کاٹنے یا لمبے عرصے تک جیل میں ڈالنے میں ہے۔ پھر اکراہ کی دو قسمیں ہیں:

① اکراہ تام: قتل یا قطع عضو یا سخت مار پیٹ کرنا۔

② اکراہ ناقص: جیسے قید کرنا یا معمولی مار پیٹ کرنا جس میں مرنے کا خدشہ و اندیشہ نہ ہو۔

(بدائع الصنائع: ۹/۴۷۹)

جمہور علماء کہتے ہیں کلمہ کفر صرف پہلی قسم کے اکراہ میں جائز ہے دوسری قسم میں جائز نہیں ہے اسی لیے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما نے صرف اس وقت کلمہ کفر کہا تھا جب مشرکوں نے اسے سخت سزا دی اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَ قَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ﴾ (النحل: ۱۰۶) جس نے کفر کیا اللہ کے ساتھ ایمان کے بعد الا یہ کہ کسی کو مجبور کیا گیا اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔ (فتح الباری: ۱۲/۳۱۲)

مذکورہ شرائط اکراہ یہ رخصت کی وہ حد ہے جو (شرع میں) معتبر ہے۔ کیا طواغیت کے مددگاروں کو حکمرانوں نے ذہم کی دی ہے قتل کی یا یہ اپنی رضا و خوشی سے ان کی مدد کر رہے ہیں؟ موجودہ دور کے طواغیت کے مددگار اور طاغوتی حکمرانوں میں مذکورہ شرطیں نہیں پائی جاتیں جو شرع میں معتبر ہیں۔

① شرط یہ ہے کہ جسے مجبور کیا جا رہا ہے یا کسی کام کا حکم دیا جا رہا ہے وہ اس فعل کو اختیاری طور پر نہ کرتا ہو لیکن طواغیت کے مددگار یا خود یہ طواغیت اپنی مرضی و اختیار سے یہ کام کر رہے ہیں مثلاً قوی طور پر مدد کرنے والے جیسے علماء، صحافی، اخباری نمائندے، ٹی وی، ریڈیو والے اپنی مرضی سے انہیں کورتج دیتے ہیں اور ان کو عہدے یا مال کا لالچ ہوتا ہے لہذا انہوں نے اپنی مرضی سے کفر اختیار کیا ہے یہ اکراہ نہیں ہے یہ لوگ اس آیت کے تحت آتے ہیں: ﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَوُّا ظُهُورَهُمْ عَلَىٰ آلِهِمْ﴾

غَضَبٌ مِّنَ اللَّهِ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ، ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ اسْتَحَبُّوا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا عَلَى
 الْآخِرَةِ لَا وَ أَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ (النحل: ۱۰۶) ﴿﴾ لیکن جس نے کفر کے لیے سینہ کھول
 دیا (مرضی سے اختیار کر لیا) تو ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے یہ اس لیے
 کہ انہوں نے دنیاوی زندگی کو آخرت کے مقابلے میں پسند کر لیا بے شک اللہ کا فر قوم کو ہدایت
 نہیں دیتا۔

② قولی مددگار دو قسم کے ہیں۔

② ایک وہ ہے جو کہ مرتد حکومت کی فوج میں اپنی مرضی سے شمولیت اختیار کرے، یہ اگر اہل
 حالت نہیں ہے۔

③ دوسرا وہ ہے جسے طاغوتی حکومت نے زبردستی فوج میں بھرتی کر لیا ہو لیکن یہ کام بعض ممالک
 میں ہوتا ہے ان دونوں حالتوں میں سے پہلی میں اختیار ہے کہ معسکر کو دین کی وجہ سے چھوڑ دے جبکہ
 دوسری قسم میں اگر اہل کفر کی معتبر شرط موجود ہو تو وہ مجبور شمار ہوگا اگر شرط معتبر نہ ہو یہ بھی پہلی قسم میں سے
 شمار ہوگا۔

مسئلہ: اگر کسی مجبوری میں اہل کفر کی شرطیں موجود بھی ہوں اس کے لیے پھر بھی مسلمانوں کو قتل کرنا
 جائز نہیں ہے نہ ہی مسلمانوں کے خلاف قتال جائز ہے۔ یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ اگر کسی
 مسلمان کو مجبور کیا جائے کہ مسلمان کو قتل کرے یا مسلمانوں کے خلاف قتال کرے تو با اتفاق علماء اس کے
 لیے ایسا کرنا جائز نہیں ہے جیسا کہ طاغوتی اور کفری نظاموں کے مددگار کہتے ہیں کہ ہم مجاہدین کو پکڑنے
 یا انہیں قتل کرنے پر مجبور ہیں اب ہم اس کے بارے میں دلائل دیں گے جن سے یہ ثابت ہو جائے گا
 کہ یہ اہل کفر نہیں ہے بلکہ یہ کفر ہے اس لیے کہ یہ قولی کے زمرے میں ہے اور اس پر اجماع بھی ہے
 ۔ دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

① ابن رجب الحسینی رحمہ اللہ کہتے ہیں: علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر کسی کو مجبور کیا جائے

کسی بے گناہ کے قتل پر تو اس کے لیے جائز نہیں کہ اس کو قتل کر دے اس لیے کہ وہ اس کو اپنے اختیار سے اپنی جان بچانے کے لیے قتل کر رہا ہے اس پر معتد علماء کا اجماع ہے۔ (جماع العلوم والحکم: ۳۳۹، تفسیر قرطبی: ۱۰/۱۸۳، مجموع الفتاویٰ: ۲۸/۵۳۹، فتح الباری: ۱۲/۳۱۲، قواعد الاحکام: ۱/۷۹)

الحاصل: اگر اکراہ کی شرطیں پوری ہو بھی جائیں تب بھی مسلمانوں کے قتل کی اجازت نہیں دی جاسکتی جیسا کہ مرتد حکمرانوں کے مددگار کر رہے ہیں بلکہ رسول ﷺ نے مجبور کو حکم دیا ہے کہ فتنے کے دور میں اپنی تلوار توڑ دو جیسا کہ مسلم میں حدیث ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے تلوار توڑنے کا حکم دیا ہے تو یہ مددگار ایسا نہیں کر سکتے؟ کہ یہ مجاہد مومن کو قتل کرنے کے بجائے اپنی تلواں توڑ دیں اپنی طاغوتی و کفری نوکری چھوڑ دیں یا مظلوم کی صورت میں قتل ہو جائے؟

② مسئلہ: اگر اکراہ کی شرطیں موجود بھی ہوں تب بھی طاغوتی نظام یا اس کے مددگاروں کے خلاف قتال ممنوع نہیں ہے اگر طاغوت کے مددگاروں میں یہ اکراہ کی شرطیں پائی بھی جائیں تب بھی یہ اس کا سبب نہیں بن سکتیں کہ ان کے خلاف قتال ممنوع ہو بلکہ پھر بھی ان کے خلاف قتال کیا جائے گا اس لیے کہ یہ حکماً کفار ہیں اور کافر کا قتل اس کے خلاف قتال جائز ہے اگرچہ باطن میں وہ شخص مجبور و مکراہ ہو۔ اس کی دلیل پہلے گزر چکی ہے کہ تاریخوں نے جب اسلام کا دعویٰ کیا کچھ ان میں سے نماز بھی پڑھتے تھے کچھ روزے رکھتے تھے لیکن پھر بھی شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ دیا کہ ان کے خلاف قتال کرنا واجب ہے۔

③ دوسری دلیل عباس بن عبدالمطلب والی ہے جب ان کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بدر میں گرفتار کیا تو اس نے رسول ﷺ سے کہا کہ مجھے مجبور کر کے جنگ میں شریک کیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہم تمہارا ظاہر دیکھیں گے باطن کا علم اللہ کو ہے۔ معلوم ہوا کہ طاغوت کے مددگار کافر ہیں اس صورت میں کہ اکراہ کی حالت میں نہ ہوں جبکہ طاغوت کے مددگار اپنے اختیار اور مرضی سے ان کا ساتھ دے رہے ہیں ان کے قانون کا دفاع کر رہے ہیں کیا یہ کافر نہیں ہیں؟

② مسئلہ: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مندرجہ ذیل صورتیں بھی موانع کفر ہیں اور ان کی وجہ سے طاعنوتی نظام کو کفر قرار نہیں دینا چاہیے۔ مگر یہ موانع نہیں ہیں:

پہلی صورت: مرتد اور طاعنوتی نظام کی مدد کرنے والے اور فوج و پولیس دعویٰ کرتی ہے کہ وہ مسلمان ہیں اور حق پر ہیں لہذا یہ اس لیے مرتد کی مدد کرتے ہیں۔

جواب: یہ سب باتیں ان کے کفر میں مانع نہیں ہیں جب تک ان میں ایک بھی کفریہ سبب موجود ہے یعنی قول و فعل جو کہ مکفر ہیں اور موجودہ مددگار قول و فعل سے طاعنوت کی مدد کر رہے ہیں اگرچہ یہ اپنے فعل کو صحیح قرار دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا، الَّذِينَ ضَلَّ سَعِيَّهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا﴾ (الكهف: ۱۰۳-۱۰۴) ﴿کہہ دیں کیا تم تمہیں ان لوگوں کے بارے میں بتائیں جن کے اعمال خسارے والے ہیں؟ جن کی کوششیں دنیا کی زندگی میں رائیگاں گئیں اور وہ سمجھتے ہیں وہ اچھا کام کر رہے ہیں۔

جو لوگ کفر کے ساتھ اعتقاد کی قید لگاتے ہیں یہ غلو والے مرتد کا مذہب ہے جبکہ دنیا میں کسی پر کفر کا حکم اس کے ظاہری اقوال و افعال پر لگایا جاتا ہے لہذا یہ مانع کفر نہیں ہے۔

دوسری صورت: علماء سو کی تقلید: یہ بھی مانع نہیں ہے کہ ان مرتدین مددگاروں نے درباری ملاؤں کی تقلید کی ہے انہیں نیک یا ائمہ دین سمجھ بیٹھے ہیں مگر یہ مانع نہیں ہے اس لیے کہ عقیدہ میں تقلید کفر ہے: ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا آلفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا﴾ (البقرة: ۱۷۰) ﴿جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس کی تابعداری کرو جسے اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس کی تابعداری کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔

عذاب قبر والی حدیث میں ہے کہ کافر اور منافق کہے گا میں کچھ نہیں جانتا میں تو وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے یہ کفر ان کفار کی تقلید کی وجہ سے تھا کہ اپنے بڑوں بزرگوں کی بلا دلیل تقلید کرتے تھے لہذا اس طرح

جان نہیں چھوٹے گی کہ فلاں مولوی حکومت میں شامل ہے اور وہ بہت بڑا عالم ہے بلکہ عقیدے سے باخبر رہنا فرض ہے اس حدیث کی رو سے وہ مقلد کفر سے نہیں بچ سکا اس قول سے کہ میں تو وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے۔ لہذا ان کا بھی یہ عذر کہ ہمیں تو کچھ نہیں معلوم اور حکومت میں تو مولوی بھی شریک ہیں یہ عذر قبول نہیں۔

تیسری صورت: یہ بھی مانع نہیں ہے فوج، پولیس یا مرتد حکمران شہادتین کا اقرار کرتے ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔

جواب: یہ لوگ اس وجہ سے کافر قرار نہیں پائے کہ یہ لوگ لا الہ الا اللہ کے انکاری ہیں یا یہ لوگ نمازیں نہیں پڑھتے یا کسی اور شرعی حکم کو توڑا ہے بلکہ یہ اس وجہ سے کافر ہیں کہ یہ کافر حکمران کی مدد کر رہے ہیں اور تکفیر کا قاعدہ یہ ہے کہ کوئی بندہ اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک اس میں ایمان کی چھ خصلتیں (شعب ایمان) جمع نہ ہو جائیں اور یہی بندہ ایک کفریہ خصلت یا ایک قول یا ایک فعل کی وجہ سے اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اللہ کا فرمان ہے: ﴿قُلْ اَبَا اللّٰهِ وَاٰلِهٖٓ وَرَسُوْلُهٗ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ، لَا تَعْتَدِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ﴾ (التوبة: ۶۵-۶۶) ﴿کہہ دیں کہ کیا تم اللہ اس کی آیات اور اس کے رسول ﷺ کا مذاق اڑاتے ہو؟ بہانے مت بناؤ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے ہو۔

مذکورہ آیتیں غزوہ تبوک کے بارے میں نازل ہوئی تھیں حالانکہ یہ منافقین رسول ﷺ کے ساتھ جہاد میں شریک تھے نمازیں پڑھتے تھے اسی لیے اللہ نے ان کا ایمان ثابت کیا اور فرمایا کہ: ﴿قَدْ كَفَرْتُمْ﴾ انہیں صرف ایک بات قول کی بنا پر کافر قرار دیا کہ وہ استہزاء کیے کلمہ تھا: ﴿وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ﴾ (التوبة: ۷۴) ﴿انہوں نے کفر کی بات کی ہے اور اسلام لانے کے بعد کفر کیا ہے۔ اس آیت میں بھی ثابت کیا ہے کہ یہ مسلمان تھے اور اسلام تب ہی ہوتا ہے جب شہادتین کا اقرار اور نمازوں کی ادائیگی ہو زکاۃ و دیگر واجبات کا التزام ہو ان سب کے باوجود انہیں کافر

قراردیا گیا صرف ایک کفریہ قول کی وجہ سے ﴿وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا﴾ حدیث میں آتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے لوگوں سے قتال کرنے کا اس وقت تک جب تک وہ لا الہ الا اللہ نہ کہہ دیں جب یہ کلمہ پڑھ لیں گے تو مجھ سے اپنا مال اور جانیں بچالیں گے سوائے اس حق کے۔ (مسلم)

دوسری روایت میں ہے ((الآ بحق الاسلام)) سوائے اسلام کے حق کے اور اسلام کا حق ہے کفر بالطاغوت، فرائض کی ادائیگی اور منہیات سے اجتناب۔ جو شخص ان میں کمی کرتا ہے تو اس کی تقصیر کے لحاظ سے اس پر کفر و فسق کا حکم لگا جایا جائے گا صرف کلمہ شہادت پڑھنا ایمان نہیں ہے بلکہ اس کے معنی کو ثابت کرنا نفی اور اثبات یعنی کفر بالطاغوت (نفی) اور ایمان باللہ (اثبات) ہیں اور کلمہ ان شقوں کے ساتھ فائدہ دیتا ہے صرف لفظ لا الہ الا اللہ مراد نہیں ہے بلکہ غیر اللہ کی عبادت کو ترک کرنا مراد ہے۔ اللہ فرماتا ہے: ﴿اِنَّا لَنَارِكُوا آلِهَتِنَا﴾ کیا ہم اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں؟ یعنی کفر ترک کر دیں؟ کفار اس کے معنی سے اچھی طرح واقف تھے لیکن ہمارے کلمہ گو اسے نہیں سمجھتے۔ افسوس ہے ان کلمہ گو مسلمانوں پر جن سے زیادہ کفار کلمے کے معنی کو سمجھتے ہیں۔

خلاصہ: ہر وہ شخص جس میں کفر کے اسباب میں سے کوئی ایک سبب موجود ہو چاہے قول ہو یا فعل یہ شخص کافر ہوگا اگرچہ نماز پڑھتا ہو زکاۃ دیتا ہو، روزے رکھتا ہو اور مجاہد بھی ہو۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: خلاصہ یہ کہ جس نے کفریہ قول یا فعل کا ارتکاب کیا اس کی وجہ سے وہ کافر ہو گیا اگرچہ کافر ہونے کے ارادے سے نہ کیا ہو اس لیے کہ قصداً کفر کوئی نہیں کرتا الا ماشاء اللہ۔ (الصارم المسلول: ۱۷۷)

چوتھی صورت: موانع تکفیر یہ بھی نہیں کہ مرتد طاغوتی حکومت کی فوج یا پولیس میں شامل مستضعفین ہیں ان حکمرانوں سے علیحدہ ہونے کی طاقت نہیں رکھتے نہ کہیں جاسکتے ہیں (اس لیے) کہ یہ کمزوری انہیں اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ کفار کی مدد کریں اور مسلمان مجاہدین کا مقابلہ کریں

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ اگر اکراہ کی شرط بھی ہو تب بھی اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ مسلمان کو قتل کرے یا ان سے قتال کرے دوسری بات یہ ہے کہ کمزوری وہ ہے جو کفار کے درمیان ہو تو عذر مانا جائے گا جبکہ وہ کمزور مومن جو حق و باطل کے درمیان ہو وہ اللہ سے دعا کرے گا کہ کفار سے نجات حاصل کرے اور مجاہدین کی مدد کرے اور جو کمزور جو کفار کی تابعداری کرتے ہیں اور فساد میں شریک ہیں تو برابر کے شریک ہیں یہ جہنمیوں میں سے ہوں گے۔ اللہ نے یہ دو قسم کے کمزور ذکر کیے ہیں مومنوں کی کمزوری کی حالت اس طرح بیان کی ہے۔ ﴿وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلِهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا﴾ (النساء: ۷۵) ﴿وہ کمزور مرد، عورتیں اور بچے جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں اس بستی سے نکال دے جس کے باشندے ظالم ہیں اور اپنی طرف سے ہمارا مددگار اور دوست بنا دے۔ دوسری قسم مجرم مستضعفین ہیں ان کی حالت اللہ نے اس طرح بیان کی ہے: ﴿لَوْ تَرَى اِذِ الظَّالِمُونَ مَوْفُوفُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلَى بَعْضِ الْقَوْلِ يَقُولُ الَّذِينَ اسْتَضَعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لَوْ لَا اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِينَ، قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لِلَّذِينَ اسْتَضَعِفُوا اَنْحُنُّ صَدَدْنَاكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَاءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُجْرِمِينَ﴾ (سبا: ۳۱) ﴿اگر آپ دیکھ لیں گے ظالموں کو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہوں گے ایک دوسرے کو جواب دیا کریں گے کمزور بڑوں سے کہیں گے اگر تم نہ ہوتے تو ہم مومن ہوتے۔ تکبر کرنے والے (طاقتور) کمزوروں سے کہیں گے کیا ہم نے تمہیں ہدایت سے روک رکھا تھا جبکہ ہدایت تمہارے پاس آچکی تھی بلکہ تم مجرم تھے۔ اس آیت میں دوسرے قسم کے کمزوروں کا ذکر ہے۔ کمزوری اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ متکبر کافر کی تابعداری کی جائے اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی خاص کر جب مسلمانوں اور کفار میں جنگ جاری ہو اگر ایسے حالات میں کسی نے کفار کی اطاعت کی تو وہ کافروں کی طرح ہی کافر جہنمی ہے۔

مکہ مکرمہ میں ہجرت سے قبل مسلمان کمزور تھے جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے: ﴿وَأَذْكُرُوا إِذْ أَنْتُمْ قَلِيلٌ مُسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَنْ يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَآوَاكُمْ وَأَيَّدَكُمْ بِبَصَرِهِ وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ (الانفال: ۲۶) ﴿یاد کرو جب تم کم تھے کمزور تھے زمین میں ڈرتے تھے کہ لوگ تمہیں اچک لیں۔ پھر اس (اللہ نے) تمہیں جگہ دی اور اپنی مدد سے تمہیں مضبوط کیا اور تمہیں پاکیزہ رزق دیا تاکہ تم شکر ادا کرو۔ مکے والے کمزور تھے مگر اللہ نے پھر بھی انہیں یہ رخصت نہیں دی تھی کہ وہ کفار سے دوستی کر لیں اور ان کی اطاعت اختیار کریں۔ اللہ کا فرمان ہے: ﴿فَلَا تَطْعَمِ الْمُكْذِبِينَ، وَذُؤُوا لَوْ تَدَّهِنُ فَيُدْهِنُونَ﴾ (القلم: ۸-۹) ﴿آپ جھٹلانے والوں کی اطاعت نہ کریں (ان کا کہا نہ ماین) وہ چاہتے ہیں کہ آپ سستی کریں تو وہ بھی کریں۔ اس کے لیے بھی کفار کی تابعداری کی رخصت نہیں ہے سوائے ﴿مَنْ أَكْرَهَ وَ قَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ﴾ خلاصہ: یہ کہ ہر کمزور معذور نہیں اور کمزوری اس بات کی دلیل نہیں کہ کفار کے ساتھ جرم اور کفر میں اس کی تابعداری کی جائے۔

جمہوریت پسند اور طاغوتیوں کے چند شبہات

یاد رہے کہ جمہوریت پسندوں اور طاغوتیوں کے کل شبہات کی چھ قسمیں ہیں۔

- ① قسم اول:
 - ① مسلمان کبھی کفر نہیں کرتا۔
 - ② عمل کی وجہ سے کوئی کافر نہیں ہوتا جب تک عقیدہ نہ ہو۔
 - ③ کفر جحد اور استحلال کی وجہ سے ہوتا ہے۔
 - ④ کسی کو کفر کی وجہ سے کفر کی نسبت کرنا۔
 - ⑤ عذر بالجہل پر اسراف۔

② قسم دوم: موجودہ حکمرانوں کے کفر سے منع کو کفر بغیر ما انزل اللہ کی وجہ سے ہوتا ہے۔
اس شبہ کا رد پہلے گزر چکا ہے۔

③ تیسری قسم: کافر حکمرانوں کے مددگاروں کے کفر سے منع اور فوجیوں اور اس کے لیے مندرجہ ذیل عذر:

① یہ لوگ لاعلم و جاہل ہیں اس لیے جھل کی وجہ سے انہیں کافر نہیں کہنا چاہیے۔

② یہ لوگ مجبور ہیں۔

③ کمزور ہیں۔

④ کلمہ گو ہیں نمازیں پڑھتے ہیں۔

⑤ ان کا عقیدہ ہے کہ یہ اور ان کا قائل حق پر ہے۔

⑥ ہمارے علماء و مشائخ ہیں اگر جمہوریت کفر ہے تو کیا یہ علماء بھی کافر ہیں؟

⑦ ہم میں موالات قلبی نہیں ہے جب ظاہری موالات کے ساتھ قلبی موالات نہ تو معتبر نہیں ہوتی۔

ان تمام شبہات کا رد پہلے ہو چکا ہے کہ جہل عذر نہیں ہے۔ اکراہ کون سی معتبر ہے۔ یہ لوگ کمزور نہیں ہیں بلکہ انہوں نے مرضی سے موالات اختیار کی ہے۔ صرف کلمہ اور نماز اسلام کی دلیل نہیں ہے بلکہ ان میں دوسرے نواقض اسلام موجود ہیں یعنی کفار سے موالات یہ ان کی تکفیر کی بنیاد ہے۔ ان کا یہ قول کہ ہم اور ہمارا قائل سب حق پر ہیں یہ دلیل نہیں ہے اس لیے کہ کل حزب بما لدیہم فرحون کی رو سے ہر ایک خود کو حق پر سمجھتا ہے۔ جہاں تک علماء و مشائخ کی بات ہے تو یہ گمراہوں کے امام ہیں جیسے بلعم با عور صاحب علم و کرامات تھا مگر ایک قول یعنی موسیٰ علیہ السلام کو بددعا دینے اور کفار سے دوستی کی بنا پر اسلام سے خارج ہو گیا۔ فانسلم منہا تو کیا موجودہ طاغوتی ملا اسلام سے خارج نہیں؟ لہذا یہ بات دلیل نہیں بن سکتی کہ علماء و مشائخ ہمارے ساتھ ہیں یہ حقانیت کی دلیل نہیں ہے نہ ہی

یہ معتبر عذر ہے۔

① جمہوریت پرستوں کا پہلا شبہ: اللہ فرماتا ہے: ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكٰفِرُونَ﴾ یہ آیت اہل کتاب کے بارے میں ہے مسلمانوں کے نہیں؟

جواب: پہلے بیان ہو چکا ہے کہ آیت عام ہے اور مفسرین کے اقوال بھی ذکر ہو چکے ہیں یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ ان حکمرانوں کے کفر کی تین بنیادیں ہیں:

① ترک حکم بمانزل اللہ (بمانزل اللہ پر فیصلہ ترک کرنا)

② تشریح یا مخالف شرع اللہ (اللہ کی شرع کے خلاف شرع بنانا)

③ یا غیر مانزل اللہ کا حکم۔

اگرچہ ایک ہی مکفر کافی ہے پھر بھی آیات میں تین مکفرات ہیں۔

② دوسرا شبہ: آیت میں کفر اصر مراد ہے؟

جواب: اس کا جواب بھی پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ یہ کفر اسلام سے خارج کرنے والا کفر ہے۔ چار وجوہات اس بات کی ذکر ہو چکی ہیں کہ اس سے کفر اکبر مراد ہے۔

③ تیسرا شبہ: موجودہ حکمران کافر نہیں اس لیے کہ انہوں نے اللہ کے حکم سے انکار نہیں کیا اور غیر پر فیصلہ کرنے کو جائز و حلال بھی نہیں سمجھتے؟

جواب: اس کا جواب بھی پہلے دیا جا چکا ہے کہ استحلال اور محمد علیحدہ مکفرات ہیں ان کے

کفر کی بنیاد ترک حکم بمانزل اللہ ہے اور اس کا حکم ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ﴾ میں ذکر ہو چکا۔ تیسرا مکفر ہے اسلامی شریعت کے مخالف شرع کی اتباع جس کا ذکر: اتخذوا اٰحابارہم ورہبانہم میں مذکور ہوا ہے۔ دوسری آیت ہے کہ وان اطعموہم انکم مشرکون اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو تم مشرک ہو گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہ گناہ بذاتہ مکفرات ہیں جیسے حکم بغیر مانزل اللہ

ان کے کفر کے لیے مجد و استحال شرط نہیں ہے جو لوگ یہ شرط لگاتے ہیں وہ غلو کرنے والے مرجحہ ہیں بلکہ سلف نے ان کو کافر کہا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ استحال کی بنا پر کافر ہوتا ہے اور جمہوری بھی یہی کہتے ہیں تو یہ مکلف بھی ان میں موجود ہے کہ انہوں نے انگریز کے آئین کو تسلیم کر لیا ہے اسے اپنایا ہے اس کے مطابق فیصلے کرتے ہیں اس کا دفاع کرتے ہیں اور یہ سب کچھ اپنی مرضی و اختیار سے کر رہے ہیں کیا یہ استحال نہیں ہے؟ ان کے اپنے اصول کی رو سے بھی یہ کافر ہیں۔

④ چوتھا شبہ: موجودہ حکمرانوں نے یہ قانون نہیں بنایا بلکہ ان کو پہلے سے بنا بنایا ملا ہے یہ صرف اس پر عمل کر رہے ہیں؟

جواب: شریعت کے خلاف قانون بنانا یہ الگ کفر ہے اور اس قانون کے مطابق فیصلے کرنا یہ علیحدہ کفر ہے دوسری بات یہ ہے کہ یہ احکم بغیر ما نزل اللہ کا مصداق ہے پہلا کام (قانون بنانا) تشریح الخالف شرع اللہ ہے اگر ایک مکلف نہ ہو تو دوسرا ہے ایک مکلف سے تو موجودہ حکمران بچے ہوئے ہیں مگر دوسرے میں مبتلا ہیں۔

⑤ ومن لم يتكلم بما نزل الله جن کے بارے میں نازل ہوئی تھی انہوں نے اس حکم کو تبدیل نہیں کیا تھا بلکہ ان کے اسلاف نے یہ کام کیا تھا جیسا کہ رجم کے مسئلہ میں ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

⑥ تاتاری جن کے کفر پر ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اجماع نقل کیا ہے اس لیے کہ وہ یاسق کے مطابق فیصلے کرتے تھے حالانکہ وہ اسلام کے دعویٰ دار تھے اور انہوں نے یہ قانون نہیں بنایا تھا۔ موجود حکمران تاتاریوں سے بڑے کافر ہیں اس لیے کہ تاتاری یاسق پر اپنے آپس کے فیصلے کرتے تھے مسلمانوں پر اسے زبردستی نافذ نہیں کرتے تھے جبکہ موجودہ حکمران یہی قانون پڑھاتے ہیں اس پر فیصلے کرتے ہیں اور مسلمانوں پر زبردستی نافذ کرتے ہیں نہ ماننے والے کو

آئین کا مخالف اور غدار کہہ کر سزاء کا مستحق ٹھہراتے ہیں کیا اس طرح یہ تاتاریوں سے بڑھ کر کافر نہیں ہیں؟

⑤ پانچواں شبہ: موجودہ قانون اور آئین میں بعض احکام شرعی و اسلامی ہیں؟

جواب: یہ شبہ بھی ان کے کفر میں مانع نہیں ہے اس لیے کہ صرف ایک رجم کے حکم پر عمل نہ کرنے والوں کے لیے من لہم تحکم..... کی رو سے کافر ہیں تو پھر کچھ کفر یہ کچھ اسلامی احکام پر عمل بھی ایسا ہی ہے اور موجودہ حکمرانوں میں یہ بات موجود ہے کہ انہوں نے تمام حدود ساقط کر دی ہیں۔ جب یہود ایک حکم کے ترک کرنے سے کافر ہو جاتے ہیں تو کیا یہ لوگ تمام حدود ساقط کرنے سے کافر نہیں ہوں گے؟ جبکہ انہوں نے محرمات کو حلال قرار دیدیا ہے۔ اگر یہ جمہوری حکمران کفار نہیں تو پھر دنیا میں کفار کا وجود ہی نہیں۔

② دوسری بات یہ ہے کہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ کے مطابق تاتاری کافر ہیں اس کے باوجود ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس قانون میں بعض احکام اسلامی بھی تھے۔

⑥ چھٹا شبہ: بعض جمہوریت پسند کہتے ہیں کہ تاتاریوں پر لگایا جانے والا فتویٰ موجودہ حکمرانوں پر صادق نہیں آتا۔

جواب: ان کے کفر پر دلیل تاتاریوں کا کفر نہیں بلکہ وہ شرعی دلائل ہیں جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے اور علماء کا اجماع بھی مذکور ہوا جو ان دلائل کی تائید کے لیے تھا۔ دوسری بات یہ کہ موجودہ حکمرانوں کے کرتوت تاتاریوں سے زیادہ خراب ہیں اس لیے کہ ان میں متعدد مکفرات ہیں جن کا ذکر پہلے ہو چکا۔

④ ساتواں شبہ: یوسف علیہ السلام مصر کے بادشاہ کے ساتھ (وزیر کے طور پر) کام کرتے تھے اس کا کافر بادشاہ کے قانون پر فیصلے کرتے تھے اس کے باوجود یوسف علیہ السلام خود کافر نہ تھے؟

جواب: پہلی بات یہ ہے کہ اس قول کا قائل کافر ہے اس لیے کہ یہ ایک نبی کی شان میں

گستاخی ہے اور توہین رسالت ﷺ کے زمرے میں آتا ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جس نے نبی ﷺ کو گالی دی یا معیوب قرار دیا نبی ﷺ کی وفات کے بعد اگر یہ کام مسلمان نے کیا تو وہ کافر ہے اس کی جان لیا حلال ہے اسی طرح دیگر انبیاء ﷺ میں سے بھی اگر کسی کو گالی دی تو۔ (الصارم والمسلول: ۲۲۶)

اس بات پر اجماع ہے کہ انبیاء کرام ﷺ گناہ کبیرہ وصغیرہ سے پاک ہوتے ہیں معصوم عن الخطاء ہوتے ہیں امام قاضی عیاض نے الشفاء میں یہ اجماع نقل کیا ہے اور کفار کے قانون پر فیصلہ کفر ہے اور یہ بات لازم ہے کہ یوسف ﷺ بھی معصوم تھے نبی تھے لہذا معلوم ہوا کہ انہوں نے کفار کے قانون پر فیصلے نہیں کیے۔ تیسری بات یہ ہے کہ کفار کے قانون پر فیصلہ کرنا طاغوت کے پاس فیصلہ لیجانا ہے اور یوسف ﷺ اس سے معصوم تھے اس لیے کہ اللہ نے تمام انبیاء ﷺ کو طاغوت سے اجتناب اور کفر باطاغوت کا حکم دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنْ اْعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ (النحل: ۳۶) تحقیق ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو۔ تو کیا یہ ہو سکتا ہے کہ یوسف ﷺ دوسروں کو طاغوت سے اجتناب کا حکم کریں اور خود اجتناب نہ کریں (نعوذ باللہ)۔ راجح قول یہ ہے کہ یوسف ﷺ کے پاس ان کے باپ یعقوب ﷺ کی شریعت تھی اس کے مطابق اور کبھی اجتہاد کر کے فیصلے کرتے تھے انہوں نے کبھی طاغوت پر فیصلہ نہیں کیا اسی لیے تو بنیامین کو اپنے پاس روکے رکھا کہ یہ ان کی شریعت میں تھا۔ لہذا یہ شبہ غلط ہے۔

① آٹھواں شبہ: بعض جمہوریت پسند کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے توراہ کے حکم پر فیصلہ کیا تھا جیسا کہ ابوداؤد میں حدیث ہے کہ رسول ﷺ کے پاس ایک یہود مرد ایک یہودی عورت کو لایا گیا جنہوں نے زنا کیا تھا تو رسول ﷺ نے پوچھا میں ان کے بارے میں وہی فیصلہ کرتا ہوں جو توراہ میں ہے۔ پھر آپ ﷺ نے رجم کا حکم دیدیا وہ دونوں رجم کر دیے گئے۔ (ابوداؤد کتاب الحدود باب رجم

جواب: یہ حدیث ضعیف ہے اس لیے کہ زہری کہتے ہیں حد شارح جمل من مزینہ۔ لہذا یہ رجل مجہول ہے۔ (فتح الباری: ۱۲/۱۷۰)

دوسری بات یہ ہے نبی ﷺ نے اسلامی شریعت کے مطابق فیصلہ کیا تھا دیگر ادیان منسوخ ہیں اب حدیث کا معنی و مطلب یہ ہوگا کہ میں ایسا فیصلہ کروں گا جیسے کہ توراہ میں اس مسئلے کے بارے میں حکم تھا یہ ایک قسم کا الزامی جواب تھا یہود کو قرآن تو کیا تمہاری توراہ میں بھی رحم کا حکم موجود ہے۔ توراہ کی متابعت نہیں بلکہ توراہ کا حکم قرآن کے حکم کے موافق آ گیا۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ اکرام کے باب سے نہیں ہے (یعنی نبی ﷺ نے یہود کے احترام کی وجہ سے ایسا نہیں کیا) کہ وہ لوگ توراہ کی صحت کا عقیدہ رکھتے تھے بلکہ وہ لوگ شریعت محمدی ﷺ کے اتباع پر مامور تھے لیکن یہ ان احکام) میں سے ہے جو اللہ نے خاص طور پر اپنے نبی کو وحی کیا اور رسول ﷺ نے یہود سے کہا کہ توراہ لے آؤ اس میں یہ حکم موجود ہے۔ اس لیے تاکہ وہ بھی اقرار کر لیں کہ یہ حکم توراہ میں ہے مگر انہوں نے اسے چھپا رکھا ہے۔ اسی لیے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: آپ ﷺ نے فیصلہ اس کے مطابق کیا تھا جو اللہ نے آپ ﷺ پر نازل کیا تھا۔ اللہ کا فرمان ہے: ﴿وَإِنْ أَحْكَم بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ﴾ اور اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے آپ ﷺ پر نازل کیا ہے۔ (مجموع الفتاویٰ: ۴/۱۱۱)

دوسری جگہ فرماتے ہیں: جب مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ کسی مسلمان کے لیے قرآن میں نازل کردہ کے علاوہ کسی اور کے مطابق فیصلہ کرنا جائز نہیں اور جب قرآن، سنت اور اجماع سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ یہود و نصاریٰ کے درمیان فیصلہ صرف شریعت محمدی ﷺ کے مطابق کرنا لازم ہے تو پھر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ فیصلہ تورات و انجیل کے مطابق ہے یا نہیں۔

④ نواں شبہ: رسول ﷺ نے عبد اللہ بن ابی سلول پر حد قذف جاری نہیں کی حالانکہ یہ بھی ما انزل اللہ ہے۔

جواب: یہ بھی ایسا شبہ ہے جس کی وجہ سے آدمی کا فر ہو جاتا ہے اس لیے کہ اس میں رسول

ﷺ کی تنقیص ہے آپ ﷺ کی شان میں گستاخی ہے آپ ﷺ پر تہمت ہے گویا رسول ﷺ نے ما نزل اللہ کے مطابق فیصلہ نہیں کیا حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے کہا تھا: کیا تم اللہ کی حدود میں سفارش کر رہے ہو؟ تم سے پہلے والے لوگ اسی لیے ہلاک ہوئے کہ جب ان میں کوئی معزز و طاقتور جرم کرتا تھا تو اسے چھوڑ دیتے تھے اور جب کوئی کمزور جرم کرتا تو اس پر حد قائم کرتے تھے۔ اللہ کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔ (متفق علیہ)

جمہور فقہاء کہتے ہیں کہ رسول ﷺ بعض معاملات میں اجتہاد کرتے تھے لیکن غلطی و خطا پر ہمیشہ برقرار نہیں رہتے تھے اللہ نے اسی وجہ سے آپ ﷺ کے بعض امور پر مثلاً: ﴿وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ﴾ (النحل: ۱۲۶) اگر تم سزا دو تو اتنی دو جتنی تکلیف تمہیں دی گئی اور اگر صبر کرو تو یہ بہتر ہے صبر کرنے والوں کے لیے۔ اسی طرح دوسری جگہ فرماتے ہیں: ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبُهُمْ فَأَنْهُمْ ظَالِمُونَ﴾ (آل عمران) آپ کو معاملے کا اختیار نہیں ہے اللہ ان کی توبہ قبول کرے یا انہیں عذاب کرے وہ لوگ ظالم ہیں۔ دیگر ایسے بھی احکامات ہیں علم اصول کی کتابوں میں یہ مسئلہ مذکور ہے۔

خلاصہ یہ کہ اللہ نے رسول ﷺ پر ابن سلول کے بارے میں رسول ﷺ پر کوئی ملامت نہیں کی تو اس سے معلوم ہوا کہ ابن سلول پر حد نافذ نہ کرنے میں آپ ﷺ حق بجانب تھے لیکن پھر بھی اس بارے میں خبریں مختلف ہیں کہ ابن سلول نے عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت صراحتاً لگائی تھی یا تعریضاً۔ وقعہ افک میں تعریض کی ہے تصریح نہیں کی جبکہ یہ بات تو معلوم ہے کہ تہمت کے لیے صریح الفاظ ہیں اور کنایہ بھی ہے مگر کنایہ سے حد واقع نہیں ہوتی الا یہ کہ نیت ہو یا قرینہ حالیہ ہو۔ یہ تعریض ابن سلول سے اور لوگوں نے یاد کر لی اور صراحتاً پھیلا دیا۔

فقہاء کا اختلاف: علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ رسول ﷺ نے ان قذف

کرنے والوں پر حد قائم کی تھی یا نہیں؟

① پہلا قول یہ ہے کہ کسی پر بھی حد قائم نہیں کی تھی اس لیے کہ حد صرف اس صورت میں ثابت ہوتی ہے جب واضح اقرار کیا جائے اور یہ کسی سے ثابت نہیں ہے ماوردی نے اس قول کو پسند کیا ہے۔ (فتح الباری: ۸/۴۷۸)

② دوسرا قول یہ ہے کہ سب پر حد نافذ کی تھی سوائے عبداللہ بن ابی سلول کے اس قول کو ابن قیم رحمہ اللہ نے پسند کیا ہے۔ (زاد المعاد: ۲/۱۱۴)

اس قول کی دلیل ترمذی کی وہ روایت ہے جس میں عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب میری بے گناہی کی آیات نازل ہوئیں تو رسول ﷺ منبر پر کھڑے ہو گئے اور اس کا ذکر کر کے قرآن کی آیات کی تلاوت کی جب منبر سے اترے تو آپ ﷺ نے ایک عورت اور دو آدمیوں کے بارے میں حکم دیا ان پر حد لگادی گئی۔ یہ حدیث ابوداؤد اور ابن ماجہ نے ذکر کی ہے اور قذف والوں کے نام بھی لکھے ہیں۔ حسان بن ثابت، مسطح بن اثاثہ، امام النفعی کہتے ہیں عورت کا نام حمہ بنت جحش تھا یہ حدیث صریح دلیل ہے کہ ان تین افراد پر حد قائم کی گئی تھی اس میں ابن سلول کا ذکر نہیں ہے۔ کسی نے یہ بھی کہا ہے ابن سلول پر حد اس لیے جاری نہیں کی گئی کہ اس نے صراحتاً قذف نہیں کیا تھا صرف بحث کرتا تھا۔ یہ قول قاضی عیاض کا پسند کردہ ہے۔ (فتح الباری: ۸/۴۸۱)

کسی نے یہ بھی کہا ہے کہ رسول ﷺ نے اس کے قتل سے مصلحت کی وجہ سے اعتراض کیا تھا حالانکہ یہ منافق تھا۔ کسی نے کہا ہے اس پر حد اس لیے قائم نہیں کی تھی کہ مومنوں پر قائم ہوتی ہے جب وہ گناہ کریں تاکہ ان کے گناہوں کا کفارہ ہو جبکہ ابن سلول منافق تھا (زاد المعاد: ۲/۱۱۵)۔

③ تیسرا قول یہ ہے کہ ابن سلول پر حد قائم کی گئی تھی اس کی دلیل طبرانی کی روایت ہے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں: رسول ﷺ نے حسان بن ثابت، عبداللہ بن ابی۔ مسطح بن اثاثہ۔ حمہ بنت جحش ہر ایک پر اسی کوڑے مارے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا پر قذف کی وجہ سے۔ پھر ابن سلول کے علاوہ دیگر نے توبہ کی جبکہ ابن سلول منافقت ہی میں مر گیا۔ (مجمع الزوائد: ۷/۸۰)

اس کی سند میں ابن لہیعہ ضعیف ہے باقی رجال صحیح ہیں۔ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حاکم نے الاکلیل میں ابی اویس سے وہ حسن بن زید اور عبداللہ بن ابی بکر بن حزم وغیرہ سے مرسل روایت کرتے ہیں کہ ابی ان لوگوں میں سے تھا جس پر حد (کوڑے) لگائی گئی تھی۔ (فتح الباری: ۸/ ۴۸۱)

ابن سلول پر حد قائم کی گئی تھی

① یہ قول راجح ہے کہ ابن سلول پر حد قائم کی گئی تھی پہلی دونوں روایتوں میں اس پر حد لگانا ثابت ہو گیا ہے اگرچہ روایت مرسل ہے مگر ایک دوسرے کی تائید کرتی ہے۔

② پہلے ثابت ہو چکا کہ حد تین افراد پر لگائی گئی تھی یہ جائز نہیں کہ بعض پر حد قائم کی جائے اور بعض پر نہ کی جائے۔ یہ جو کسی نے کہا ہے کہ اس پر حد لگانے سے فتنہ پھیلنے کا خدشہ تھا تو یہ غلط کہا ہے بلکہ حد میں فتنہ نہیں تھا اور قتل اس لیے نہیں کروایا کہ وہ بظاہر مسلمان بنا ہوا تھا۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح اس پر حد جاری نہ کرتے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی والی امتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ غریبوں کمزوروں پر حد قائم کرتے تھے اور مالداروں پر نہیں کرتے تھے تو کیا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول کی مخالفت کی؟ یہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بدگمانی ہے۔ (المنافقون فی القرآن: ۲۹۴)

مختلف روایات کا حاصل

ابن سلول پر اس لیے حد نہیں لگائی گئی کہ اس نے قذف میں تعریض سے کام لیا تھا صراحت سے نہیں یا اس پر حد قائم کی گئی تھی جیسے کہ دوسروں پر کی گئی تھی لہذا یہ شبہ ساقط ہو گیا۔ جہاں تک اس کو قتل نہ کرنے کی وجہ ہے تو اس کا جواب گزر چکا ہے۔

⑩ دسواں شبہ: بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ کا حکم بدل دیا مگر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر کفر کا حکم نہیں لگایا جیسے عسیف کی روایت میں ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور زید بن خالد رضی اللہ عنہ دونوں نے کہا ہے کہ ایک آدمی نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا کہ میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے

مطابق فیصلہ کریں۔ اس کے دوسرے فریق نے کہا جو کہ پہلے والے سے زیادہ سمجھ دار تھا کہ صحیح کہہ رہا ہے آپ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کریں اور مجھے اجازت دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کہو۔ اس نے کہا میرا بیٹا اس کے گھر میں ملازم تھا اس نے اس کی بیوی کی ساتھ زنا کر لیا میں نے اس کو سو بکریاں اس کے بدلے میں دیدیں اور ایک خادم دیا۔ میں نے کچھ اہل علم سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میرے بیٹے کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کی جلاوطنی ہوگی جبکہ اس کی بیوی کو سنگسار کیا جائے گا۔ رسول ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں تمہارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ سو بکریاں اور خادم تمہیں واپس دیا جائے گا تمہارے بیٹے کو سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے۔ انیس صبح اس آدمی کی بیوی کے پاس جاؤ اگر وہ اعتراف کرے تو اسے سنگسار کر دو۔ (صحیح البخاری: ۶۸۵۹-۶۸۶۰)

استدلال: یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس آدمی نے اللہ کا حکم بدل دیا تھا حالانکہ حکم اسے معلوم تھا بیٹے پر زمی کرنے کے لیے ایسا کیا مگر اللہ کے رسول ﷺ نے اس کے ساتھ کفار والا معاملہ نہیں کیا اسے کافر قرار نہیں دیا۔

① **جواب:** اس نوکر کے والد نے اللہ کا حکم نہیں بدلا بلکہ فدیہ دیا اس لیے کہ اسے مسئلے کا علم نہیں تھا اس کی لاعلمی کی دلیل اس کا یہ قول ہے کہ میں نے اہل علم سے پوچھا تو انہوں نے مجھے بتایا: لہذا اس نے جو کچھ کیا لاعلمی کی وجہ سے کیا تو وہ مجرم کیسے بنا؟۔

② **جواب:** جب اس آدمی کو دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بتایا کہ تمہاری رائے غلط ہے شریعت کے خلاف ہے تو یہ شخص اللہ کے رسول ﷺ کے پاس تحقیق کی نیت سے آیا اور جب اسے اپنی غلط رائے کا یقین آ گیا تو اس نے فوراً اللہ و رسول ﷺ کے حکم کو تسلیم کر لیا۔ اب یہاں سوال یہ ہے کہ موجودہ طواغیت نے اللہ و رسول کے فیصلوں کو تسلیم کر لیا ہے؟ یا نہیں؟ معلوم ہونے کے باوجود انہوں نے اپنی مرضی سے یہود و نصاریٰ کی تابعداری اختیار کر لی ہے۔

① گیارہواں شبہ: نجاشی (حبشہ کا بادشاہ) اپنے فیصلے بغیر ما انزل اللہ کرتا تھا مگر کسی نے اس کو کافر نہیں کہا۔ بلکہ وہ مسلمان فوت ہوا تھا اور رسول ﷺ نے اس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی تھی؟

جواب: نجاشی بادشاہ کی نماز جنازہ غائبانہ تو صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ رسول ﷺ کو وحی کے ذریعے اس کی موت کی خبر ہو گئی تھی اگرچہ مدینہ اور حبشہ میں بہت مسافت ہے یہ نبوت کے دلائل میں سے ہے۔ جیسا کہ امام بیہقی وابن حجر نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ نجاشی کی وفات ۹ھ میں ہوئی تھی۔ (فتح الباری: ۳/۱۸۸/۱، ۱۹۱/۱، بخاری: ۳۸۸۰)

عیدگاہ میں صفیں بنا کر چار تکبیرات سے جنازہ پڑھایا۔ (صحیح البخاری: ۳۸۸۱)

جہاں تک یہ بات ہے کہ نجاشی بغیر ما انزل اللہ فیصلہ کرتا تھا تو یہ کوئی بھی ثابت نہیں کر سکتا جو مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے ان کو شریعت کے بعض احکام نہیں پہنچے تھے ایسے بہت سے احکام تھے جن سے وہ بے خبر تھے یہی حال نجاشی کا بھی ہے اور یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ مسلمان اس حکم کا مکلف ہے جو اسے معلوم ہو اس تک پہنچا ہو اور جو حکم نہ پہنچا ہو اس پر وہ ماخوذ نہیں ہے۔ اور یہ بات کہ نجاشی مسلمان فوت ہوا تھا تو معلوم ہوتا ہے کہ نجاشی نے وہ تمام واجبات ادا کر دی تھیں جو اس کو پہنچی تھیں کیا موجودہ مرتد حکمران اور نجاشی برابر ہو سکتے ہیں؟ کہ ان کو تمام لوگوں نے دعوت دے کر اپنی سی کوشش کر ڈالی کہ اسلام نافذ کرو مگر یہ نافذ نہیں کر رہے بلکہ اس کے برعکس ان مطالبہ کرنے والوں کو جیلوں میں ڈال رہے ہیں انہیں دہشت گرد قرار دے رہے ہیں انہیں قتل کر رہے ہیں سزائیں دے رہے ہیں۔ لہذا یہ اعتراض کوئی بے وقوف ہی کر سکتا ہے۔ کہاں یہ مرتد حکمران کہاں نجاشی؟ اس شبہ کا جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مکلف ہونے کا مدار حکم پہنچے پر ہے جب کسی کو حکم پہنچ گیا وہ مکلف ہے جس کو نہیں پہنچا وہ ماخوذ نہیں ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جو شخص دارالکفر میں ہو ایمان لا چکا ہو اور ہجرت نہ کر سکتا ہو اس پر وہ احکام واجب نہیں جن سے یہ عاجز و لاچار ہے بلکہ ممکن ہونے کی حد تک اس واجب ہیں اسی طرح جس حکم کا علم نہ ہو اگر اسے معلوم نہ ہو کہ اس پر

نماز فرض ہے اور وہ ایک مدت تک نماز کے بغیر ہاتھوں پر نمازوں کی قضا نہیں ہے اکثر علماء کا قول یہی ہے۔ (منہاج السنۃ: ۱۱۰/۵۔ مجموع الفتاویٰ: ۲۱۵/۱۹)

خلاصہ جواب: نجاشی نے وہ تمام واجبات ادا کر دیے تھے جو احکام اس کو پہنچ گئے تھے اور اس کے لیے یہی کافی تھے جتنے اس کو پہنچے تھے۔ جو احکام اس کو نہیں پہنچے وہ اس کا مکلف نہیں تھا اسی لیے نجاشی کی اسلام پر وفات ہوئی یہ طاعوتیوں کا دھوکہ ہے جس سے وہ اپنا کفر ثابت کرتے ہیں۔

⑫ بارہواں شبہ: طاعوتی کہتے ہیں کہ اگر ہمارے حکمران منافق ہیں تو انہیں کافر کیسے قرار دیا گیا؟

جواب: یہ شبہ بھی غلط ہے اس لیے کہ طاعوتی ان کو مسلمان ثابت کرتے ہیں لہذا جہاد ان کے خلاف حرام ہے اس لیے کہ رسول ﷺ نے منافقین کے خلاف جہاد نہیں کیا تھا۔ لیکن اس شبہ میں منافق کی تعریف نہیں کی گئی۔

① منافق زندیق ہوتا ہے اسلام ظاہر کرتا ہے اور کفر اپنے اندر چھپائے رکھتا ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ نے منافقین کا حال ذکر کیا ہے جو ایمان کا اظہار کرتے ہیں اور کفر چھپائے رکھتے ہیں..... اللہ اور ایمان والوں کو دھوکہ دیتے ہیں ایمان ظاہر کرنے اور کفر چھپائے رکھنے کے ذریعے۔ (ابن کثیر: ۲۴۹/۱۔ قرطبی: ۹۵/۱۔ مجموع الفتاویٰ: ۳۷۱/۷۔ فتح الباری: ۲۷۱/۱۲)

② جس کا یہ حال ہو تو اس میں اختلاف نہیں کہ اس پر اسلامی احکام جاری ولاگو ہوں گے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ ظاہری طور پر مسلمان کا لفظ منافقین کے لیے بولا جاسکتا ہے اس لیے کہ وہ ظاہری طور پر تسلیم کرتے ہیں اور وہ اعمال بھی بجالاتے ہیں جو مسلمان بجالاتے ہیں جیسے نماز، روزہ، حج، جہاد۔ جیسا کہ نبی ﷺ ان پر اسلام کے ظاہری احکام جاری کرتے تھے منافقین جہنم کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اگرچہ وہ دنیا میں بظاہر مسلمان ہوں ان پر اسلام کے ظاہری احکام جاری ہوتے ہوں۔ (مجموع الفتاویٰ: ۷/۴۱۰)۔

معلوم ہوا کہ جو کفر ظاہر کرتا ہے اس کو کافر کہا جائے گا جبکہ منافق کفر چھپاتا ہے۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال کا خلاصہ

جس نے اسلام ظاہر کیا اور کفر چھپایا وہ منافق ہے اگر کفر ظاہر کیا تو یہ کافر مرتد ہے اگرچہ اسلام کا بھی اظہار کرتا ہو اس کی دلیل اللہ کا یہ فرمان ہے: ﴿يَحْذَرُ الْمُنْفِقُونَ أَنْ تَنْزَلَ عَلَيْهِمْ سُورَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِي قُلُوبِهِمْ قُلِ اسْتَهِزْءٌ وَإِنَّ اللَّهَ مُخْرِجٌ مَا تَحْذَرُونَ، وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ (التوبة: ۶۴-۶۵)﴾ منافقین ڈرتے ہیں کہ ان کے بارے میں سورۃ نازل ہو جائے گی جو انہیں بتادے گی جو ان کے دلوں میں ہے۔ ان سے کہہ دو کہ مذاق اڑاؤ بے شک اللہ ظاہر کر دے گا جس سے تم ڈرتے ہو۔ اگر آپ ان سے پوچھیں تو یہ کہیں گے کہ ہم تو صرف باتیں کر رہے تھے اور کھیل رہے تھے۔ ان سے کہہ دیں کیا اللہ، اس کی آیات اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مذاق کرتے ہو؟ معذرتیں مت کرو تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے۔

استدلال: یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جس نے کفر چھپایا اسے منافق کہا جاتا ہے اگر اس نے یہ کفر اپنے قول یا فعل سے ظاہر کر دیا تو اسے کافر کہا جائے گا۔ (قد کفرتم)

موجودہ طاغوتی حکمران

یہ کفر چھپاتے ہوں یا ظاہر کرتے ہوں اس میں شک نہیں ہے کہ یہ قانون و آئین میں کفر ظاہر کرتے ہیں اللہ کی نازل کردہ شریعت کی تکذیب اور اس کی توہین کرتے ہیں اگر تولاً نہ بھی ہو تو تو فعلاً یہ سب طاغوتی کفر کرتے ہیں بلکہ تولاً بھی یہ کفر کا اظہار کرتے ہیں لہذا موجودہ حکمران کافر مرتد ہیں منافق نہیں ہیں کیا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے منافقین نے دوسرے قانون و آئین کے مطابق فیصلے کرتے تھے؟ یا کون سا آئین ان کی اسمبلی یا پارلیمنٹ نے بنایا تھا؟ لہذا ان مرتد حکمرانوں کو ان منافقین پر قیاس کرنا غلط ہے

رسول ﷺ کے زمانے میں منافقین کی دو قسمیں تھیں:

① وہ منافقین تھے جنہوں نے آخر تک کفر ظاہر نہیں کیا تھا مسلمانوں کو بھی ان کے بارے معلوم نہیں تھا جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے: ﴿وَمِمَّنْ حَوْلَكُم مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُّوا عَلَى النَّفَاقِ (التوبة: ۱۰۱)﴾ تمہارے گرد دیہاتوں میں سے منافق ہیں اور مدینہ والوں میں سے بھی ہیں جو نفاق پر جمے ہوئے ہیں۔

② وہ منافق تھے جنہوں نے کفر کا اظہار کیا تھا لیکن اس کے علاوہ شرعی دلیل نہیں تھی جس کی وجہ سے ان کا مواخذہ کیا جاتا اس قسم کا نفاق دو طرح سے ظاہر ہوتا ہے۔

① ایسے اقوال میں کہ جو کفر کے محتمل ہوں غیر صریح ہوں جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے: ﴿وَلَسَعُرِ فَتَنَهُمْ فِي لُحْنِ الْقَوْلِ (محمد: ۳۰)﴾ آپ ﷺ ان کو پہچانیں گے باتوں کی چالاکی کی وجہ سے

② ان کے صریح کفریہ اقوال کی بنا پر لیکن رسول ﷺ کو یہ اقوال بچے یا کسی عورت یا ایک آدمی کے ذریعے پہنچ پاتے جن کی وجہ سے ارتداد کا ثبوت نہیں بنتا تھا اس لیے کہ ارتداد یا کفر میں اقرار یا دو عادل آدمیوں کی گواہی ضروری ہے۔ رسول ﷺ نے وحی کے ذریعے خبر ہونے کے باوجود ان کا مواخذہ نہیں کیا امت کی رہنمائی کے لیے اس لیے کہ ان لوگوں کا کفر عام لوگوں کے سامنے ظاہر نہیں ہوا تھا یہ حالت تھی رسول ﷺ کے زمانے کے منافقین کی کہ ان پر ظاہری طور پر اسلام کے احکام جاری ہوتے تھے۔ اور جو کوئی کفر کا اظہار کرتا ہے مجاہدین، علماء اور نیکوکاروں کا مذاق اڑاتا ہے انہیں جیلوں میں ڈالتا ہے انہیں سزائیں دیتا ہے انہیں دہشت گرد کہتا ہے قرآن کو دقتیاً نوسی کہتا ہے یہ شخص مرتد کافر ہے جیسے موجودہ حکمران، طاغوتی اور جمہوریت پسند، لہذا یہ شبہ غلط ہے۔

③ تیرھواں شبہ: طاغوتی کہتے ہیں کہ موجودہ حکمرانوں اور حکومتوں نے بعض اچھے کام بھی کیے ہیں مثلاً مسجدیں بنانا وغیرہ۔

جواب: مرتد اور کافر حکمرانوں کے نیک کام ان کے کفر میں مانع نہیں ہیں جبکہ ان میں مقتضی کفر موجود ہیں اس کی دو وجہ ہیں:

① کوئی بندہ اس وقت تک حقیقی مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس میں ایمان کی تمام خصوصیات موجود نہ ہوں اور جب ایمان سے کفر میں جاتا ہے تو ایک خصلت کی وجہ سے بھی جاسکتا ہے دلیل پہلے بھی گزر چکی ہے یعنی: ﴿وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ.....﴾ اس آیت میں اللہ نے انہیں ایک کلمہ کی وجہ سے کافر قرار دیا حالانکہ ان کے پاس اسلام کی اور خصوصیات تھیں شہادتین کے قراری تھے لیکن یہ ان کے کفر میں مانع نہیں ہوئیں۔ تکفیر سے یہ لازم نہیں آتا کہ اگر اس میں اسلام کے دیگر اعمال ہوں تو وہ کافر نہیں ہوگا سلف نے کیا خوب کہا ہے ((الدخول فی الاسلام من باب واحد والنخروج منه بابواً متفرقة)) اسلام میں داخل ایک دروازے سے ہوا جاتا ہے مگر نکلنے کے کئی دروازے ہیں۔ صحابہ کرام نے جب مائین زکوٰۃ کو کافر قرار دیا تو صرف اسی ایک خصلت کی وجہ سے یہ شرط نہیں لگائی کہ ان میں ایمان کے دیگر شعبے یا شاخیں برقرار رہیں گی یہ شرط فاسد ہے دلائل کے خلاف ہے۔

② ایمان کا ہر شعبہ مومن کو فائدہ نہیں دیتا جب تک ایمان کی بنیاد نہ ہو یا جب تک اس میں ایک بھی ناقص ایمان اس میں موجود ہو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا﴾ (التوبة: ۲۸) ﴿مشرک نجس ہے وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ آئیں۔ یہ دلیل ہے کہ مشرک حج کرتے تھے بیت اللہ کا۔ رسول ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو بھیج کر اعلان کروا دیا کہ آج کے بعد کوئی مشرک حج کرنے نہ آئے۔ (صحیح البخاری)

مشرک صدقہ بھی دیتے تھے: ﴿وَمَا مَنَعَهُمْ أَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقَتُهُمْ إِلَّا أَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالَى وَلَا يُنْفِقُونَ إِلَّا وَهُمْ كَاهُونَ﴾ (التوبة: ۵۴) ﴿اس میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے کہ ان کے نفقات قبول نہ کیے جائیں سوائے اس بات کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ کفر کیا ہے اور نماز کے لیے آتے ہیں سستی کے

ساتھ اور خرچ کرتے ہیں مگر ناپسندیدگی کے ساتھ۔

ان آیات سے ثابت ہوا کہ مشرکین نفقات بھی دیتے تھے نمازیں بھی پڑھتے تھے اور کفر بھی ساتھ تھا اس لیے کفر کی موجودگی میں ان کے نیک اعمال نے انہیں کوئی فائدہ نہ دیا۔

③ عباس رضی اللہ عنہ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ابوطالب آپ کے ساتھ تعاون کیا کرتا تھا کیا یہ عمل اس کو فائدہ دے گا؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو آگ کی چپل پہنائی جائے گی جس سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔ (متفق علیہ)

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ ابوطالب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرتا تھا دشمن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفظ فراہم کرتا تھا یہ ایمان کا بڑا حصہ ہے مگر یہ ابوطالب کو کفر سے نہیں بچا۔ اس لیے کہ اس کے پاس ایمان کی بنیاد نہیں تھی صحیح احادیث میں آتا ہے اس نے وفات کے وقت شہادتین کے اقرار سے انکار کیا تھا اور کافر مر گیا۔

④ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ابن جدعان (جاہلیت میں مر گیا تھا) جاہلیت میں مسکینوں کو کھلاتا تھا رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرتا تھا کیا یہ سب کچھ اس کو نفع دے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اس کو فائدہ نہیں دے گا اس لیے کہ اس نے ایک دن بھی یہ نہیں کہا کہ اے میرے رب قیامت کے دن میری خطا میں معاف کر دے (مسلم)۔

حاصل کلام: کافر اگر بہت سے نیک کام کر لے اخلاص کے ساتھ بھی کرے اس کو بدلہ دنیا میں ملے گا جیسا کہ انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے مسلم میں: اگر اعمال ریاکاری کے لیے کیے ہوں جیسے موجودہ دور کے کفار کرتے ہیں تو ان کے لیے نہ دنیا میں کچھ ہے نہ آخرت میں کچھ حصہ ہے یہ نیک کام اس کے کفر میں مانع نہیں ہیں۔

⑬ چودھواں شبہ: موجودہ حکمران لالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرتے ہیں کلمہ گو ہیں اور اسامہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں آتا ہے کہ اس نے ایک کافر کو لالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے کے باوجود قتل کر دیا تو

رسول ﷺ نے اس سے کہا کہ تم نے اسے کیونکر قتل کر دیا جبکہ وہ لا الہ الا اللہ پڑھ رہا تھا؟

② اللہ کا فرمان ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْفَىٰ إِلَيْكُمْ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا﴾ (النساء: ۹۴) ایمان والو جب تم اللہ کی راہ میں چلو تو تحقیق کر لیا کرو اور جو آدمی تمہارے سامنے لا الہ الا اللہ پیش کرے اسے یہ مت کہو کہ تم مومن نہیں ہو۔ معلوم ہوا کہ لا الہ الا اللہ کفر سے بچانے والا ہے۔

③ حدیث میں آتا ہے۔ جو اس حال میں مر گیا کہ لا الہ الا اللہ کہتا ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

④ حدیث بطاقہ میں آتا ہے کہ قیامت کے دن ایک آدمی ننانوے (۹۹) رجسٹر گناہوں کے لائے گا اور اسے یقین ہوگا کہ میں ہلاک ہونے والا ہوں یہ سب رجسٹر ایک ایک پرچی جس پر لا الہ الا اللہ ہوگا کے ساتھ وزن کیے جائیں گے تو یہ پرچی وزنی ہوگی۔ اس بارے میں اور بھی احادیث ہیں۔ طاغوتی کہتے ہیں کہ ان احادیث میں مانع کفر صرف لا الہ الا اللہ کو قرار دیا گیا ہے۔

جواب: کئی طرح سے اس کے جواب دیے جاسکتے ہیں:

① جس حدیث میں ہے کہ ((من مات وهو يعلم لا الہ الا اللہ)) یہ صریح دلیل ہے اس بات پر کہ اس کلمے کا معنی جو مشتمل ہے توحید اور کفر باطاغوت پر وہ مراد ہے اسی شرط کے ساتھ لا الہ الا اللہ قبول کیا جائے گا۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پر باب باندھا ہے۔ ((باب من مات علی التوحید دخل الجنة)) مطلب یہ کہ توحید کلمہ کے معنی میں ثابت ہوتی ہے صرف کلمہ کے تلفظ میں نہیں جب نواقض سے اجتناب نہ کیا جائے اور اس کے حقوق تسلیم کیے بغیر یہ کلمہ کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ جیسا کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے رسول ﷺ نے انہیں تعلیم دی، تاکہ کفر کی فرمایا تم سب سے پہلے ان (یمن والوں) کو لا الہ الا اللہ کی دعوت دو ایک روایت میں ہے ((ان یوحّدوا اللہ)) کہ اللہ کی توحید کو اپنائیں۔ معاذ رضی اللہ عنہ نے یمن کے لوگوں کو سب سے پہلے توحید کی دعوت دی۔ معلوم ہوا کہ لا الہ الا اللہ

سے مراد توحید ہے جو اس کلمے میں نفی اور اثبات کے ساتھ ذکر ہوا ہے۔ نفی لا الہ ہے جو کفر باطنغوت ہے۔ اثبات الا اللہ ہے۔ اللہ کی عبادت جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے: ﴿فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ﴾ جس نے طانغوت کا انکار کیا اور اللہ پر ایمان لایا اس نے مضبوط کڑا تھام لیا۔ اس آیت میں نجات کی شرط اور رسی کو مضبوطی سے تھامنے کو دو چیزوں میں محصور کیا ہے جو ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں ہوتیں: کفر باطنغوت اور ایمان باللہ صرف کفر باطنغوت بھی صحیح نہیں جب تک ایمان باللہ نہ ہو اور ایمان باللہ صحیح نہیں جب تک کفر باطنغوت نہ ہو۔ دونوں کو رکھنا ہوگا۔ جب تک یہ حکمران کفر باطنغوت نہ کر لیں یہ مومن نہیں ہو سکتے اس کے برعکس یہ طانغوت کے ملازم، چوکیدار، حمایتی، مددگار، ان کی فوج میں شامل ان کے محافظ ہیں تو مومن کیا مسلمان بھی نہیں ہیں۔ متمسکین بالعرۃ الوثقی نہیں بلکہ ہالکین ہیں اگر یہ طانغوت پر مر گئے تو کفر کی حالت میں موت ہوگی اگرچہ ہزار مرتبہ زبان سے لا الہ الا اللہ کہتے رہیں۔ مسیلمہ کذاب کے پیروکار بھی لا الہ الا اللہ کہتے تھے۔ نمازیں پڑھتے تھے روزے رکھتے تھے لیکن طانغوت (مسیلمہ کذاب) پر کفر نہیں کرتے تھے (اس کا انکار نہیں کرتے تھے) لہذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انہیں مرتد اور ان کی جان و مال کو حلال قرار دیدیا انہیں لا الہ الا اللہ کہنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ یہ لوگ اس وجہ سے مشرک و مرتد ہوئے کہ انہوں نے اپنے قبیلے کے سردار کو رسول ﷺ کی رسالت میں شریک قرار دیدیا وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی امیر یا بادشاہ یا عالم کو شریک کرتے ہیں ان کے قوانین کو تسلیم کرتے ہیں کیا وہ مرتد نہیں ہیں؟

خلاصہ کلام یہ کہ کسی مومن کا کلمہ توحید اس وقت تک قبول نہ ہوگا جب تک اس میں سات شرطیں نہ ہوں۔

① اس کے نفیاً و اثباتاً تقاضوں کا علم۔

② اس کے حقوق کے آگے جھکنا (انہیں تسلیم کرنا)۔

③ ایسا صدق جو کذب کے منافی ہو۔

④ اخلاص جو شرک کے منافی ہو۔

۵ یقین جو شک کے منافی ہو۔

۶ اس کلمے اور کلمے والوں سے محبت۔

۷ کلمے کو قبول کرنا یعنی اس کے لوازمات کو قبول کرنا رد نہ کرنا۔

دلائل اپنے مقام پر آئیں گے۔ مطلب یہ کہ صرف لا الہ الا اللہ کا تلفظ مانع کفر نہیں ہے اگر ایک مشرک یہ کلمہ پڑھتا ہو اس کے معنی سے بھی واقف ہو مگر شرک نہ چھوڑتا ہو، طاعوت کا انکار نہ کرتا ہو تو نہ یہ مومن ہے نہ جنت میں داخل ہوگا۔ ﴿اِنَّهُ مِنْ يُّشْرِكُ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ﴾ جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا اللہ نے اس پر جنت حرام قرار دیدی ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں (مذکورہ حدیث) مجمل ہے اس کی شرح ضروری ہے اس کا معنی یہ ہے کہ جس نے کلمہ پڑھا اور اس کے حقوق و فرائض ادا کر دیے۔ (شرح مسلم: ۱/۲۱۹)

الغرض جن احادیث میں لا الہ الا اللہ کا ذکر ہے جیسے مذکورہ حدیث وغیرہ ان سے مراد تو حید اور کلمہ طیبہ کی مکمل شرائط مراد ہیں۔

۱ بطاقہ والی حدیث جو ہے اگر ان گناہوں میں غیر اللہ کی عبادت قانون وضعی کو ماننا طاعوت کے فیصلے کو تسلیم کرنا۔ دین کا مذاق اڑانا شامل ہو تو پھر یہ شرک، کفر اور ارتداد ہے۔ معلوم ہوا کہ ان (۹۹) رجسٹروں میں صغیرہ و کبیرہ گناہ ہوں گے مگر شرک و کفر کے علاوہ۔

۲ جو حدیث اسامہ رضی اللہ عنہ والی ہے جس آدمی کو اسامہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا اس سے نواقض ایمان سرزد نہیں ہوئے تھے جبکہ یہ طاعوتی جمہوری ہر وقت ہر آن اسلام کے نواقض میں ملوث ہیں لہذا یہ حدیث ان کے لیے دلیل نہیں بن سکتی

۳ آیت ﴿لَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْفَىٰ إِلَيْكُمْ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا﴾ (النساء: ۹۴) کا معنی یہی ہے۔ اس آدمی نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سلام کیا مگر انہوں نے اسے قتل کر دیا یہ سوچ کر وہ ڈر کی وجہ سے کلمہ پڑ رہا ہے اللہ نے اس پر انکار کیا لہذا جو شخص کلمہ پڑھتا ہے اس کی شرائط قبول کرتا ہے نواقض سے

اجتناب کرتا ہے ہم پر لازم ہے کہ اس کے ساتھ مسلمانوں والا سلوک و معاملہ کریں۔ اور اگر ایک آدمی اسلام ظاہر کرتا ہے جیسے طاغوتی جمہوری لوگ اور دوسرا دین (طاغوتی یا قانون آئین، دستور، اسمبلی پارلیمنٹ) کو بھی ظاہر کرتا ہے یا ان کے ادیان کے ساتھ موالات رکھتا ہے تو اس کا اسلام قبول نہیں کیا جائے گا جب تک ان تمام سے براءت کا اعلان نہ کر دے اور دین اللہ کے لیے خالص نہ کر لے اس لیے اللہ فرماتا ہے ﴿فَتَّبِعُونَا﴾ تحقیق کر لیا کرو کہ کہیں طاغوتی جمہوری یا کسی اور دین والا نہ ہو۔

۱۵) پند رہواں شبہ: طاغوتی جمہوری درباری ملا کہتے ہیں کہ موجودہ حکمران، ان کی فوج اور پولیس ظاہراً مسلمان ہیں اور حدیث میں آتا ہے کہ: جس نے کسی مسلمان کو کافر کہا وہ خود کافر ہوا۔ بعض جاہل کہتے ہیں کوئی پیدائشی کافر نہیں ہوتا کافر نہیں کہنا چاہیے۔

جواب: مطلق تکفیر خطرے کی بات نہیں ہے نہ ہی مذموم ہے اگر یہ لوگ س بات سے ڈرتے ہیں تو پھر یہ سب کافروں کو مسلمان قرار دیدیں گے۔ البتہ مذموم تکفیر یہ ہے کہ کسی مسلمان کو صرف تعصب یا خواہش کی وجہ سے بغیر شرعی دلیل کے کافر قرار دینا یہ مذموم ہے۔ ہر کفر مذموم نہیں ہے جیسا کہ ہر ایمان قابل تعریف نہیں ہے۔ ایک ایمان واجب ہے جیسے اللہ پر ایمان اور ایک ایمان حرام اور شرک ہے جیسے طاغوت پر ایمان۔ اسی طرح کفر کبھی واجب اور کبھی ممدوح ہوتا ہے جیسے کفر باطاغوت کبھی کفر قابل مذمت ہوتا ہے جیسے اللہ اور اس کی آیات اور دین کے ساتھ کفر۔ جس طرح کسی مسلمان کو بغیر شرعی دلیل کے مشرک کافر مرتد قرار دینا خطرناک و مذموم کام ہے اسی طرح کسی مشرک کافر مرتد پر اسلام کا حکم لگانا اس کی جان و مال کو محفوظ قرار دینا اس کو اسلام میں داخل سمجھنا اس کے ساتھ دینی موالات رکھنا خطرناک اور فساد کبیرہ والا کام ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ جو مسلمان کو کافر قرار دیتا ہے وہ کافر ہو خاص کر جب وہ (جسے کافر کہا جا رہا ہے) وہ ایسے کام کر رہا ہو جنہیں اللہ و رسول ﷺ نے کافر قرار دیا ہو۔ مذکورہ حدیث جس میں مسلمان کو کافر کہنے والے کو کافر کہا گیا ہے یہ ان الفاظ سے رسول ﷺ سے منقول نہیں ہے۔ یہ جو کہا گیا ہے کہ مسلمان کبھی کفر نہیں کر سکتا یہ بات اس آیت کی رو سے غلط ثابت

ہو رہی ہے: ﴿قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ﴾ اور دوسری آیت: ﴿ان الذین ارتدوا علی ادبارهم من بعد ماتبین لهم الهدی﴾ جو لوگ ہدایت واضح ہونے کے بعد مرتد ہو گئے اور آیت: ﴿یا ایہ الذین آمنوا من یرتد منکم عن دینہ﴾ ایمان والو تم میں سے جو اپنے دین سے مرتد ہو گیا۔ اگر کوئی مسلمان دین سے مرتد نہیں ہوتا تو فقہ کی کتابوں میں مرتد کے احکام کیوں ذکر کئے گئے ہیں اسی طرح رسول ﷺ کا فرمان ہے: ((من بدل دینہ فاقتلوه)) جس نے اپنا دین بدل دیا اسے قتل کر دو۔ صحیح مسلم میں صحیح الفاظ یوں ہیں: ((من قال لاحیہ المسلم یا کافر فان کان کذک والاحار علیہ)) اگر کسی نے مسلمان کو کافر کہا اگر اس میں کفر نہ ہوا تو یہ (فتویٰ) کہنے والے پر لوٹ آئے گا۔ اس حدیث میں ((فان کان کذک)) دلیل ہے مسلمان کی تکفیر کی جس میں کفر ظاہر ہو گیا ہو اور موانع تکفیر ختم ہو گئے ہوں تو اس کی تکفیر میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ اگر اس کی تکفیر اللہ کے دین کی وجہ سے ہے تو یہ تکفیر ماجور ہے جیسے عمر رضی اللہ عنہ نے رسول ﷺ کو حاطب کے بارے میں کہا تھا کہ مجھے اجازت دیں میں اس کی گردن اڑاتا ہوں۔ رسول ﷺ نے وضاحت کر دی کہ حاطب رضی اللہ عنہ کافر نہیں ہے مگر آپ ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ سے یہ نہیں کہا کہ تم پر کفر لوٹ آیا ہے اس لیے کہ تم نے ایک مسلمان کو کافر کہہ دیا ہے۔ معلوم ہو گیا کہ اگر مسلمان نے مسلمان کو دینی غیرت کی وجہ سے کافر کہہ دیا اور اس میں کفر نہ ہوا تو یہ کہنے والا مسلمان گناہ گار نہیں ہے بلکہ ماجور ہے جیسا کہ عمر رضی اللہ عنہ پر رسول ﷺ نے کوئی ملامت نہیں کی۔ امام ابن قیم رحمہ اللہ نے بھی اشارہ کیا ہے کہ مسلمان کی وہ تکفیر مذموم ہے جو محض خواہش اور عصبیت کی بنا پر ہو یا پارٹی و جماعت کی بنا پر کسی کو کافر کہا جائے۔ علماء نے مذکورہ حدیث کی یہ تاویل بھی کی ہے کہ جس نے مسلمانوں کے دین اور توحید کو کفر کہا تو وہ کافر ہے دوسری تاویل یہ ہے کہ جس نے کسی مسلمان کی توہین کی مسلمانوں کی تکفیر پر ہنسنا (مذاق اڑایا) تو یہ ان کو کفر کی طرف لیجاتا ہے۔

(۱۶) سواہواں شبہ: رزق، مصلحت، بعض طاغوتی بلکہ ان میں اکثر سمجھدار لوگ کہتے ہیں کہ ہم طاغوت کو پسند نہیں کرتے مگر براءت کا اعلان اور نفرت ہم دل میں کرتے ہیں لیکن کیا کریں کہ ہمارا

رزق اور نوکری لگی ہوئی ہے یا ریٹائرڈ ہونے میں چند سال باقی ہیں پھر پنشن لوں گا پھر فنڈ لے لوں گا۔ کچھ لوگ کہتے ہیں یہ اسلام، مسلمانوں اور دین کی خدمت کے لیے مصلحت کے طور پر (ہم) ساتھ ہیں۔

جواب: اہل سنت اور اہل الشریک والبدعت میں فرق یہ ہے کہ اہل سنت کے نزدیک ایمان اعتقادِ اقرار اور عمل بالجوارح کا نام ہے۔ ایمان صرف دلی اعتقاد کو نہیں کہتے۔ کفر باطاعت لازمی ہے کہ ظاہری و باطنی دونوں ہو۔ لہذا ہمارا مطالبہ ظاہر کا ہے دلوں کا حال اللہ جانتا ہے۔ جب منافق کفر چھپاتا ہے شریعت سے بغض بھی رکھتا ہے لیکن ایمان کا اظہار کرتا ہے ظاہری شعائر اسلام کا التزام کرتا ہے اس وجہ سے اس کی جان و مال محفوظ رہتے ہیں اس کا حساب آخرت میں اللہ کے ہاں ہوگا کہ جہنم کے نچلے طبقے میں ہوں گے۔ اسی طرح جو لوگ کہتے ہیں یا خود کو سمجھتے ہیں کہ وہ باطن میں مومن ہیں اور دلی طور پر کفر باطاعت کرتے ہیں اور ظاہری طور پر اسلام کا مخالف و مناقض ہے اور ظاہری طور پر طاعت کا فوجی اور مددگار ہے شرک کا ساتھ دے رہا ہے ان کی جماعت میں شامل ہے ان کی کثرت میں اضافہ کا سبب بنا ہوا ہے۔ ان کے قانون کی حفاظت کرتا ہے مسلمانوں کے خلاف ان کی مدد کرتا ہے ظاہر میں ان سے دوستی رکھتا ہے جس طرح منافق پر ظاہری اعمال کی وجہ سے حکم لگتا ہے اس پر ظاہری اعمال کی بنا پر حکم لگائیں گے۔ ہمیں دلوں کی خبر نہیں ہے کہ ان میں کیا ہے بظاہر یہ کفر کے قانون کو پسند کرتے ہیں اس کی مدد کرتے ہیں ان سے موالات رکھتے ہیں لہذا یہ کافر ہیں جس طرح منافق بظاہر مسلمان تھے۔

خلاصہ: جمہوری حکمران کافر ہیں اس لیے کہ:

① اللہ کے دین و شریعت کا مذاق اڑاتے ہیں: ﴿قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰلِیْہِ وَاَرْسُوْلِہِ کُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُوْنَ﴾ یہ آیت مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی جو نمازیں پڑھتے تھے روزے رکھتے تھے زکاۃ دیتے تھے بہت سی جنگوں میں شریک تھے لیکن استہزاء کی وجہ سے اللہ نے انہیں کافر قرار دیدیا۔

② یورپ والوں، یہودیوں عیسائیوں صلیبیوں کے ساتھ دوستی اور مجاہدین مسلمانوں کے خلاف ان سے تعاون و مدد کی وجہ سے: ﴿وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ﴾ اسی لیے شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آٹھواں ناقض ایمان ہے مشرکین کی مدد کرنا ان سے تعاون کرنا موحدین کے مقابلے پر یہ کفر ہے۔

③ یہ اس لیے بھی کافر ہیں کہ یہ جمہوریت چاہتے ہیں اللہ کے دین کے عوض: ان الـدیـن عند اللہ الاسلام یہ وہ دین ہے جو اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دے کر دنیا میں بھیجا جبکہ جمہوریت یونان کا دین ہے کفار کا دین ہے۔ اور ﴿وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ﴾ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ الْالِضْلَالِ۔

ڈیموکریٹ بر ملا اعلان کرتے ہیں کہ جمہوریت بہترین طریقہ و راستہ ہے لہذا یہ لوگ مجبور نہیں ہیں انہوں نے اپنی مرضی سے کفر اختیار کیا ہے کیا یہ کافر نہیں ہیں؟ جمہوریت اور اسلام جمع نہیں ہو سکتے جو کہتے ہیں جمہوری اسلامی نظام تو یہ کافر مرتد ہے یہ اسلام اور جمہوریت کو نہیں جان سکا۔ اللہ اپنے دین میں یہودیت و نصرانیت کو قبول نہیں کرتا تو اسی طرح جمہوریت یا جو بھی کفار کا بنایا ہوا ازم ہو اسے قبول نہیں کرتا۔

④ یہ اس لیے بھی کافر ہیں کہ یہ خود کو قانون سازی میں اللہ کا شریک بناتے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جو شخص آئین یا قانون اساسی کی مخالفت کرتا ہے یہ ڈیموکریٹ اسے آئین کی توہین کرنے والا کہتے ہیں اسے سزائیں دیتے ہیں اس کے برعکس انہوں نے اللہ کے احکام معطل کر دیے ہیں انہیں پس پشت ڈال دیا ہے۔

جو لوگ قانون الہی کے خلاف ہیں وہ ان کو پسند ہیں ان کے دوست ہیں انہیں روشن فکر و روشن خیال کہتے ہیں انہیں یہ نہیں معلوم کہ یہ مرتد ہیں۔ کافر زندہ رہنے کا حق رکھتا ہے مگر حاکمیت کرنے کا نہیں رکھتا۔ جمہوریت پسند مساوات سے بھی آگے گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے بھی آگے بڑھتے ہیں اس

لیے کافر ہیں۔

⑤ یہ اس لیے کافر ہیں کہ اللہ (کی شریعت کے ساتھ) دوسری شریعت بنا رکھی ہے۔ ﴿اَمْ لَهُمْ

شُرَكَوًا شَرَعُوا لَهُمْ مِّنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنَ بِهِ اللّٰهُ﴾ (الشوری: ۲۱) ﴿

فصل

جمہوریت اور الیکشن کے کفر ہونے پر دلائل اور ان دونوں کے مفاسد

یہ جو پہلے ذکر ہو چکا کہ دین اسلام قانون و شریعت کے لحاظ سے مکمل ہے اور امارت اسلامی کے قیام کے لیے یہ چار اسباب و ذرائع ہیں:

① ایمان

② عمل صالح

③ دعوت الی اللہ

④ جہاد فی سبیل اللہ

شریعت میں انتخابات نہیں ہیں بلکہ یہ کفار اور صلیبیوں کا طریقہ ہے تاکہ مسلمانوں کو اللہ کی راہ سے بھٹکا دیں۔ اب ہم انتخابات کی خرابیاں اور نقصانات کا ذکر با دلائل کرتے ہیں:

① جمہوریت اور انتخابات جاہلیت کا مستقل منج ہے یہ اسلامی منج کے خلاف ہے ڈیموکریسی

یا جمہوریت اندھیرا اور اندھا پن ہے۔ ﴿وما یستوی الاعمی والبصیر ولا الظلمات

ولا النور﴾ اندھا اور بینا، روشنی اور اندھیرا برابر نہیں ہو سکتے اسلام نور ہے۔ ہدایت ہے۔ جمہوریت

اندھیرا ہے گمراہی ہے: ﴿قد تبین الرشد من الغی﴾ اسلام آسمانی، ربانی منج ہے جمہوریت انسان

کا بنایا ہوا قانون ہے دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

② جمہوریت میں حصہ لینا کفار کی اطاعت کرنا ہے یعنی یہود و نصاریٰ کی جبکہ اللہ نے ہمیں کفار

کی دوستی اور اطاعت سے منع کیا ہے۔ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَطِيعُوا فَرِيقًا مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا
الْكِتَابَ يَرُدُّكُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كَافِرِينَ﴾ ایمان والو اگر تم اہل کتاب میں سے ایک گروہ کی
اطاعت کرو گے وہ تمہیں ایمان کے بعد دوبارہ کافر بنا لیں گے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے ﴿فَلَا تَطْعَم
الْكَافِرِينَ﴾ کفار کی اطاعت مت کرو۔

③ جمہوریت زندگی و حقیقت و ارتداد کی طرف راستہ دکھاتی ہے اس میں آزادی ہوتی ہے کہ کچھ بھی
کر کوئی حرج نہیں اسی لیے جمہوریت میں یہودیت، نصرانیت اور اسلام یکساں ہیں۔
④ جمہوریت خواہشات و اباحت کا راستہ دکھاتی ہے شراب و موسیقی اور دیگر گناہ جنہیں اللہ نے
حرام قرار دیا ہے ان کا ارتکاب کرنے کی آزادی ہے۔ کسی کو کسی بھی گناہ سے منع نہیں کر سکتے اسے شخصی
آزادی کہتے ہیں یہی اس کے کفر ہونے کے لیے کافی ہے۔

⑤ جمہوریت نے اسلام کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے اس میں قومیں اور پارٹیاں تنظیمیں
اور جماعتیں بنادی ہیں یہ سب جمہوریت کے مفاسد ہیں اسلام میں ملکی سرحدوں کا تصور نہیں ہے نہ ہی
اس میں پارٹیوں اور تنظیموں کی گنجائش ہے بلکہ مشرق تا مغرب مسلمانوں کی ایک ہی حکومت ہوگی
۔ ﴿وَإِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونَ﴾ بے شک تمہاری ایک ہی امت ہے میں
تمہارا رب ہوں مجھ سے ڈر جاؤ۔ ﴿وَلَا تَنَازَعُوا فَعَفَا غُيُوبُكُمْ﴾ جھگڑا مت کرو
آپس میں ورنہ بزدل ہو جاؤ گے طاقت ختم ہو جائے گی۔

⑥ جمہوریت میں جو شخص شمولیت کرتا ہے اسے لازمی طور پر اس کا قانون اور کفر ماننا پڑتا ہے
ورنہ جمہوریت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ جیسے اقوام متحدہ کے تحت رہنا ہوگا اگر ایسا نہیں کیا تو دہشت گرد
، بنیاد پرست کہلانا ہوگا۔

④ جمہوریت اسلامی احکام کو معطل کرتی ہے جیسے جہاد، امر بالمعروف نہی عن المنکر، ارتداد سے
متعلق احکام، اسی لیے جمہوریت آزادی، کفر، لادینیت، فاشی اور عریانی چاہتی ہے کسی کو غلط کام سے

نہیں روکا جاسکتا۔

⑧ جمہوریت میں مرتد و منافق لوگوں کو اچھے مخلص اور محب وطن کہا جاتا ہے اسی طرح آدمی ایمان سے نکل جاتا ہے۔

⑨ اس میں شریعت کے اصول نہیں ہوتے۔ اللہ کا فرمان ہے: [وان تطع من اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ] اگر آپ ﷺ نے اکثریت کا کہنا مان لیا تو آپ ﷺ کو اللہ کی راہ سے گمراہ کر دیں گے اور فرمان ہے: ﴿ولکن اکثر الناس لا یعلمون﴾ اکثر لوگ نہیں جانتے۔ ﴿وقلیل من عبادی الشکور﴾ میرے بہت کم بندے شکر گزار ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ حق کا معیار کثرت نہیں ہے جب کہ جمہوریت میں بلا کسی شرط کے اکثریت معتبر ہے۔

⑩ جمہوریت انسان کو جاہل اور غافل بنا دیتی ہے کہ اسلام اور جمہوریت کا فرق نہیں کر سکتا۔ حق و باطل میں فرق نہیں کر سکتا۔ اسلام اور کفر کو یکساں سمجھتا ہے جیسا کہ موجودہ دور میں اکثر کلمہ گو مسلمان یہ فرق نہیں سمجھتے اسلام صرف کلمے کو سمجھتے ہیں باقی ہر کام میں آزادی ہے۔

⑪ جمہوریت اسلامی عقیدے اور بنیاد جو کہ رسول ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا راستہ ہے اسے ختم کرتا ہے اس طرح پھر شرک، کفر اور بدعت پیدا ہوئی ہے۔ یہ جمہوریت کا تختہ ہے۔

⑫ جمہوریت میں مومن، عالم، جاہل، کافر، مرد، عورت، میں فرق نہیں کیا جاتا سب برابر ہوتے ہیں سو (۱۰۰) طوائفیں سو (۱۰۰) علماء، شیخ القرآن والحديث برابر ہوتے ہیں یہ واضح کفر ہے اس کی دلیل مندرجہ ذیل آیات ہیں:

① ﴿قل هل یستوی الذین یعلمون و الذین لا یعلمون﴾ کہہ دیں کہ کیا عالم اور لاعلم برابر ہو سکتے ہیں؟

② ﴿افمن کان مومنا کمن کان فاسقا لا یستون﴾ جو مومن ہے وہ فاسق کی طرح ہے یہ برابر نہیں ہو سکتے (کفار طاعوتی جمہوری کہتے ہیں کہ سب برابر ہیں)

③ ﴿ام نجعل المسلمين كالمجرمين مالكم كيف تحكمون﴾ کیا ہم مسلمانوں اور مجرموں کو برابر قرار دیدیں تم کیسے فیصلے کرتے ہو؟

④ ﴿ولیس الذکر کالانثی﴾ مرد و عورت کی طرح نہیں ہوتا۔

دیگر آیات بھی ہیں جن کی رو سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلم کافر، مرد و عورت، عالم جاہل، اور مومن فاسق برابر نہیں ہو سکتے۔ لیکن جمہوریت پسند کہتے ہیں کہ لبش خبیث اور دیگر کافر حکمران ہمارے شیخ القرآن، شیخ الحدیث علماء کے برابر ہیں۔ اگر یہ کفر نہیں تو پھر کہیں بھی کفر نہیں ہے۔

⑬ جمہوریت ولاء و براء کا عقیدہ ختم کر دیتی ہے اسی لیے انتخابات میں بہت سی نام نہاد بزعم خویش اسلامی تنظیمیں کفار کے ساتھ حصول اقتدار کے لیے اکٹھا ہو جاتی ہیں تاکہ انتخابات میں کامیابی حاصل کر سکیں اس کو یہ لوگ سیاست کہتے ہیں حالانکہ کفار کے ساتھ بغض رکھنا ان سے براءت کرنا چاہیے مگر جمہوریت میں یہ عقیدہ ختم ہو جاتا ہے۔ مومنوں کے ساتھ موالات رکھنی چاہیے مگر انتخابات میں ان کے مقابلے پر لوگ کھڑے ہوتے ہیں اگرچہ ان کی اصطلاح میں وہ مسلمان ہو لیکن اس کے ساتھ یہ دشمنی رکھتے ہیں اس کو برا کہتے ہیں یہ جمہوریت کا نتیجہ ہے جو اسلامی امت میں دھرا آیا۔

⑭ جمہوریت اچھے اخلاق کو خراب کر دیتی ہے۔ سچ اور وفاداری کا خاتمہ ہو جاتا ہے جھوٹ اور بے وفائی اس کی خاص نشانیاں ہیں۔

⑮ جمہوریت اپنے مقابل کی توہین اور اس کی استہزاء کا سبب بنتا ہے ہر ایک اپنی پارٹی کی تعریف کرتا ہے ﴿کل حزب بما لدیہم فرحون﴾ ہر ایک جماعت و گروہ اس پر خوش ہے جو اس کے پاس ہے۔ اگرچہ یہ لوگ کافر ہیں مگر خود کو چھپاتے ہیں۔

⑯ جمہوریت تمام انبیاء علیہم السلام پر طعن ہے اس لیے کہ اگر حق کی پہچان اکثریت ہو تو پھر انبیاء کو مبعوث کرنا بے فائدہ کتب کا نزول بے کار تھا اور انبیاء کرام علیہم السلام جب بھی آئے اکثریت نے ان کی مخالفت کی۔ اکثریت میں جاہلیت کی خرافات ہوتی تھیں۔

۱۷) جمہوریت مسلمانوں میں شکوک و شبہات اور حیرتوں کے دروازے کھول دیتی ہے ان کے دلوں میں اسلامی عقائد سے روگردانی پیدا کر دیتی ہے خاص کر اس دور میں علمائے ربانین کم ہیں اور اور جہالت زیادہ ہے اسی لیے اکثر لوگ جمہوریت کی وجہ سے دہری۔ نصاریٰ اور یہودی بنتے جا رہے ہیں۔

۱۸) جمہوریت کی اساس اور بنیاد اس عقیدے پر ہے کہ حاکمیت اللہ کی نہیں ہے اسی لیے یہ لوگ قانون بناتے ہیں اور یہی مقتنین ہیں یہ اس بات کا واضح اعتراف ہے کہ اللہ کی حاکمیت کو یہ تسلیم نہیں کرتے۔ اگر کوئی شخص اس مقصد کے لیے شمولیت اختیار کرتا ہے کہ قرآن و سنت کی حاکمیت قائم کرے تو یہ جھوٹ اور تلبیس ہے اس لیے کہ اس کے نزدیک تو دین اکثریت کا نام ہے جب قرآن و سنت موجود ہے اور یہ پھر دوسرا قانون بناتے ہیں تو یہ صریح کفر ہے۔

۱۹) جمہوریت اسلام کے بنیادی فلسفہ تغیر کے خلاف منافی ہے یعنی جاہلیت کا خاتمہ انسانی نفس کی اصلاح۔ لیکن جمہوریت جاہلیت کی تخم ریزی کرتی ہے اس کی آبیاری کرتی ہے اور اسلام کی بنیاد کا خاتمہ کرتی ہے۔

۲۰) جمہوریت ان قطعی نصوص کی مخالف ہے جن میں کفار کی مشابہت کی حرمت آئی ہے ان کے اخلاق ان کے طریقوں ان کی عادت کی مخالفت۔ اسی لیے جمہوریت اخلاقاً، عادتاً اور طریقاً یہود و نصاریٰ کی طرح ہیں داڑھی مونچھ صاف، ٹائی پتلون زیب تن کرتے ہیں بات انگریزی میں کرنا ضروری سمجھتے ہیں انگریزی کو تعلیم کو پسند کرتے ہیں اسی طرح کفار کی دیگر مشابہتیں ہیں جنہیں جمہوریت پسندوں نے اپنایا ہے۔

۲۱) جمہوریت اور انتخابات کا نتیجہ یہ نکلا کہ پوری دنیا میں اسلامی خلافت کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ سارے اختیارات کفار و منافقین کو مل گئے مسلمان مغلوب اور ناکام ہیں جب سے نام نہاد مسلمان اس کفر (جمہوریت) میں مبتلا ہو گئے ہیں دارالاسلام دارالکفر میں تبدیل ہو گئے ہیں۔

۳۲) جمہوریت میں اختیارات اسمبلی ممبران کو حاصل ہوتے ہیں جبکہ اسلامی شوریائی نظام میں حاکمیت صرف اللہ کے لیے ہوتی ہے۔ [ان الحکم الا للہ] جبکہ جمہوریت میں ان الحکم الا للناس (حکم صرف انسانوں کا ہوگا) ہے دوسری بات یہ ہے کہ اسلامی شوریائی مسائل میں فیصلہ کرتی ہے جو اجتہادی ہوں ان میں نص موجود نہ ہونہ اجماع ہو جبکہ جمہوریت اس کے بھی خلاف ہے کہ وہ منصوص کو نہیں مانتی۔ تیسری بات یہ ہے کہ اسلامی شوریائی محدود و محصور ہوتی ہے اس میں کہ اس کے ارکان نیک اور علماء ہوں گے جبکہ جمہوریت اس کے برعکس ہے کہ اس میں تمام وہ لوگ ہوں گے جو اسلام سے عاری دہری کفار ہوں۔

۳۳) جمہوریت میں شمولیت کفر میں اضافہ کرنا ہے شریعت کے ساتھ جنگ ہے اس کے ساتھ استہزاء علماء کے ساتھ مذاق ہے اسلامی تعلیمات کی ہنسی اڑانا ہے یہ اس کو پرانے زمانے کا علم کہتے ہیں۔

۳۴) جمہوریت علماء کے دور کا خاتمہ چاہتی ہے معاشرے میں ان کی عزت و احترام کو ختم کرتی ہے اسی لیے جمہوریت میں عالم کی عزت۔ احترام اور اہمیت ختم ہو جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ آج بھی اکثر علماء نان و شبینہ کے لیے اوروں کے محتاج نظر آتے ہیں۔

۳۵) جمہوریت میں دینی تعلیم و تعلم کا مذاق اڑایا جاتا ہے اس غیر لازمی اور کفری انگریزی تعلیم کو لازمی قرار دیا جاتا ہے۔

۳۶) جمہوریت میں اجتہاد ختم ہو چکا ہے اس میں مجتہد و مقلد نہیں ہیں بلکہ سب مجتہد ہیں اجتہاد کی صفات ان میں ہوں یا نہ ہوں پھر بھی مجتہد ہوتے ہیں۔

□ جمہوری پارلیمنٹ شیطان اور طاغوت کی مجلس ہے اللہ کی حاکمیت پر ایمان نہ لانے والے ہیں لہذا ان کی مجالس میں بیٹھنا جائز نہیں ہے [وقد نزل فی الكتاب ان اذا سمعتم آیات اللہ

یکفر بها ویستہزأ بها فلا تقعدوا معهم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلہم ان اللہ جامع المنافقین والکافرین فی جہنم جمیعاً [اور کتاب میں (یہ حکم) نازل ہوا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیات کا انکار کیا جا رہا ہے ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے تو ان کے ساتھ مت بیٹھو جب تک وہ دوسری باتیں نہ شروع کر دیں اگر تم (بیٹھو گے) تو تم بھی انہیں کی طرح ہو جاؤ گے اللہ منافقین اور کافروں کو جہنم میں اکٹھا کرے گا۔ دوسری جگہ ارشاد ہے [فلا تقعدوا بعد الذکری مع القوم الظالمین] یاد آنے کے بعد ظالموں کے ساتھ مت بیٹھو ہو سکتا ہے کہ قاضی اور بزرگ اس سے مستثنیٰ ہوں۔

① حقیقت یہ ہے کہ جمہوریت اللہ پر طعن ہے اس کی حکمت اور شریعت پر طعن ہے اس لیے کہ اللہ نے رسول مبعوث فرمائے لوگوں پر ان کی اطاعت لازم کر دی اور یہ بھی بتا دیا کہ ان کی اطاعت نہ کرنے والوں کے لیے وعید ہے وہ جہنم میں جائے گا ہلاک ہوگا۔ اللہ نے کتابیں نازل کیں لوگوں کے درمیان فیصلے حلال و حرام کے فیصلے کرنے کے لیے لوگوں کو اچھے برے کی تمیز سکھادیں۔ بہت سے لوگ قرآن کی وجہ سے معزز اور بہت سے ذلیل ہوئے۔ جب انبیاء کرام ﷺ دنیا میں آئے اس وقت لوگ گمراہ اور جاہل تھے انبیاء ﷺ نے انہیں صراط مستقیم کی طرف بلایا اگر جمہوریت حق ہے تو پھر یہ سارے کام بے فائدہ و عبث ٹھہرتے ہیں اور جو ایسا سمجھتا ہے تو یہ واضح و صریح کفر ہے۔

② اگر جمہوریت کو حق کہیں تو پھر انبیاء ﷺ پر آسمانی کتب کا نزول ظلم ہوگا کہ لوگوں کو جمہوریت کے مطابق اپنے فیصلے خود کرنے سے روکا جائے یہ تو اللہ کی طرف ظلم کی نسبت ہے جبکہ اللہ ظلم سے منزہ و پاک ہے۔

③ اگر جمہوریت کو حق کہیں تو کفار اور مرتدین کے خلاف جہاد بھی ظلم قرار پائے گا لہذا یہ شریعت الہی پر طعن اور کفر ہے اسی طرح جنت سے ابلیس کا اخراج۔ نوح علیہ السلام کی قوم کی ہلاکت۔ فرعون کا غرق ہونا۔ قوم صالح۔ ہود۔ لوط اور شعیب علیہم السلام کی اقوام کی ہلاکت جمہوریت کی رو سے ظلم قرار پائیں گے

۔ اسی طرح چور کا ہاتھ کاٹنا۔ زانی کو رجم کرنا۔ شرابی کو کوڑے مارنا یہ سب جمہوریت پسندوں کے نزدیک ظلم و بربریت ہے۔

④ جمہوریت انسان کے ذہن میں حق و باطل۔ جاہلیت و اسلام۔ یہودیت و نصرانیت۔ علم و جہل کو خلط کر دیتی ہے اس لیے جمہوریت پسند خود کو آزاد خیال روشن ضمیر وغیرہ قرار دیتے ہیں۔

⑤ جمہوریت اسلامی حیثیت کا خاتمہ کرتی ہے کبھی اسلام کو آمریت اور کبھی استعماریت قرار دیتی ہے کبھی کہتے ہیں کہ رسول ﷺ (نعوذ باللہ) ڈکٹیٹر تھے۔

خلاصہ: جمہوریت اللہ کے دین سے دور لیجاتی ہے یہ ام الکفر ہے کفری ساری قسمیں اس سے پیدا ہوتی ہیں یہود، نصرائی، بدھ مت، ہندو، دہری سب جمہوریت کا احترام کرتے ہیں اس لیے جمہوریت تمام کفار کا دین ہے مسلمان کا اس شامل ہونا کفر میں داخل ہونا ہے۔ واللہ اعلم

ولاء اور براء (دوستی و دشمنی) کا مسئلہ

① ﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكُفْرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَةً وَيُحَذِّرْكُمْ اللَّهُ نَفْسَهُ وَاللَّهُ الْمَصِيرُ﴾ (آل عمران: ۲۹) ﴿مومن کفار کو دوست نہ بنائیں مومنوں کو چھوڑ کر جس نے ایسا کیا تو اللہ کی طرف سے (اللہ کے گروہ) میں نہیں ہے کچھ بھی۔ ہاں اگر ان سے اجتناب کرتے رہو۔ اور اللہ تمہیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے اسی کی طرف جانا ہے۔

② ﴿وَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ كَمَا كَفَرُوا فَتَكُونُونَ سَوَاءً فَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ أَوْلِيَاءَ حَتَّىٰ يَهَابُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ (النساء: ۸۹) ﴿یہ چاہتے ہیں کہ اگر تم کفر کرو تو تم سب برابر ہو جاؤ۔ تم ان میں سے کسی کو دوست نہ بناؤ جب تک یہ اللہ کی راہ میں جہاد نہ کریں۔

اسی طرح کی دیگر آیات بھی ہیں مثلاً آل عمران: ۳۱-۳۲، ماائدہ: ۵۱-۵۲ جبکہ احادیث مندرجہ ذیل ہیں

① جریر بن عبداللہ الجلیبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بیعت لی اس بات پر

کہ ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کریں اور ہر کافر سے براءت کریں (مسند امام احمد: ۴/۴۵۷)۔

② ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کا سب سے مضبوط کڑا اللہ

کے لیے محبت اور اللہ کے لیے بغض ہے۔ (الایمان لابی بکر بن ابی شیبہ: ۴۵، البانی کہتے ہیں طبرانی نے

اسے روایت کیا ہے حسن ہے)

③ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کا سب سے مضبوط کڑا

موالات فی اللہ اور معادات فی اللہ ہے۔ اللہ کے لیے محبت و نفرت ہے۔ (الجامع الصغیر: ۱/۶۹ البانی

کہتے ہیں حسن صحیح، صحیح الجامع: ۲۰۳۶)

ولاء کی صورتیں

دوستی: مدد- محبت- احترام- ظاہر و باطناً- کفار سے دوستی ان کا قرب- ان سے محبت وغیرہ کا قولی یا

عملی اظہار۔ (کتاب الایمان لنعمین بن یاسین: ۱۴۵)

براءت: بغض، عداوت، شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دوستی دشمنی کی ضد کو کہتے ہیں اور اصل میں

دوستی محبت اور تقرب کو کہتے ہیں اور دشمنی نفرت اور دوری کو کہتے ہیں۔

مداراة: دنیا کو دین یا دنیا کی اصلاح کے لیے یادوں کے لیے خرچ کرنا یہ مباح ہے۔

مداہنہ: دنیا کے فائدے کے لیے دین کو چھوڑنا۔ (فتح الباری: ۱۰/۴۵۴)

ابن بطل کہتے ہیں: مدارات مومنوں کے اخلاق میں سے ہے کہ نرم باتیں کریں سخت باتیں چھوڑ دیں

۔ یہ دنیا میں الفت و محبت کے قوی اسباب ہیں۔

حاصل: کفار کے موالات کا ضرر مسلمانوں پر بہت خطرناک پڑ رہے ہیں اس لیے کہ دیگر مسلمان

بھی سمجھتے ہیں کہ شاید کفار سے موالات صحیح ہے وہ بھی دوستی شروع کر دیتے ہیں اس طرح معاشرہ خراب

ہو جاتا ہے اسی وجہ سے ولاء و براء کی صورتیں علماء نے ذکر کی ہیں۔

① پہلی صورت: کفار کے کفر پر راضی ہوان کی تکفیر نہ کرتا ہوان کے کفر میں شک کرے ہر کفریہ تنظیم یا مذہب کو صحیح کہتا ہو۔ (نواقض الاسلام: ۱۱۰۹)

اس قسم کا ولاء اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب ان کے کاموں پر خوشی کا اظہار کرے۔ ان کے باطل مذہب کا دفاع کرے۔ یا ان کا ساتھ دے اس لیے کہ رضا و محبت دونوں لازم و ملزوم ہیں اگر دونوں کفار کے لیے ہوں تو یہ کفر ہے اور اگر دونوں مومنوں کے لیے ہوں تو یہ ایمان ہے۔

② عام دوستی: ان کو مددگار بنانا۔ انہیں اپنا معاون و دوست بنانا ان کے دین میں داخل ہونا اللہ نے ہمیں اس سے منع کیا ہے جیسا کہ آل عمران: ۲۸ میں گزر چکا ہے۔ اس آیت کے ضمن میں ابن جریر رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں: جس نے ان لوگوں کو معاون و مددگار بنا لیا ان سے دوستی کی ان کے دین پر ان سے تعاون کیا مسلمانوں کے خلاف ان کی مدد کی اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہ رہا وہ اللہ سے اور اللہ اس سے بری ہے اس کے ارتداد اور کفر میں داخل ہونے کی وجہ سے۔ ہاں اگر ان کی حکومت کے تحت رہتے ہو اور تمہیں ان سے جانوں کا خوف ہو اور تم زبان سے ان کی دوستی کا اظہار کرو اور دشمنی کا اظہار کرو اور ان کے کفر پر ان کا ساتھ نہ دو کسی مسلم کے خلاف ان کی مدد نہ کرو۔ (ابن جریر: ۳/۲۲۸)

یعنی اگر تم ان کے قبضہ و اختیار کی وجہ سے ان سے ڈرتے ہو جان کا خطرہ ہو تو زبان سے دوستی کا دم بھرو مگر دلوں میں دشمنی رکھو ان کے کفر کی اشاعت نہ کرو ان کے ساتھ مل کر مسلمانوں کا مقابلہ نہ کرو۔

دوسری جگہ ارشاد ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾ (المائدة: ۵۱) ﴿ایمان والو یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں تم میں سے جس نے بھی ان سے دوستی کر لی وہ انہی میں سے ہے۔ اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں کرتا۔

① امام ابن جریر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جس نے یہود و نصاریٰ سے دوستی کی مومنوں کو چھوڑ کر تو وہ ان میں سے یعنی ان کے دین و مذہب پر ہے اس لیے کہ کوئی بھی شخص جب کسی سے دوستی کرتا ہے تو وہ اس کا

اور اس کے دین کا ساتھی بنتا ہے اس کی تمام باتوں اور اعمال پر راضی ہوتا ہے اور یہ اس کے مخالف سے دشمنی کرتا ہے لہذا اس کا حکم بھی وہی ہے جو اس کے دوست کا ہے۔

② امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ کا فرمان صحیح ہے کہ جس نے ان سے دوستی کی وہ انہی میں سے ہے یہ آیت اپنے ظاہری معنی پر ہی ہے کہ وہ کافر ہے کفار میں سے ہے یہ حق ہے اس میں کسی مسلمان کو اختلاف نہیں ہے۔ (المحلی: ۳۵/۱۳)

③ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس آیت میں اللہ نے خبر دی ہے کہ جس نے ان (یہود و نصاریٰ) سے دوستی کی وہ انہی میں سے ہے۔ اللہ فرماتا ہے اگر وہ اللہ، رسول اور جو کچھ ان پر نازل ہوا ہے اس پر ایمان لائے تو کبھی انہیں دوست نہ بناتے (مائدہ)۔ پھر فرماتے ہیں: یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ایمان مذکور ان لوگوں کی دوستی کی نفی کرتا ہے یہ ایمان ضد ہے کفر کی اور ایمان اور کفر کی دوستی ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔ قرآن کی آیات ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں۔ (الایمان: ۱۴)

④ تیسری صورت: عقیدہ کفر پر ایمان لانا یا کتاب و سنت کو چھوڑ کر کفار کے پاس فیصلے لجانیں اللہ کا فرمان ہے: ﴿لَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هَؤُلَاءِ أَهْدَىٰ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيْلًا (النساء: ۵۱)﴾ کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا وہ متر اور طاغوت پر ایمان رکھتے ہیں اور کفار کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ ایمان والوں سے زیادہ ہدایت والے راستے پر ہیں۔

آج بھی بعض نام نہاد کلمہ گو کہتے ہیں کہ کفار عدل و انصاف کرنے والے ہیں یہ بھی موالات میں شامل ہے۔

⑤ چوتھی صورت: موالات کی ہے، کفار سے محبت جبکہ اللہ نے ہمیں اس طرح کی محبت سے منع کیا ہے: ﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ (المجادلة: ۲۲)﴾ آپ ﷺ نہیں

پائیں گے ایسی قوم جو اللہ اور پوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو اور پھر وہ دوستی کریں ان لوگوں سے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے دشمنی رکھتے ہیں اگرچہ وہ ان کے باپ ہوں، بیٹے ہوں، بھائی ہوں، یا رشتہ دار۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ نے اس آیت میں خبر دی کہ آپ ﷺ نہیں پائیں گے کہ جو مومن ہیں وہ اللہ و رسول ﷺ کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوں۔ ایمان اس دوستی کے منافی ہے جس طرح کے دو صدیقین میں سے ہر ایک دوسرے کی نفی کرتا ہے۔ جب ایمان پایا جائے گا تو اس کی ضد منقہی ہوگی یعنی اللہ کے دشمنوں سے دوستی۔ اور جب کوئی آدمی اللہ کے دشمنوں سے دلی دوستی کرے گا تو یہ اس کی بات کی دلیل ہوگی کہ اس کے دل میں ایمان واجب نہیں ہے۔ (الایمان: ۱۳)

اللہ کا فرمان ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ (الممتحنة: ۱)﴾ ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ کہ تم ان سے دوستی کی باتیں کرو حالانکہ وہ اس حق کا انکار کر چکے ہیں جو تمہارے پاس آیا ہے۔

⑤ پانچویں صورت: کفار کی طرف مائل ہونا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ (ہود: ۱۱۳)﴾ ایمان والو ظالموں کی طرف مائل نہ ہو ورنہ تمہیں آگ چھوئے گی اور اللہ کے علاوہ تمہارا کوئی دوست اور مددگار نہ ہوگا۔

قائدہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ترکنوا کا معنی یہ ہے کہ ان سے دوستی نہ کرو ان کا کہنا مت مانو۔ ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ان کی طرف مائل مت ہو۔ یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ اہل کفر و بدعت اور گناہوں سے کنارہ کشی کرنا ضروری ہے۔ اس لیے کہ ان کی صحبت کفر یا گناہ ہے۔ ایک شاعر کے شعر کا معنی ہے کہ آدمی سے ان کے عقیدے کا سوال کرنے کے بجائے اس کے دوست کے بارے میں

معلوم کرو (عقیدہ خود ہی معلوم ہو جائے گا) اس لیے کہ آدمی اپنے دوست کے پیچھے چلتا ہے۔ (تفسیر قرطبی: ۱۰۸/۹)

ایک اور جگہ اللہ کا فرمان ہے: ﴿وَلَوْلَا أَنْ تَبْتَئَكَ لَقَدْ تَرَكْنَا إِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا إِذَا لَا أَذْفَنَكَ ضِعْفَ الْحَيَوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيرًا﴾ (الاسراء: ۷۴-۷۵) اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ آپ ان کی طرف کچھ مائل ہو جاتے (اگر ہوتا تو) ہم آپ کو چکھاتے دنیا و بعد مرگ دو گنا عذاب اور پھر آپ ہمارے خلاف کوئی مددگار نہیں پاؤ گے۔

استدلال: جب اللہ نے کفار سے دوستی کی یہ سزا اشرف المخلوقات جناب محمد ﷺ کے لیے قرار دی ہے تو کیا درباری ملا۔ شیوخ القرآن والحديث علماء اور دیگر طاغوتی کفری قانون کے پیروکاروں اور دفاع کرنے والوں کی کیا سزا ہوگی؟

⑥ **چھٹی صورت:** کفار کے سامنے سستی دکھانا۔ ان سے نرمی کرنا۔ اللہ کا فرمان ہے: ﴿وَذُؤا لَوْ تَدَهَنُ فَيُدْهِنُونَ﴾ (القلم: ۹) یہ چاہتے ہیں کہ آپ سستی کریں تو یہ بھی سستی کریں..... امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کے ۱۲ معنی بیان کیے ہیں جن میں سے ایک معنی یہ بھی ہے کہ شرک کا رد نہ کریں حق چھپائیں تو مشرک آپ ﷺ کی مخالفت نہیں کریں گے۔ (احسن الکلام: ۱۴۹۱)

موجودہ دور میں اس کو اکثر لوگ حکمت عملی کہتے ہیں حالانکہ یہ حکمت عملی نہیں بلکہ کفر و نفاق ہے۔ یہ کہتے ہیں سختی و غصہ نہیں کرنا چاہیے اس کی وجہ سے معاملات خراب ہوتے ہیں لیکن ہم کہتے ہیں سستی و مدد ہنت نے تمام لوگوں کو کافر بنا دیا مدد ہنت سے حکمت عملی پیدا ہوتی ہے پھر اس سے جمہوریت پھر جمہوریت سے کفر، یہودیت، دہریت، نصرانیت، الحاد و ارتداد پیدا ہوتے ہیں جب صحیح عقیدہ بیان کیا جاتا ہے تو یہ کہتے ہیں کہ یہ متعصب لوگ ہیں کبھی کہتے ہیں متشدد ہیں۔ ان کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلام کو چھوڑ کر کفر اور جمہوریت کی تعریف کی جائے اگر ایسا نہ کیا جائے تو پھر متشدد ہو۔ اسلام میں عزت ہے

جمہوریت میں نہیں ہے۔ عمرؓ نے کیا خوب کہا ہے: ہم حقیر قوم میں تھے اللہ نے ہمیں اسلام کے ذریعے عزت دی اب اگر ہم اللہ کی دی ہوئی عزت کے علاوہ کسی اور ذریعے میں عزت تلاش کریں گے تو اللہ ہمیں ذلیل کر دے گا۔ (مسند رک حاکم: ۶۲/۱ سند صحیح ہے)

حقیقت یہ ہے کہ آج ہم اپنی عزت کفر و جمہوریت میں تلاش کرتے ہیں اسی لیے اللہ نے ہمیں ذلیل کیا ہے اس لیے کہ جس چیز (اسلام) کی وجہ سے اللہ نے ہمیں عزت دی تھی اسے ہم نے ترک کر دیا ہے۔

④ ساتویں صورت: کفار کو رازدار دوست بنانا اللہ کا فرمان ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةَ مَن دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ إِن كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ (آل عمران: ۱۱۸)﴾ ایمان والوں اپنے علاوہ کسی کو رازدار دوست مت بناؤ وہ تمہارے نقصان میں کمی نہیں کرتے وہ اس چیز کو پسند کرتے ہیں جو تمہیں مشقت میں ڈالتی ہے ان کے منہ سے نفرت ظاہر ہوگئی ہے اور جو ان کے سینوں میں مخفی ہے وہ اس سے بڑھ کر ہے ہم نے تمہارے سامنے آیات بیان کر دی ہیں اگر تم عقل رکھتے ہو؟۔

علماء کہتے ہیں یہ آیت ان مومنوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو منافقوں کی تعریف کرتے تھے اور یہود سے بھی رشتہ داری کرتے تھے دوستی رکھتے تھے یا پڑوس کی وجہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اللہ نے آیات نازل کیں تاکہ اس سے رک جائیں کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ کفر اور منافقت ان میں بھی آجائے۔ (اسباب النزول للواحدی: ۶۸)

اس دور کے طاغوتوں کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کافر حکمرانوں سے دوستی کی کتنی کوشش کرتے ہیں بلکہ یہ دوستی یہود، نصاریٰ، کافر اور مرتد حکمرانوں سے تعلقات کے ذریعے حاصل کرتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے: آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے لہذا دیکھ کر دوستی کیا کرے۔ (ابوداؤد۔ ترمذی۔ مسند احمد)

⑤ آٹھویں صورت: کافروں کی اطاعت کرنا ان کے احکام بجالانا ان کے اشاروں پر

چلنا اللہ کا فرمان ہے: ﴿وَلَا تَطْعُ مَنْ أَعْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا﴾ (الکہف: ۲۸) ﴿اس کی بات نہ مانیں جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور اس کا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے۔

① دوسری جگہ فرمان ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا يَرُدُّوكُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ فَتَقْلِبُوا خُسْرَيْنِ﴾ (آل عمران: ۱۴۹) ﴿ایمان والو! اگر تم کافروں کی اطاعت کرو گے تو وہ تمہیں ایڑیوں کے بل لوٹا دیں گے تو تم خسارے میں رہو گے۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے: ﴿وَإِنَّ الشَّيْطَانَ لِيَوْحُونَ إِلَىٰ أُولِيَئِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ﴾ (الانعام: ۱۲۱) ﴿شیاطین اپنے دوستوں کو جوی کرتے ہیں تاکہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم نے ان کا کہنا مان لیا تو تم مشرک ہو گے۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ: اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو تم مشرک ہو گے جب تم اللہ کے حکم اور شرع سے روگردانی کر لو گے کسی اور کے قول کی طرف جاؤ گے تو یہ شرک جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے: ﴿اتَّخِذُوا أَحْبَابَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ (توبہ: ۳۱، ابن کثیر: ۳/۳۲۲) ﴿

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق جو شخص اللہ کے قانون پر بشری وضعی دستور و آئین یا جرگہ و پنچائیت کو ترجیح دینا ہے تو یہ شرک ہے اور کرنے والا مشرک ہے درباری ملا کہتے ہیں کہ یہ عمل شرک ہے مگر کرنے والے کو مشرک نہیں کہنا چاہیے اس کی مثال ایسی ہے کہ علم ایک عمل ہے مگر کرنے والے کو عالم نہیں کہنا چاہیے۔ گانا گانے والے کو گلوکار یا میراثی نہیں کہنا چاہیے یہ کفر کے دلائل اور ان خرافات کو برابر قرار دیتے ہیں۔

④ نویں صورت: ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اور جب وہ اللہ کی آیات کا مذاق اڑاتے ہوں اس وقت ان کی مجلس میں موجود رہنا: ﴿وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيَسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَفْعَلُوا مَعَهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ إِنَّكُمْ إِذَا

مَثَلُهُمْ إِنَّ اللَّهَ جَامِعُ الْمُتَّقِينَ وَ الْكٰفِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا (النساء: ۴۰) ﴿اللہ نے تم پر کتاب میں نازل کیا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیات کا مذاق اڑایا جا رہا ہے تو ان کے ساتھ مت بیٹھو جب تک وہ کسی اور بات میں مشغول نہ ہو جائیں (اگر تم بیٹھو گے) تو تم بھی انہیں کی طرح ہو جاؤ گے اللہ منافقین و کافروں کو جہنم میں اکٹھا کرے گا۔

امام ابن جریر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: (آیت کا مطلب ہے) کہ اگر تم اس آدمی کے پاس بیٹھ گئے جو اللہ کی آیات کے ساتھ کفر و استہزاء کرتا ہے اور تم سنتے رہتے ہو تو تم بھی انہی کی طرح ہو گے اگر تم اس حال میں ان کے پاس سے نہ اٹھے اس لیے کہ تم ان کے ساتھ بیٹھ کر اللہ کی نافرمانی کر رہے ہو جبکہ تم سن رہے ہو کہ اللہ کی آیات کے ساتھ مذاق کیا جا رہا ہے کفر کیا جا رہا ہے۔ آیت میں واضح دلالت ہے اس بات پر کہ اہل باطل کے ساتھ بیٹھنا منع ہے جس قسم کا بھی وہ کفر، بدعت اور فسق کرتے ہوں جب وہ اپنے باطل میں داخل ہوتے ہیں۔ (تفسیر طبری: ۳۳۰/۵)

حدیث میں بھی آتا ہے ان لوگوں کے گھروں میں مت داخل ہو جو اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں الایہ کہ تم رونے والے ہو اس بات پر کہ تمہیں وہ عذاب نہ پہنچے جو انہیں پہنچا ہے۔ (احمد۔ بخاری۔ مسلم)

② عبداللہ بن احمد: امام احمد رضی اللہ عنہ سے کتاب الزہد میں نقل کرتے ہیں کہ مالک بن دینار رضی اللہ عنہ نے اپنی سند سے نقل کیا ہے کہتے ہیں اللہ نے بنی اسرائیل کے ایک نبی کو وحی کی کہ اپنی قوم سے کہو میرے دشمنوں کے داخل ہونے کی جگہوں پر تم مت داخل ہو کرو میرے دشمنوں والے کپڑے مت پہنا کرو میرے دشمنوں والی سواریوں پر سواری مت کیا کرو میرے دشمنوں والا کھانا مت کھایا کرو ورنہ تم بھی اسی طرح میرے دشمن ہو گے جس طرح وہ ہیں۔ (احمد۔ الجواب الکافی لابن قیم)

اس حدیث پر ہمارے دور کے فلمی ستاروں اور فیشن ایبل لوگوں کو غور کرنا چاہیے اور جمہوری طاغوتی لوگوں کو بھی اچھی طرح سوچنا چاہیے کہ یہ کفار کے ساتھ بیٹھتے ہیں ان کی طرح حلیہ بناتے ان کی طرح کپڑے پہنتے ہیں ان کے قانون کو پسند کرتے ہیں ان کی طرح کھاتے پیتے اور فیشن اپناتے ہیں کیا اس

حدیث کی رو سے یہ لوگ اللہ کے دشمن نہیں ہیں؟

⑩ دسویں صورت: کفار کے اداروں میں کام کرنا، جیسے منشی، چپراسی، افسری وغیرہ کام کہ یہ بھی ایک قسم کی مدد دوتی ہے اور اللہ کا فیصلہ گزر چکا ہے کہ ﴿فانہ منہم﴾ افسری اور عہدہ یہ بھی ایک اعزاز ہے یہ کفر و ذلت کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا لیکن افسوس کہ آج کل مرتدین کافروں کے بوٹ صاف کر رہے ہیں کفار کی نوکری حاصل کرنے کے لیے رشوتیں دیتے ہیں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی کو منشی رکھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے منع کیا۔ افسوس کے اب مولوی اپنے مدارس رجسٹرڈ کرواتے ہیں اپنی سندیں (طاعوتی کفری) حکومت سے منظور کرواتے ہیں تاکہ یہ نوکری کے لیے قبول ہو جائیں۔ ایسے علم پر لعنت۔

⑪ گیارہویں صورت: کفار کو دیانت دار کہنا: اللہ تعالیٰ نے انہیں خائن کہا ہے: ﴿وَمِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ إِنْ تَأْمَنَهُ بِقِطَارٍ يُؤَدُّ إِلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ إِنْ تَأْمَنَهُ بَدِينَارٍ لَا يُؤَدُّ إِلَيْكَ إِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَائِمًا﴾ (آل عمران: ۷۵) ﴿ان میں ایسے بھی ہیں کہ اگر آپ انہیں ایک دینار کا امین بنائیں تو تمہیں نہیں دیں گے جب تک اس کے سر پر نہ کھڑے رہو۔ یہ دلیل ہے اس بات پر کہ کفار بہت بڑے خائن ہیں انہیں امانت دار کہنا آیت کی تکذیب ہے۔

⑫ بارہویں صورت: ان کے اعمال پر راضی ہونا ان کی مشابہت اختیار کرنا ان کی طرح شکل و صورت کو پسند کرنا۔ مشہور قاعدہ ہے کفر پر رضامندی کفر ہے اور حدیث ہے کہ جس نے کسی قوم کی مشابہت کی وہ انہیں میں سے ہے۔ (صحیح، ابو داؤد۔ طبرانی)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حدیث کا ظاہر مفہوم یہی ہے کہ مشابہت کرنے والا کافر ہے جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے: ﴿وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ﴾ یہ ابن عمر رضی اللہ عنہما والی بات کی طرح ہے کہ جس نے کفار کی زمین و علاقے میں گھر بنایا اور ان کے ساتھ نوروز مہر جان مناتا رہا اور مرتے دم تک ان کی مشابہت کرتا رہا تو قیامت کے دن انہی کے ساتھ اٹھایا جائے گا یہ تشبہ مطلق پر محمول ہے یہ کفر کو

واجب کرتا ہے اور بعض کو حرام کرتا ہے۔

⑬ تیرھویں صورت: محبت کی وجہ سے ان کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آنا کہ دوستی و محبت خندہ پیشانی سے پیش آنے کو بھی کہتے ہیں۔ ان کی عزت و احترام کرنا اس آیت کی تکذیب ہے۔ ومن یهن الله فما له من مکرم۔ جسے اللہ ذلیل کرے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں ہے۔ جب کافر ذلیل ہے اللہ نے اسے ذلیل کہا ہے تو اسے عزت دینا آیت کی تکذیب ہے۔

⑭ چودھویں صورت: ان سے تعاون کرنا ان کے ظلم پر یاد کرنا: قرآن میں اللہ نے اس صورت کی دو مثالیں پیش کی ہیں ایک لوط علیہ السلام کی بیوی کی جو اپنی قوم کے ساتھ تھی ان کے طریقے پر عمل پیرا تھی ان کے فتنے فعل پر راضی تھی قوم کو مہمانوں کی اطلاع دیتی تھی۔ دوسری مثال نوح علیہ السلام کی بیوی کی ہے وہ بھی یہی کرتی تھی۔ (ابن کثیر: ۶/۲۱۰)

جب اللہ نے لوط علیہ السلام کی بیوی کو اس بنا پر کافر قرار دیا کہ وہ قوم کے ساتھ معاونت کرتی تھی فتنے فعل پر تو معلوم ہوا کہ کافر کے ساتھ مدد کرنا کفر ہے۔

⑮ پندرھویں صورت: کافر کی خیر خواہی چاہنا ان کی تعریف کرنا ان کے فضائل نشر کرنا: یہ صورت بھی آج کل طاغوتوں کے دربار میں اچھی طرح دیکھی جاسکتی ہے اگر امریکہ یا کسی اور ملک کا کتا بھی یہاں آجائے تو مرتد حکومت اسے عالیجناب اور قابل قدر جیسے القاب سے نوازتی ہے ان کے فضائل ریڈیو، ٹی وی، اور اخبارات میں بیان کیے جاتے ہیں ایسا کرنا اسلام سے ارتداد ہے۔

⑯ سولہویں صورت: ان کی تعظیم کرنا انہیں عزت مآب جسے القاب سے نوازنا: جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ اللہ کے دشمن اور جہنم کے کتے آجائیں تو انہیں یہ لوگ تعظیم دیتے ہیں اور مرتد فوج سلامی دیتی ہے یا سر جھکاتی ہے یہ ارتداد ہے یہ موالات سے بھی زیادہ خطرناک ہے اس لیے کہ یہ اللہ کے دشمن کے آگے سجدہ کرنا ہے۔ (تحفة الاخوان: ۱۹)

حدیث میں آتا ہے: یہود و نصاریٰ کو سلام کرنے میں پہل مت کرو اور جب راستے میں ملاقات

ہو جائے تو ان کے لیے راستہ تنگ کرو۔ (مسلم۔ ابو داؤد)

راستہ کیا ہے یہاں تو انہیں پھولوں کے ہار پہنائے جاتے ہیں حفاظت کے لیے پولیس اور فوج کو سر بسجود رکھا جاتا ہے کیا یہ کفر و ارتداد نہیں ہے؟

⑭ سترھویں صورت: ان کے ساتھ رہنا ان کے گروہ میں اضافہ کرنا: جیسا کہ حدیث میں آتا ہے جس نے مشرک کے ساتھ موافقت کی اس کے ساتھ رہا تو وہ بھی اسی کی طرح ہے۔ (ابو داؤد۔ صحیح الجامع)

دوسری جگہ ارشاد ہے: مشرکوں کے ساتھ مت رہو ان سے موافقت مت کرو جو ان کے ساتھ رہا یا موافقت کی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (مسند رک)

اس حدیث پر ان افغان یا دیگر ان لوگوں کو غور کرنا چاہیے جو امریکہ و دیگر کفری ممالک جانے کے آرزو مند ہیں کیا یہ مسلمان رہ سکتے ہیں یا نبی ﷺ کی امت میں رہ سکتے ہیں؟

⑮ اٹھارویں صورت: کفار کی تعظیم میں داخل ہونا ان کے لیے جاسوسی کرنا ان کا ساتھ دینا مسلمانوں کے خلاف قتال کرنا: یہ صورت سب سے زیادہ خطرناک ہے آج اکثر مرتدین اس صورت میں مبتلا ہیں ان کی تنظیم اور مسلک کی تعریف کرتے ہیں ان کو دعوت دیتے ہیں اکثر مجاہدین مسلمانوں کی جاسوسی نام نہاد مسلمان ہی کرتے ہیں مرتدین کو بتایا جاتا ہے پھر وہ امریکہ کے حوالے کرتے ہیں یہ ایسا کفر اور جرم ہے جو معاف نہیں ہو سکتا جہاں بھی جاسوس پکڑا جاتا ہے اس طرح ذبح کیا جاتا ہے کہ اوروں کے لیے عبرت بن جاتا ہے۔ مذکورہ صورتوں میں سیاسی تنظیموں کی مدد مارکسی ولینن امریکی تنظیمیں جرمن روم ایٹالیا لندن یا دیگر مغربی کفری ملکوں کی طرف سے آتی ہیں بعض اسلامی تنظیمیں بھی کفر کی طرف سے طاقت حاصل کرتی ہیں یہ بھی مرتد شمار کی جائیں گی۔

⑯ انیسویں صورت: اسلام یا دارالاسلام سے بھاگ کر دارالحرب میں اس وجہ سے جا بسے کہ مسلمان صحیح نہیں ہیں یہ صورت بھی آج عملی طور پر بہت پائی جاتی ہے اکثر نام نہاد کلمہ گو کہتے ہیں کہ

اسلام اور مسلمان سخت ہیں ان سے کفری ممالک بہتر ہیں مسلمان چور ہیں کفار ایسے نہیں ہیں۔ ان سے محبت رکھتا ہے یہ بھی ارتداد کی ایک قسم ہے۔ (الردۃ بین الامس والیوم: ۳۳)

②۰ بیسویں صورت: وہ جماعتیں، گروہ پارٹیاں اور تنظیمیں جیسے: علمانیہ، الہادیہ، شیوعی، کمیونسٹ، اشتراکی، ماسونی، شعلہ جاوید، خلقی، پرچی، نیشنلزم، پیپلز م، افغان ملت اور دیگر ایسی تنظیمیں جو کفری ملکوں کی طرف سے بنائی گئی ہیں ان سے محبت رکھتی ہیں ان کے لیے قتال کرتی ہیں فعلی یا قوی

اس میں شک نہیں کہ یہ ارتداد ہے۔ (الردۃ بین الامس والیوم: ۳۳)

خلاصہ یہ کہ مذکورہ تمام صورتیں کفر و ارتداد کی ہیں جب اخلاص و محبت سے یہ صورتیں پوری کی جائیں۔ واللہ اعلم۔

مسائل اور ان کے جوابات

① **مسئلہ:** کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم طاغوت اور موجودہ حکومتوں کا دفاع کرتے ہیں ہم اس وجہ سے کافر نہیں ہوتے اس لیے کہ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے بھی مشرکوں کا دفاع کیا تھا لیکن رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کافر نہیں کیا معلوم ہوا کہ کفری طاغوتی نظام کی حمایت مطلقاً کفر نہیں ہے؟

جواب: حاطب رضی اللہ عنہ کا واقعہ کفار کی ولاء و دوستی کی وجہ سے ارتداد و کفر پر دلیل ہے اس کی تین وجوہ ہیں:

① عمر رضی اللہ عنہ کا قول: میں اس منافق کی گردن اڑادوں۔ ایک روایت میں ہے اس نے کفر کیا ہے۔ ایک روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا یہ بدر میں شریک نہیں تھا؟ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تھا۔ لیکن اس نے عہد توڑا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف آپ کے دشمنوں کی مدد کی۔

استدلال: اس سے معلوم ہوا کہ کفار سے دوستی کفر و ارتداد ہے۔

② دوسری وجہ: عمر رضی اللہ عنہ کے قول میں اس کی گردن مار دوں کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تائید

ہے۔ آپ ﷺ نے اس قول پر کچھ نہ کہا بلکہ حاطب رضی اللہ عنہ کی طرف سے عذر پیش کیا۔ معلوم ہوا کہ مشرکین سے دوستی کفر و ارتداد ہے۔

③ تیسری وجہ: حاطب رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ میں نے یہ کفر و ارتداد کے لیے نہیں کیا نہ ہی اسلام لانے کے بعد کفر پر راضی ہونے کی وجہ سے کیا ہے۔ یہ دلیل ہے کہ حاطب رضی اللہ عنہ کی رائے میں بھی کفار سے دوستی کفر و ارتداد ہے لہذا یہ واقعہ دلیل نہیں بن سکتا۔

④ **مسئلہ:** کیا ایسے مرتد حکمرانوں نے جو مساجد تعمیر کروائی ہیں ان کے ائمہ کے پیچھے نمازیں پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ نصرت کی تین قسمیں ہیں تلوار، قول اور فعل کے ساتھ۔ اگر ان تینوں میں کوئی بھی نہ ہو تو پھر جائز ہے اگر طاعوتی نظام کی تکثیر بھی اس سے نہ ہوتی ہو بلکہ دیکھا جائے گا کہ اگر اس حکومت کی تنخواہ سے طاعوتی مرتد حکمران یا صدر جمہوری رئیس یا جمہوریت کو فائدہ پہنچ رہا ہو یا ان کے پاس فیصلہ نہ لیجاتا ہو۔

① یا ان کے قانون کا ماتحت نہ ہو۔

② یا مسلمان مجاہدین کے خلاف نہ ہو یا حرام اس میں نہ ہو بلکہ حرام پر اعانت نہ ہو۔

③ یا مسلمانوں کی تذلیل نہ ہو۔

④ یا مسلمان مجاہدین کے راز مرتدین کو نہ دیے جاتے ہوں۔

⑤ یا ان کے خلاف حکومت ظلم میں مدد نہ کرتے ہوں تو پھر جائز ہے البتہ موجودہ مرتد حکومتیں

ایسی نہیں ہیں یہ کسی عالم کو اس طرح نہیں رہنے دیتے بلکہ ان کے اشاروں پر اسے کام کرنا ہوتا ہے اسی لیے اوقاف کی مساجد میں امامت بھی ان کی کثرت میں اضافے کی کی ایک قسم ہے ان کے کفر پر رضامندی ہے ان کی تقویت کا سبب ہے ہم ایسے ائمہ سے درخواست کرتے ہیں کہ ان مرتدین کی نوکریاں چھوڑ دیں اللہ ان کو اس کا عوض دے گا۔ اور اسباب مہیا کر دے گا۔

② **مسئلہ:** مرتد حکمران کے تابع اماموں کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: جماعت کی نماز تو نہیں چھوڑنی چاہیے اس لیے کہ اس نماز کی اہمیت زیادہ ہے نسبت اکیلے نماز پڑھنے کے البتہ وہ امام جس کا ایسا کفر ثابت ہو چکا ہو جو ملت سے خارج کرنے والا ہو تو پھر جائز نہیں ہے مگر وہ امام جو مبتدع ہو گناہ گار ہو فاسق ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے جو حکومتی امام ہیں اگر وہ مرتد حکمرانوں کے تابع ہیں ان کے قانون کی تابعداری کرتے ہیں ان کا رد نہیں کرتے اور طاعوتی نظام کی طرف سے خطبہ دیتے ہیں جبکہ ان پر کوئی دباؤ نہیں ہوتا۔ طاعوت کی قوی و فعلی مدد نہیں کرتا ان کی طرف دعوت نہیں دیتا حکومت کے لیے دعا نہیں کرتے تو پھر ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے لیکن ایسا امام جو طاعوتی جماعت کی کثرت کا سبب بن رہا ہو مد اہنت و سستی سے کام لیتا ہو۔ حکومت کے اشارہ پر خطبہ دیتا ہو اس کے قانون کا دفاع کرتا ہو اس پر رد نہیں کرتا یا اس کے ساتھ قوی و فعلی مدد کرتا ہو یہ مرتد ہے اس کی اپنی نماز نہیں ہوتی لہذا اس کے پیچھے دوسروں کی کیسے ہوگی؟

حاصل کلام یہ ہے کہ خطیب و امام کی حالت دیکھنی ہوگی اگر حکومت کی طرف سے اس کی تنخواہ مقرر ہے اس کے قانون کے تابع ہے مرتدوں کے جنازے پڑھاتا ہے ان کے لیے عیدین پڑھاتا ہے تو یہ مرتد ہے یہ قوی و فعلی نصرت و مدد کر رہا ہے اس کا حکم پہلے گزر چکا۔

③ **مسئلہ:** موجودہ حکمرانوں اور جمہوریت پسندوں کی حکومت میں کام کرنے والوں کی بیواؤں اور بچوں کا حکم کیا ہے؟

جواب: اس میں تو کوئی شک نہیں کہ جمہوری اور طاعوتی حکمران کا فر مرتد ہیں لیکن ان کی بیواؤں کے احکام علیحدہ ہیں اگر وہ بھی جمہوریت اور طاعوت میں ان کے ساتھ ہوں انہی کا عقیدہ رکھتے ہوں قوی و فعلی طور پر ان کا دفاع کرتی ہو تو پھر ان کا بھی وحی حکم ہے جو ان حکمرانوں کا ہے اگر ایسا نہیں ہے تو پھر ان کا حکم مسلمانوں کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَا تَسِرُّوْا وَاَزْرٰٓءُ وَاٰخِرٰٓى (فساطر: ۱۸)﴾ کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھاتا۔ اگر ایک بوجھ دوسرے بوجھ کو آواز دے تو وہ اس کو اٹھا نہیں سکتا اگرچہ فریبی ہو۔

② دوسری جگہ ارشاد ہے: ﴿وَصَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ آمَنُوا امْرَأَتَ فِرْعَوْنَ إِذْ قَالَتْ

رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ نَبِيًّا فِى الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ (تحریم: ۱۱) ﴿اللہ نے مومنوں کے لیے فرعون کی بیوی کی مثال دی ہے جب اس نے کہا اے میرے رب اپنے جنت میں میرے لیے گھر بنا دے مجھے فرعون اور اس کے عمل اور ظالم قول سے نجات دے۔ اس آیت میں ایک صالح عورت کا ذکر کیا ہے جو ایک خبیث آدمی کے نکاح میں تھی یعنی فرعون۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اللہ کا فرمان ہے: ﴿أَحْشَرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوا يَعْبُدُونَ (الصافات: ۲۲)﴾ ان لوگوں کو جمع کرو اور ان کی بیویوں کو اور جن کی وہ عبادت کرتے تھے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کی بیویوں کو مطلقاً جمع کیا جائے گا بلکہ صالح عورت کا کبھی شوہر گناہ گار ہو گیا یا کافر جیسے فرعون کی بیوی۔ (مجمع الزوائد: ۷/۴۵)

سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرت سلف صالحین میں اگر غور کیا جائے تو ایسی بہت سی مثالیں ہیں کہ شوہر مرتد کافر پکڑا جائے مگر اس کی بیوی کو چھوڑ دیا جائے گا اس کے ساتھ مسلمانوں والا معاملہ کیا جائے گا اس لیے کہ اس کے ارتداد کا ثبوت نہیں ہے اس کی واضح مثال رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا کی ہے جو ابو العاص بن ربیع کے نکاح میں تھی یہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا بھانجا تھا یہ شادی اسلام سے قبل ہوئی تھی جب وحی آئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دعوت اس نے انکار کیا اور شرک پر برقرار رہا اور زینب مسلمان ہو گئیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی اور زینب اور ابو العاص باقی رہ گئے جب بدر کا غزوہ ہوا تو قیدیوں میں ابو العاص بھی لائے گئے۔ زینب رضی اللہ عنہا نے ان کے فدیہ میں ایک ہار بھجوا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہار پہچان لیا اسے واپس کر دیا اور ابو العاص کو بھی چھوڑ دیا مگر اس شرط پر زینب رضی اللہ عنہا کو چھوڑ دے جب ابو العاص چلے گئے تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما اور ایک دوسرے صحابی انصاری کو مکہ بھیج دیا کہ زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ لے آئیں بدر کے ایک ماہ بعد زینب رضی اللہ عنہا آ گئیں۔ یہ واقعہ اس بات پر دلیل ہے کہ جو عورت کافر مرتد کے نکاح میں ہو ہجرت کی طاقت نہ رکھتی ہو اسلام پر مضبوطی سے قائم ہو مسلمان اس کو چھڑانے کی

قدرت نہ رکھتے ہوں تو اس کے ساتھ مسلمانوں والا معاملہ کیا جائے گا۔

③ اسی طرح شہر بن باذان کی بیوی جو اسود عتسی (مدعی نبوت کذاب) کی بیوی تھی اس نے شہر کو قتل کیا تو اس کی بیوی اس کے نکاح میں آئی وہ مسلمان تھی صحابیہ تھی اپنے اس شوہر کی نبوت کو نہیں مانتی تھی۔ اسود عتسی کو اسے چچا زاد فیروز الدیلیمی رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: پھر اسود عتسی کی یہی بیوی اس کے قاتل فیروز الدیلیمی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئی اس عورت کا نام آزاد تھا بہت حسین، مومنہ صالحہ تھی۔ (البداية والنهاية: 6/308)

④ اسی طرح مختار بن ابی عبید اشقیی کذاب کی دو بیویاں تھیں ام ثابت بنت سمرہ بن جندب اور عمرہ بنت العمان بن ثابت اس نے نبوت کے دعویٰ سے قبل ان سے نکاح کیا تھا جب مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے مختار کو قتل کر دیا تو اس کی دونوں بیویاں رہ گئیں مگر کسی نے ان پر کفر ارتداد کا حکم نہیں لگایا مگر جب مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ دونوں کو لے کر آئے اور ایک سے سوالات کیے تو اس نے کہا میں بھی وہی کہتی ہوں جو تم لوگ کہتے ہو اس کو چھوڑ دیا گیا۔ دوسری سے سوال کیا گیا تو اس نے مختار کے بارے میں کہا اللہ اس پر رحم کرے صالح بندوں میں سے تھا۔ اس کو جیل میں ڈال دیا گیا۔ اور اس کے بھائی کو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے خط لکھا کہ اس کے ساتھ کیا سلوک کریں؟ اس نے جواب دیا کہ میری بہن سے پوچھ لو اگر یہ مختار کو نبی مانتی ہے تو اسے جیل سے نکال کر قتل کر دو اسے قتل کر دیا گیا۔ یہ واقعات اس بات کی دلیل ہیں کہ بیوی شوہر کی وجہ سے نہیں پکڑی جاتی مذکورہ آیات بھی اس پر دلالت کرتی ہیں البتہ اگر بیوی شوہر کے ارتداد پر راضی ہو جیسے عمرہ بنت نعمان بن بشیر مختار کی نبوت پر راضی تھی تو اس کو مرتد شمار کیا جائے گا۔

خلاصہ یہ کہ اگر یہ خاوندوں کی طرح مرتد ہوں تو انہیں بھی قتل کیا جائے گا۔ اگر مسلمان اور لاعلم ہوں تو انہیں دعوت دی جائے گی اگر مسلمان۔ صالحات کمزور و مجبور ہوں تو ہم پر نصرت اور موالات واجب ہے۔

⑤ اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا جو انتخابات کے جواز کا فتویٰ دیتا ہے۔ پہلے انتخابات کے کفر

ہونے ۳۰ دلائل اور مفاسد ذکر ہو چکے ہیں جب کوئی امام کسی مکفر کا ارتکاب نہ کرے اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔ جو امام انتخابات کے جواز کفری نظام کے ساتھ مشارکت کا فتویٰ دیتا ہے یا تحاکم الی الطاغوت کی دعوت دیتا ہے ان کا احترام کرتا ہے ایسی حکومت کے ساتھ تولیٰ و سفیٰ و فعلی تعاون کرتا ہے موالات کرتا ہے ایسا امام مرتد ہے اس کے پیچھے نماز حرام ہے۔ مزید تفصیل کے لیے ((الجواب المفید فی ان المشاركة فی البر لمان وانتخاباتہ مناقضة للتوحید)) کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

خاتمہ

جو لوگ مرتد طاغوتی یعنی موجودہ حکمرانوں کی مدد کرتے ہیں چاہے مدد ہتھیاروں سے ہو، قول سے ہو یا فعل سے یہ سب مرتد ہیں ان پر مرتدین کے احکام جاری ہوں گے موجودہ حکمرانوں کے کافر و مرتد ہونے دلائل مختصر آئیے ہیں:

- ① اجماع: یہ اجماع ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے الحلی: (۱۱/۱۳۸) میں شیخ عبداللطیف بن عبدالرحمن نے الدرر السنیہ (۱۵/۳۷۹) میں عبدالعزیز بن باز نے فتاویٰ (۱/۲۷۴) میں ذکر کیا ہے
- ② کتاب اللہ: (المائدہ: ۵۱، ۵۲، ۵۷)، (آل عمران: ۲۸)، (النساء: ۱۳۹)، (الحشر: ۱۱) (المائدہ: ۸۰، ۸۱)، (الانفال: ۷۳)، (آل عمران: ۱۳۹، ۱۵۰)، (محمد: ۲۵، ۲۶)، (النساء: ۷۶)
- ③ (اعراف: ۱۷۵)، (النساء: ۹۷)، (البقرہ: ۲۵۶، ۲۵۷)، (التخل: ۳۶)، (الزمر: ۱۷)، (النساء: ۷۶)
- ④ سنت: حاطب بن ابی بلتعہ کا واقعہ (متفق علیہ)

② عباس بن عبدالمطلب: کان خرج مکرہا مع المشرکین فی بدر. (سیرة ابن اسحاق وغیرہ)

③ حدیث: من جامع المشرک (ابوداؤد و فیض القدیر للمناوی: ۶/۴۱۴، ۸۶۱۳)

④ حدیث جریر بن عبداللہ: قال قال رسول اللہ انا بری من کل مسلم یقیم بین ظہرائی

المشركين. (الارواء: ۱۲۰۷، الصحيحة: ۳۶۹، صحيح الجامع: ۱۴۶۱)

⑤ حديث: بهز بن حكيم عن ابيه عن جده ان النبي ﷺ قال لا يقبل الله من مشرك عملاً بعد ما اسلم او يفارق المشركين. (الارواء: ۱۲۰۷، الصحيحة: ۳۶۹، صحيح الجامع: ۷۷۴۸)

⑥ حديث: جرير بايعت رسول الله ﷺ على اقامة الصلاة وابتاء الزكاة والنصح لكل مسلم وعلى فراق المشركين. (سنن النسائي - التبيان: ۶)

③ اقوال الصحابة رضي الله عنهم: قول عمر رضي الله عنه: حاطب بن ابي بلتعہ رضي الله عنه کے بارے میں اور اس پر رسول ﷺ کا اقرار۔ پہلے مذکور ہوا ہے۔

② قول حذیفہ رضي الله عنه: ليتق اهدكم ان يكون يهوديا او نصرانيا وهو لا يشعر فظناه يريد هذه الآية: يا ايها الذين آمنوا لا تتخذوا اليهود المائدة: ۵۱، عبد بن حميد والتبيان: ۶۱) اپنے آپ ويہودی ونصاری بنانے سے بچاؤ، ہم سمجھ گئے کہ مراد یہ آیت ہے ﴿يا ايها الذين آمنوا لا تتخذوا اليهود﴾

③ خالد بن وليد رضي الله عنه کا واقعہ مجامعہ بن مرارہ کے ساتھ کہ جب خالد بن وليد رضي الله عنه نے مسيلمہ کذاب کے کچھ فوجی گرفتار کر لیے ان میں مجامعہ بن مرارہ بھی تھا اس نے خالد رضي الله عنه سے کہا کہ اللہ کی قسم میں نے اس کی تابعداری نہیں کی تھی۔ میں مسلمان ہوں۔ خالد رضي الله عنه نے اس سے کہا کہ تم نکل کر میرے پاس کیوں نہ آئے یا تم نے تمامہ رضي الله عنه کی طرح بات کیوں نہ کی۔ (التبيان: ۶۱)

استدلال: مشرکوں میں مجامعہ کے رہنے ان کی موافقت کرنے کو خالد نے ارتداد ان کی جماعت کی کثرت کا سبب بننے کو بھی ارتداد میں شمار کیا۔

④ حديث محمد بن عبد الرحمن ابوالاسود صحیح بخاری میں ہے عکرمہ کہتے ہیں مجھے ابن عباس رضي الله عنہما نے بتایا کہ کچھ مسلمان مشرکین کے ساتھ جوان کی کثرت کا سبب بن رہے تھے رسول ﷺ کے دور میں

مسلمانوں کی طرف سے تیر آتے ان کو لگتے اور وہ مارے جاتے اس پر آیت نازل ہوئی: ﴿ان الذین توفئهم الملائكة ظالمی انفسهم﴾ (التبیان: ۶۱) ﴿جن لوگوں کو فرشتے (موتے) فوت کرتے ہیں انہوں نے خود پر ظلم کیا ہو۔

استدلال: ان کے ساتھ مجاہدین نے کفار والا معاملہ کیا کہ ان پر تیر برسائے اور ان کا عذر قبول نہیں کیا گویا وہ مسلمان نہیں تھے۔ جو شخص کفار کے ساتھی اپنی مرضی سے رہتا ہو ان کی مدد کرتا ہو وہ کیسے مسلمان ہوگا؟

۵ واقعہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہوں نے مسیلمہ کذاب کے ساتھیوں کو مرتد قرار دیا سبوح اور طلحہ اور ناعین زکوٰۃ کے ساتھ قتال کیا ان کی عورتوں کو لونڈیاں بنایا یہ نہیں کہا کہ ان کا عقیدہ نہیں تھا یا جہد یا استحلال کی قید ذکر کی ہو۔ انہوں نے شرعی قانون پر عمل کر لیا کہ جس نے بھی کفار کے ساتھ ہتھیار تول یا عمل سے مدد کی وہ انہی کی طرح مرتد کافر ہے۔

۵ قیاس سے دلائل: صحیح حدیث میں آتا ہے کہ جس نے ایک غازی تیار کیا گویا اس نے خود غزوہ کیا (مسلم۔ صحیح الجامع) اس حدیث میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو غازی قرار دیا جو غازی کی مدد کرتا ہے تو اس کے برعکس جو کافر کی مدد کرتا ہے قتال میں اس کا ساتھ دیتا ہے طاعوت کی راہ میں۔ دوسری بات یہ کہ جو شخص مجاہدین کی مدد کرتا ہے اس کو ثواب ملتا ہے اسی طرح جو شخص کفر کی مدد کرتا ہے تو ان کا حکم اور عذاب اس کو بھی ملے گا۔

۶ تاریخ سے دلائل: غزوہ بدر میں بعض مسلمان مشرکین کی کثرت کا سبب بن رہے تھے ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: ان الذین توفئهم الملائكة.....

۴ ۱۰۲ھ کا واقعہ ہے بابک الخرمی مسلمان تھا مگر مسلمانوں کے مقابلے پر مشرکین کا ساتھ دیا جنگ کے لیے نکل آیا امام احمد رضی اللہ عنہ اور دیگر علماء نے اس پر مرتد ہونے کا فتویٰ لگایا۔ امام میمون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: امام احمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: (بابک الخرمی) ہمارے خلاف جنگ کے لیے نکل آیا

مشرکوں کا ساتھ دے رہا ہے اگر ایسا ہے تو مرتد ہے۔

⑧ چوتھا واقعہ: ۸۰۴ھ کا ہے۔ معتد بن عبداد اشبیلیہ کا حاکم ملوک اندلس میں سے تھا مسلمانوں کے مقابلے میں عیسائیوں سے مدد طلب کی اندلس میں سب یا اکثر مالکی علماء تھے سب نے اس کے ارتداد کا فتویٰ دیا اور اسے واجب القتل قرار دیا۔ (الاستقصاء: ۵/۲)

⑨ پانچواں واقعہ: ۷۰۰ھ تا تاریوں نے شام کے اسلامی ملک پر یلغار کی بعض مسلمانوں نے ان کی مدد کی ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان پر ارتداد کا فتویٰ لگایا۔ (الفتاویٰ: ۵۳۰/۲۸)

⑩ چھٹا واقعہ: ۶۶۱ھ صاحب الکفرک المغیث بن عمر بن العادل نے ہلاکو چنگیز خان کے پوتے کو خط لکھا کہ تم لوگ میرے لیے مصر پر قبضہ کر لو ان سے مدد طلب کی تو ظاہر بیبرس نے اس بارے میں فقہاء سے فتویٰ طلب کیا علماء نے اس کے قتل کا فتویٰ دیا۔

⑪ ساتواں واقعہ: ۹۸۰ھ میں محمد بن عبداللہ السعدی مراکش کے بادشاہ نے اپنے چچا زاد مروان المعظم باللہ کے مقابلے پر پرتگال کے کافر بادشاہ سے مدد طلب کی علماء نے اس کے ارتداد کا فتویٰ دیا۔ (الاستقصاء: ۷۰/۳)

⑫ آٹھواں واقعہ: ۱۲۲۶ھ-۱۲۳۳ھ کے درمیان نجد کی زمین پر بعض مشرک لشکروں نے حملہ کر دیا بعض قبر پرستوں اور نام نہاد مسلمانوں نے ان کی مدد کی تو تمام علمائے نجد نے ان پر ارتداد کا فتویٰ لگا دیا۔ شیخ سلیمان بن عبداللہ نے اپنی کتاب الدلائل فی اثبات کفر ہولاء میں اس پر بارہ (۱۲) دلائل ذکر کیے ہیں۔

⑬ نواں واقعہ: چودھویں صدی کے دوران یہودیوں نے فلسطین پر قبضہ کر لیا بعض مسلمانوں نے ان کی مدد کی لجنۃ الفتویٰ بالازہر نے ان کے ارتداد کا فتویٰ دیا۔ (التیان: ۶۷)

⑭ دسواں واقعہ: چودھویں صدی کے آخر میں روس نے مسلم ملک پر حملہ کیا اور کچھ مسلمانوں نے ان کا ساتھ دیا عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ نے ان پر کفر کا فتویٰ لگایا۔ (مجموع الفتاویٰ: ۱/۲۷۷)

اور بھی دلائل ہیں جنہیں اختصار کی وجہ سے ترک کیا گیا ہے۔

دعا: اللہ میں نے یہ کتاب تیری رضا کے اور دین کی مدد کے لیے لکھی ہے اے اللہ تو احکم الحاکمین ہے تو جمہوریت پسندوں اور طاغوتیوں کو ہدایت دے۔ اے اللہ جو ملا ان طاغوتیوں کے لیے دن رات حمایت میں مصروف ہیں یہ کتاب ان کی ہدایت کا بھی ذریعہ بنا دے۔ اے اللہ لوگ ہمیں دہشت گرد اور تکفیری کہتے ہیں اے اللہ یہ صرف تیرے دین کے خدمت گار ہیں طاغوتی حکمرانوں سے التجا ہے کہ اللہ کے عذاب سے ڈراؤ و کفر و ارتداد سے توبہ کر لو اللہ کے دین کی مدد کرو۔ اسمبلی میں جانے والے علماء سے درخواست ہے کہ اس ارتداد میں خود کو تباہ نہ کریں اللہ کے دین کی خدمت کریں ان مرتدین کے خلاف اللہ کی راہ میں جہاد کریں لوگوں کے سامنے دین اسلام کی خوبیاں بیان کریں اور جمہوریت، یہودیت، نصرانیت، کمیونزم، اور دہریت کے علمبرداروں کا مقابلہ کریں معاشرے کو اسلام کی روشنی سے منور کریں کیا یہ آیات آپ کو نہیں معلوم:

﴿وَإِذَا أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ اتُّوُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ فَنَبَذُوهُ وَرَاءَ

ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَبَيَّسَ مَا يَشْتَرُونَ﴾

جب اللہ نے اہل کتاب سے پختہ وعدہ لیا کہ اس کتاب کو بیان کرو لوگوں کے سامنے اسے مت چھپاؤ (مگر) انہوں نے اس کو پس پشت ڈال دیا اور اس پر پیسے لیے بہت برا ہے وہ جو خریدتے ہیں۔

اسلام کے ٹھیکیدارو!

﴿لَعْنُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيسَى بْنِ مَرْيَمَ ذَلِكَ بِمَا

عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ﴾

بنی اسرائیل میں سے کافر ہونے والوں پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم عليهما السلام کی زبانی لعنت کی گئی یہ اس لیے کہ وہ نافرمان اور حد سے گزرنے والے تھے۔ جن یہود و نصاریٰ پر اللہ نے لعنت کی اس کا سبب نافرمانی

اور ترک دعوت تھا۔

علماء کرام ان آیات کو مد نظر رکھیں ﴿اِنَّ مِنْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاۤءِ اِنْ يَخْسِفَ بِكُمْ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُورٌ﴾ کیا تم اس ذات سے بے خوف ہو گئے ہو جو آسمان میں ہے کہ تمہیں زمین میں دھنسا دے وہ جوش مار رہی ہو گی۔ وہ کام کریں کہ لوگ آپ کی اقتداء کریں اللہ سے ڈر جائیں اللہ کا یہ فرمان نہ بھولیں [لَمْ تَقُولُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ كَبِرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اِنْ تَقُولُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ] وہ بات کیوں کرتے ہو جو کرتے نہیں اللہ کے ہاں یہ بہت بڑا گناہ ہے کہ جو کہتے وہ کرتے نہیں۔

سیاسی جماعتوں سے: تم نے آج اسلام کو جمہوریت بنا لیا ہے اللہ کے دربار میں اس کا کیا عذر پیش کرو گے کہ اسلامی شریعت کو کفر سے بدل دیا۔ دن رات اس کفر کے نفاذ کے لیے کوشاں ہو۔ یہود و نصاریٰ کے اشاروں پر ناپچ رہے ہو۔ جمہوریت اور طاغوت سے توبہ کر لو صحیح ایمان لاؤ اللہ کے عذاب سے بچ جاؤ گے۔

هل اذلكم على تجارة تنجيكم من عذاب اليم تومنون بالله ورسوله وتجاهدون في سبيل الله باموالكم وانفسكم ذلك خير لكم ان كنتم تعلمون
کیا تمہیں ایسی تجارت کے بارے میں بتاؤں جو تمہیں درناک عذاب سے نجات دیدے اللہ ورسول پر ایمان لاؤ اللہ کی راہ میں جہاد کرو اپنے مال اور جان سے یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

سبحانك اللهم وبحمدك اشهد ان لا اله الا انت استغفرک واتوب اليك

وانا العبد الاحقر الافقر ابو عبد الرحمن عبد الله عمر الاثرى قاتل المرتدين فى

جبال الجهاد هندو کش (۱۰/۳/۲۰۰۷) (۲۰/صفر المظفر - ۵۱۴۲۸)۔

مسلم ورلڈ ویڈیو پروسیڈنگ پاکستان

